

اسلام کا معاشی نظام

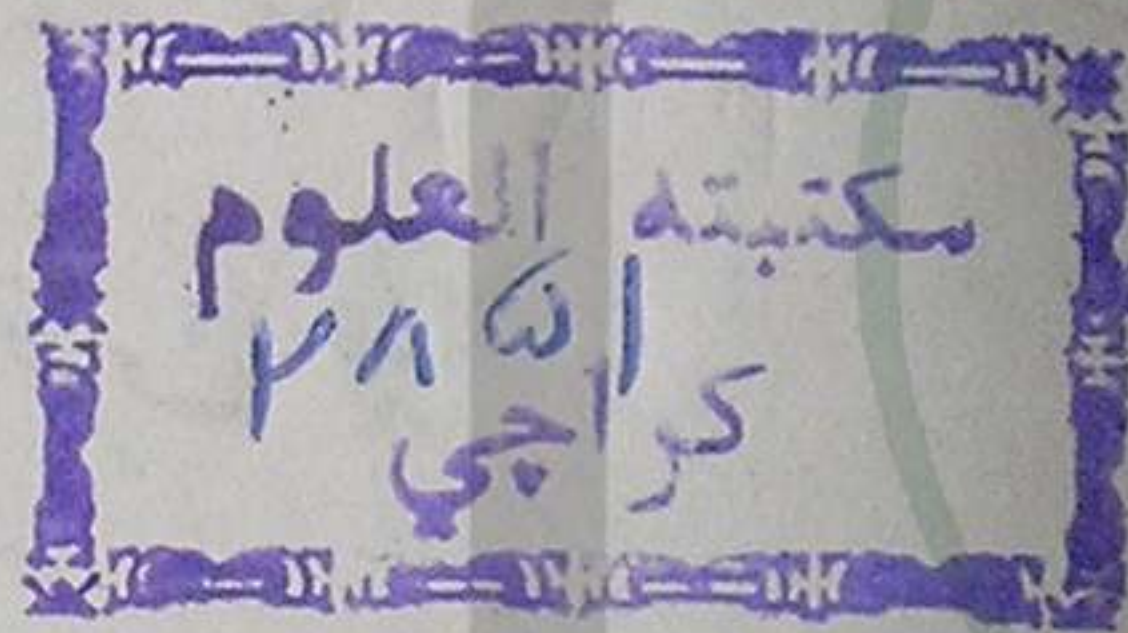
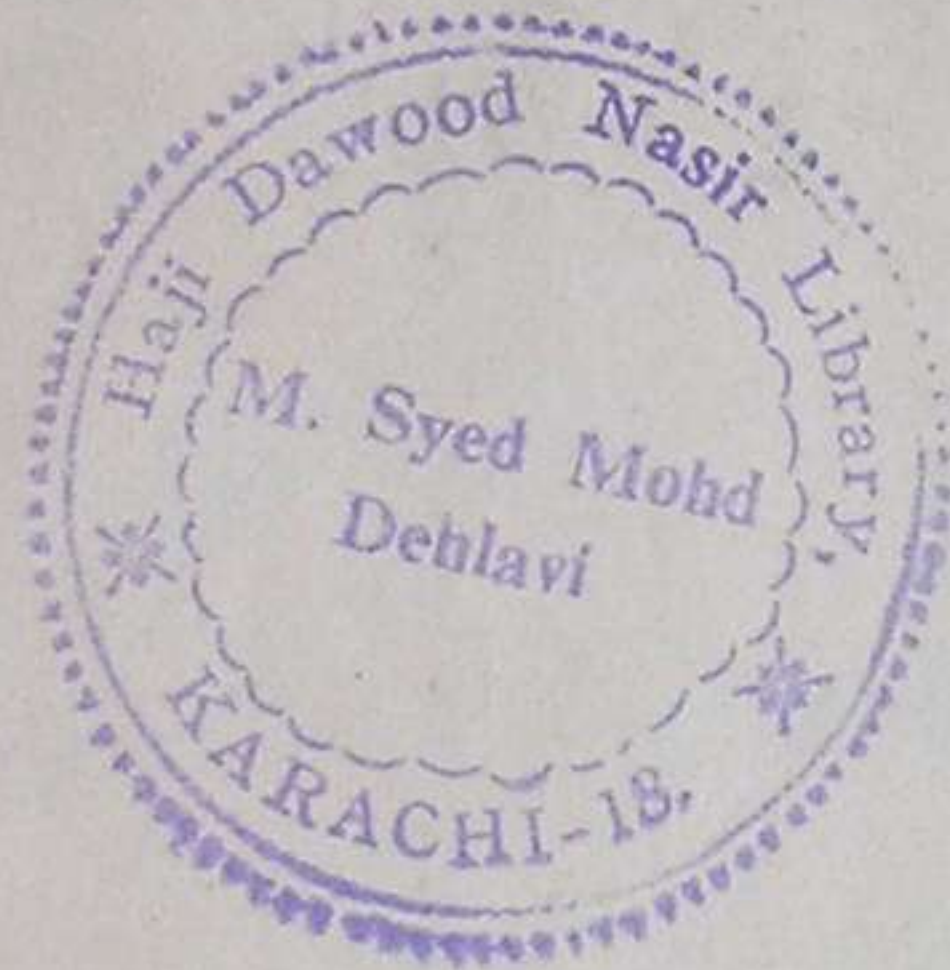


مکتبہ العلوم
۲۸۵۱
کراچی



مدرسہ علامہ سید محمد رضی صابری پوری

اسلام کا معاشی نظام

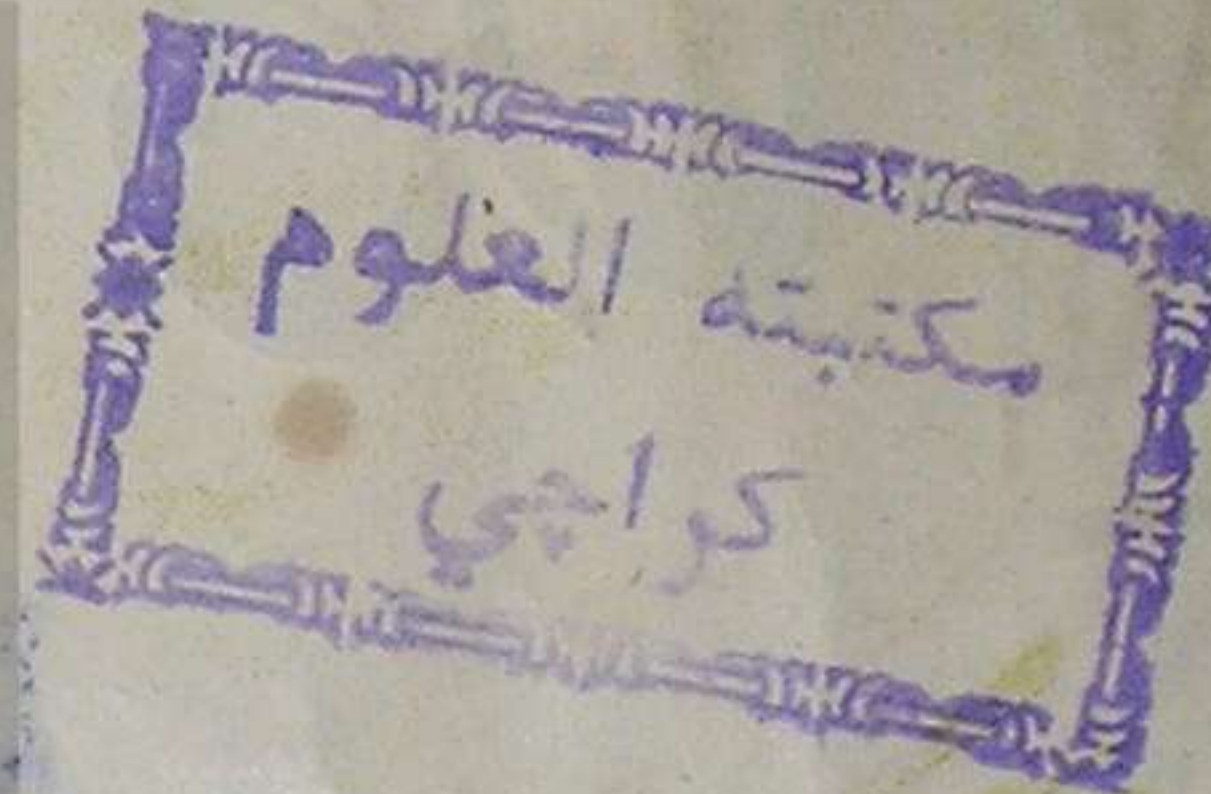


اذا فادات

علامہ مولانا سید محمد رضی صاحب قبلہ رنگی پورہ
مرحوم

ناشر: الجواد بک پو بنارس

مطبوعہ علمی الیکٹرونک مشین پریس (فون ۵۵۵) قلیا حالہ یار س



MAAB 1431

lib.org

پیش لفظ

علامہ سید محمد رفی صاحب قسبہ مرحوم زنگی پوری کے "قلم تحقیق" کا اعتراف
ہر صاحب بصیرت کو چکا ہے۔ زیر نظر رسالہ مرحوم کی وہ مایہ ناز تالیف ہے کہ
بلا مبالغہ یہ عرض کیا جاسکتا ہے کہ ملت جعفریہ میں یہ "معاشی دستور" کسی زبان میں
یکجا موجود نہ تھا۔ بلکہ عام ملت اسلامیہ نے بھی ایسا تحقیقی دستور اب تک پیش
نہیں کیا ہے۔ یہ نادر رسالہ الجواد میں قسط وار پیش کیا جا چکا ہے لیکن
مومنین کے اصرار بلیغ کا احترام کرتے ہوئے اسے اب کتابی شکل میں
پیش کیا جا رہا ہے۔

دور حاضر میں اس رسالے کی افادی حیثیت کا تقاضا ہے کہ
کیونرزم کے رجحان سے بچنے اور بچانے کے لئے اس کا ضرور مطالعہ کیا
جائے۔ اور یہ معلوم کیا جائے کہ "اسلام کا معاشی نظام" خود ایک
مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں کیونرزم ایک غیر مکمل
اور وقتی چیز ہے۔
والسلام

شعبہ نشر حقائق و معارف جامعہ جواد یہ بناؤں
یکم ذوالقعدہ ۱۳۵۲ھ

ملنے کا پتہ

الجواد بکڈ پو۔ جواد سہ کالج۔ بنارس ۲۰

قیمت صرف ۵۰

اسلام کا معاشی نظام

شیت خداوندی نے مطلع بنی اسلام بنانے کے لئے ایک ایسے خط دینا کو منتخب فرمایا جس کے ساکنین خیر دنیا و آخرت دونوں سے بیکار نہ تھے۔ خلعت کفر و جاہلیت کی طرح حقیقت معاش - فلاکت و افلاس کی مصیبتیں بھی ان پر سایہ فگن تھیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ قوم عرب کا حال نہ صرف مذہبی و متمدنی اعتبار سے تمام اقوام عالم سے بدتر تھا بلکہ افلاس و مسکینیت اور معاشی مشکلات و شدائد کے لحاظ سے بھی اوس کی حالت حد سے سوا خراب تھی۔ اوس کی وحشیانہ و جاہلانہ زندگی نے معشیت کے وسائل کو بھی اُس کے لئے تنگ کر دیا تھا۔ کسب معاش کے طریقوں میں بھی جاہلیت کے آثار نمایاں تھے فتنہ و فساد، ظلم و جور، قتل و غارت اُس کا مرغوب پیشہ تھا۔ رہبرانی، خیانت قمار بازی، کاغام رواج تھا، ایسی بدکرداریاں جن کے تذکرے سے انسانیت کو شرم آتی ہے اوس کے لئے قابلِ فخر ذرائع معیشت تھے۔ قتل اولاد کا عام رواج تھا۔ غریب و فقیر و بے آگے کے خوف سے اور اہل دولت و ثروت اپنی فرضی شرافت کے فخر و غرور کا سراونچا رکھنے کے لئے لاکھوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ ذاتہ کش عوام اور بد اخلاقیوں

میں گرفتار تھے۔ جو خاصہ فقر و افلاس ہوا کرتی ہیں۔ اور طبقہ خواص میں وہ برسی تھیں اور بدکرداریاں عام تھیں جن کو سرمایہ دارانہ ذہنیت اپنے ساتھ لایا کرتی ہے۔ عہد ظہور اسلام میں قوم عرب کے حال خراب کی بھیانک تصویر نمائندگان اسلام نے اپنے کلاموں میں کھینچی ہیں۔

سیرت ابن ہشام میں حضرت جعفر طیار کی وہ تقریر دلیلیہ منقول ہے جو آپ نے نجاشی بادشاہ حبشہ کے دربار میں کی تھی۔ اوس کے چند فقرے یہ ہیں قبل ظہور اسلام عرب کی دینی و معاشی ابتری۔ اور اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ۔ حضرت جعفر طیار کی تقریر :-

ایھا الملک کنا قومًا اهل ھلیۃ
نحب الاصلام وناکل الملیتہ
وناتی الھوا حش و نشی الجواس
دیاکل القوی الضعیف فکفنا علی
ذلک حتی بعث اللہ الینا رسولاً
منافخرف نسبہ و صداقہ و
وامانۃ و عفاۃ فدی علی الی
اللہ لنوحده و نصبحہ و نخلع
ماکنا بغیب نحن و اصابنا من
ذوۃ صن الجواس و الاوثان

اے بادشاہ! ہم ایک مبتلائے جاہلیت قوم تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ برے افعال کیا کرتے تھے۔ ہمسایہ سے بدسلوکی ہمارا کام تھا۔ قوت داروں کو زوروں کو کھائے جاتے تھے۔ اسی حال میں خدا نے ہم پر اپنا ایک پیغمبر بھیج دیا جس سے معیشت کی سبائی امانت واری۔ پرہیزگاری کی غفلتوں کو ہم خوب جانتے تھے۔ اسی نے ہم کو خدا کی طرف بلایا۔ کہ اوس کی یکتائی کے

وامرنا ان نعبد الله وحده ولا
نشرك به شيئاً و امرنا بالصلوة
والزكاة والصيام فعد عليه
امور الاسلام ثم قال و امرنا
بصدق الحديث و اداء الامانة
وصلة الرحم وحسن الجوار والكف
عن المحارم والدماء ونهانا
عن الفواحش وقول الزور و اكل
مال اليتيم و قذف المحضات
فصدقناه و اتبعناه على ما جاءه
من الله -

قابل ہوں۔ ادسکی پرستش کریں۔ اور
جن بچہ کے بقوں کو ہم اور ہمارے باپ
دادا پوجا کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں۔
اور ہلکویہ حکم دیا کہ فقط خدا کے یکتا
کی بندگی کریں۔ اوس کا شریک کسی کو
قرار نہ دیں۔ اور انھوں نے ہمیں نماز۔
زکوٰۃ۔ روزے کا حکم دیا۔ حضرت جعفر
نے تمام امور اسلام کو شمار کر کے فرمایا
کہ انھوں نے ہم کو راست گفتاری۔
امانداری۔ صلہ رحمی، ایسائیوں کے
ساتھ حسن سلوک مال حرام اور خون نا حق

سے بچنے کا حکم دیا۔ اور ہلکویہ بکاریوں لغو باتوں۔ مالی یتیم کھانے اور
پاک دامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگانے سے منع کیا۔ تو ہم نے
اون کی تصدیق کی۔ اور اون تمام باتوں میں جو وہ خدا کی جانب
سے لائے تھے ان کے پیرو بن گئے۔“

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا بیان | نیز جناب امیر المومنین علیہ السلام نے
عرب کی حالت قبل اسلام کی تصویر

کھینچے ہوئے فرمایا ہے :-

والناس فی فتن اختلف فیہا جمل
ہیں وقت پیغمبر اسلام مبعوث ہوئے

الدین و تزعمت سوا سرى
اليقين و اختلف البنى و تشتت
الامر و ضاق المنهج و عني المصد
فالهدى خامل و العمی شامل عشی
الرحمان و نفس الشيطان
فهم فیہا تاتكھون جبارون
جبارون مفتونون فی خیر دار
دش جبارون نو مہم سجد و
کلمہ دروغ -

خلائق ہو رہی تھیں۔ خدا کی نافرمانی کا دور تھا۔ شیطان کی نصرت بدلی و
جان کی جاتی تھی۔

لوگ فتوں میں سرگرداں و پریشان تھے۔ حیرت امتیاز حق و باطل سے
مانع تھی۔ اپنے نفع و ضرر کا علم مفقود تھا وہ اچھے و ظن (کرہ) میں
تو تھے مگر بدترین ہمایوں میں تھے بے خوابی ادن کے لئے نیند تھی
اور آنسو ان کی آنکھوں کے لئے سرمہ تھے۔“

نیز حضرت کا ارشاد ہے :-

ان الله بعث محمداً صلعم نذيراً
للعالمين و امينا على التنزيل و انتم
معتسب العرب على شر دين و فی
”خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام
عالموں کے لئے ڈرانے والا اور اپنے
نازل کئے ہوئے احکام کا امانت دار بنا کر

مشر دارمیخون بین حجاز قحشن
و حیات صم تشریون الکن سا و
تا کلون الحبش و قسطنون و صائکم
و قسطنون ار حاصکم الا صنام فیکم
منصوبہ و الانام بکم منصوبہ۔
ایسے زہریے سانپوں کے درمیان بھی
جن کے کاٹے کی دوا نہ تھی۔ کچھ سے بھرا پانی پیتے تھے۔ اور ناخوشگوار
بے مزہ چیزیں تمہاری غذا تھیں۔ آپس میں ایک دوسرے کا ناقص خون
پہا رہے تھے۔ قطع رحم (ایسوں سے بدسلوکی) تمہارا طریقہ زندگی
تھا۔ بت تمہارے درمیان پرستش کے لئے نصب تھے اور
گنہگاریاں تمہارے دم سے وابستہ تھیں۔

اسلام ایک قابل عمل نظام ہے جو عملی دنیا
میں کامیاب ہو چکا ہے

مرقع ہمارے سامنے دیا گیا ہے اگر اس کو پیش نظر رکھکر اس واقعہ پر فکر و غور کیا
جائے کہ فقط چند ماہ و سال کے عرصہ طویل میں اسلامی برکات نے عرب کے مذہبی
و اخلاقی۔ دنیوی۔ و معاشی معیار کو کس سرعت کے ساتھ ارتقاء سے بلند ترین
مدارج پر پہنچا دیا۔ انقلاب ذہنیت کے ساتھ ادن کے اخلاق و کردار کی دنیا
کس طرح متقلب کر دی، ان کے دین کے ساتھ ادن کی معیشت دنیوی کا عین ان
بھی کس طرح بدل ڈالا۔ تو اگر انہیں بڑے بڑے گناہ تعلیمات اسلام کا یہ انقلاب کارآمد

اگر معجزہ نہیں تو تاریخ عالم کا خیر العقول اور بے مثال کارنامہ ہر ذرہ جس سے
یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اسلام دین و دنیا کا دوا و معاش دونوں کا ایک مکمل قابل
عمل اور کامیاب نظام ہے۔ فلسفی نظریے کے حدود سے نکل کر تجربہ و عمل کی دنیا میں
بھی اپنی کامیابی کا سکہ بٹھا چکا ہے۔ قوم عرب نہایت درشت مزاج و جاہل طبیعت
قوم تھی۔ اثر پذیری و اطاعت گزاری کو اس کی جاہلیت نواز خصوصیات سے کوئی
رابطہ نہ تھا۔ اوس کی دنیا و دین کو دیکھتے دیکھتے بدل دینا ایسے ہی نظام کا اثر ہو
سکتا ہے۔ جو انسانی فطرت کے مناسب نظری و عملی دونوں پہلوؤں سے ہر طرح
مکمل اور قابل عمل ہو۔ اور اس نظام کا چلانے والا مجرب و عمل ہو۔ اور اپنی عملی طاقتوں
کا مکمل ترین اسوۂ حسنہ دنیا کے سامنے لا رہا ہو۔

عجازی شان سے چند دنوں میں عرب جیسی بگڑی ہوئی قوم کو سدھارنا
اور اوس کی مذہبی و معاشی دینی و دنیوی زندگی کی سطح کو بلند ترین مرتبہ پر پہنچا
دنیا اس بات کا شاہد ہے کہ یہ نظام جس قدر نظری اعتبار سے کامل ہے اسی قدر
وہ قابل عمل بھی ہے۔ اگر دنیا میں اوس کو نوع انسانی کی اصلاح کا ویسا ہی موقع
اور بھی ملتا جیسا چند روز کے لئے حاصل ہو گیا تھا تو آج دنیا کی حالت کچھ اور
ہوتی۔ یہ واقعہ نہایت اہم انگیز ہے کہ اسلامی نظام کے رواج پذیری کی مدت بہت
تھوڑی رہی۔ دنیا میں مسلمانوں کی حکومتیں تو باقی رہیں اور آج بھی ہیں۔ مگر
ممالک غیر کاتہ ذکرہ نہیں خود اسلامی ملکوں میں بھی نظام اسلامی کا اثر اہل اسلام
کی روزمرہ کی زندگی میں باقی نہ رہ گیا۔ بہت جلد مسلمانوں نے انہیں نظریات
و اطوار زندگی کو اختیار کر لیا جن کو نظام اسلامی مٹا دینا چاہتا تھا۔ قرآنی تعلیمات

کا قالب تو رہ گیا مگر روح جاتی رہی۔ اسلامی حلقے نظری فلسفے کی حیثیت سے
 اس کا درس تو دیتے رہے مگر اس کا عملی سبق بھول گئے۔ اور اب تو وہ زمانہ ہے
 کہ اوس کی عملی حیثیت کا ذکر کیا اوس کی نظری حیثیت کو بھی چھوڑ چکے ہیں۔ اسلامی
 دنیا کے افراد اسلامی تعلیمات سے بے گانہ اور قرآنی اصول و ہدایت سے نا آشنا
 ہونے میں غیر مسلم افراد و اقوام سے پیچھے نہیں ہیں۔ اسلامی اصول و نظریات پر عمل
 کی کس طرح امید کی جاسکتی ہے جبکہ ان کا تذکرہ بھی مسلمانوں کے لئے دلچسپ و
 مرغوب خاطر نہیں رہا ہے۔ اصول اسلامی و تعلیمات قرآنی سے عملی زندگی میں منحرف
 اور بے تعلق ہو جانے کا آخری انجام آج ہر مسلمان سے سننے ہے جسکی خبر غیب
 حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے اسی ارشاد میں مذکور ہے۔
قرآنی تعلیمات سے روگردانی کا انجام بد۔

”اس وقت نہ شہریوں کا کوئی مٹی سے
 بنا ہوا گھر ہو گا۔ اور نہ بڑیوں کا کوئی
 بالوں کا جھنڈا جس میں ظالموں نے رنج
 و غم نہ داخل کر دیا ہو۔ اور مصیبت
 نہ نازل کر دی ہو۔ اس دن تمہارا نہ کوئی
 آسمان میں مددگار ہو گا نہ زمین میں۔“
 (نہج البلاغہ ص ۱۶۵)

عقلوں نے جب آزادانہ فکر و غور کی فرصت پائی اور فطرت کے تقاضائے
 انسانی و ماعول کو مناسب و غیر مناسب سمجھنے اور سوچنے کی طرف مائل کیا اور عقلیت
 پسند طبیعتیں درجہ خمس و تحقیق ہوئیں تو ان کے سامنے ایک طرف انسانی خود

دلفن پرستی کے ہاتھوں خرابی عیادت تھی اور دوسری طرف دین و مذہب کے
 پردوں میں روح دین و مذہب کو پامال کرنے والے اکابر مسلمان کے اخلاق و
 کردار کی کشتہ اسلاہیت۔ غرض مجموعی طور پر دنیا و ان کے سامنے اندھیری تھی ہذا
 مذہب سے عام بدگمانی اور دین سے کلی نفرت پیدا ہو گئی۔ اور غیر مذہبی اصول
 بلکہ خاصہ شیطانی نظریات پر نظامات بننے لگے۔ جن کا غیر منقطع سلسلہ نسل انسانی
 کی تباہی و ہلاکت کو دعوت وے رہا ہے۔ اور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ
 پینین گوئی واقعات کی صورت میں اسلامی دنیا کو بالخصوص دعوت نظر دے رہی ہے۔
 عالم اسلام کے انقلاب و ذہنیت اور اس کے نتائج کی بابت
 آنحضرت کی خبر غیب :-

”لوگوں پر ایسا زمانہ عنقریب آنے والا ہے
 جس میں ادن کے پلیٹ ادن کے معبود
 ہوں گے۔ ادن کی عورتیں ادن کی قبلہ
 ہوں گی ادن کا دین ان کے دینا رہوں گے
 مال و متاع ہی پر ان کے شرف کا مدار
 ہو گا۔ ایمان کا مٹھن نام اسلام کا فقط
 نشان رہ جائے گا۔ قرآن کی تعلیم بس
 سبق پڑھا دینے تک محدود ہو جائے گی
 مسجدیں تو آباد ہوں گی مگر دل و پران ہو
 یاتی علی الناس نہ صان بطلو نہھر
 الہتم و فناء ہم قبلتھم و دنیاہم
 دینہم و متاعہم متاعہم لا یبقی من
 الايمان الا اسمہ و لا من الاسلام
 الا اسمہ و لا من القرآن الا اسمہ
 صاحبہم معمر و قلوبہم
 خبۃ عملاء ہم شری خلق اللہ
 علی وجہ الاسرار فی ابتلاہم
 اللہ باربع خصال جوہر من

اسلام مذہب عمل ہے، عمل اس کا عین حقیقت ہے۔

لا تشبہ الاسلام نسبة لحد
ينسبها احد قبلي الاسلام
هو التسليم والتسليم هو اليقين
واليقين هو التصديق والتصديق
هو الاقرار والاقار هو الاداء
والاداء هو العمل - پنج ابلاؤں کا مجموعہ (۱) اطاعت خدا اور رسول صلاہ اور اقرار ہے
اور اقرار اداء (طاعت و بندگی ہے) اور اداء عمل ہے (ان مقدمات کا نتیجہ یہ ہوا
کہ اسلام عین عمل ہے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے

سارا ایمان عمل ہے (۱) ایمان عمل کلمہ - (۲) اصول کافی) سارا ایمان عمل ہے
تمام اعضاء و جوارح کا ایمان میں حصہ ہے

(۳) ان الله فرض الايمان على
جواسر ح بنى آدم وقسمها عليهما
دفن قہ علیہا۔

مختصر یہ کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے عمل کا طالب اور بے عملی سے متنفر
اور کاہلی و سستی و بکاری و بطالت کا دشمن ہے۔ عملی زندگی سے باوجود قوت
و استقامت اگر آدمی زندگی بسر کرنے میں انسان کی ہمت افزائی نہیں
کرتا ہے۔

اسلام کے نزدیک مفہوم عبادت بہت وسیع ہے (۱) عبادت دین اسلام

اقبلی و ذہنی اعمال تک محدود نہیں۔ تفکر و تذکر۔ ایمان و ایقان، گمان و دھیان
ہی ایک حقیقت عبادت ختم نہیں ہو جاتی۔ اور نہ صرف نماز روزہ حج وغیرہ
بدنی اعمال کا نام عبادت ہے بلکہ عبادت ہر وہ عمل ہے جو خدا کے احکام کے مطابق
اس کی خوشنودی و رضامندی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔ خدا کی فرمانبرداری
و اطاعت کا جذبہ و ارادہ حقیقت عبودیت و روح عبادت ہے اور ہر وہ کام
بندگی و عبادت ہے جس سے مقصود خدا کی فرمانبرداری و تعظیم امر الہی ہو خواہ
وہ خالق و مخلوق، معبود و عبد کے روابط سے تعلق رکھتا ہو یا افراد و انسان کے
باہمی معاملات و حقوق سے یا خود نفس انسانی کے ادنیٰ حقوق سے جن کا ادا کرنا
اوس پر لازم ہے یہاں تک کہ اپنے بچوں کو پیار کرنا، اُن کو ہنسانا، کھلانا، بھی
عبادت میں داخل ہے۔ جہانوروں کی خدمت بھی کار خیر و عبادت ہے۔

اپنے بچوں کو پیار کرنا بھی عبادت ہے

من قبل ولد لا كتب الله له " جو شخص اپنے بچے کو پیار کر چکا خدا اوس
حسنہ و من حسنہ فرحہ کے نام پر ایک نیکی درج فرمایا گیا اور
الله يوم القيامة (لِيَايَا الْاَخْيَارِ) جو آدمی اپنے بچے کو خوش کرے گا خدا
اس کو بزرگ قیامت فرحت عطا فرمائے گا۔

(۲) جناب صادق آل محمد علیہ السلام سے مروی ہے۔

جاء رسول الى النبي فقال ما
قلت صبيًا وطفلًا ولي قال رسول
الله هذ اساجل عندي انتم
من اهل الناس -
(نكاح الاخبار ص ۳۳)

”ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور
کہنے لگا کہ میں نے کبھی کسی بچے
کو پیار نہیں کیا۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت
نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ شخص
جہنمی ہے۔“

پیارے جانوروں کو پانی پلانا بھی عبادت ہے
جناب امام محمد باقر علیہ السلام
نے فرمایا:-

من سقى كبد احماء من بهيمة
او غيرها اظله الله في ظل عرشه
يوم لا ظل الا ظله
(نکاح الاخبار ص ۳۵)

”جو شخص کسی جلے جگہ کو سیراب کرے
خواہ وہ حیوان کا ہو یا غیر حیوان کا
تو خدا اس کو اپنے عرش کے سایہ میں
جگہ عطا فرمائے گا۔ اس دن جس میں
سوا خدا کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔“

اسلام مذہب عدل و اعتدال اور انسان کا قدیم ترین مذہب ہے
(سوم) اسلام
وہ مذہب عمل
اعتدال ہے جس کی تاریخ نوع انسانی کی تاریخ سے وابستہ ہے اور جس کے
تعلق حدیث میں ہے:-

هو دين الله قبل ان تكونوا حيت
كنتم دبعون ان تكونوا من اقرب دين
الله فهو مسلم ومن عمل امواله
”اسلام تمہاری پیدائش سے پہلے بھی
ہذا کا دین تھا اور اس کے بعد بھی وہ
دین خدا ہے جس شخص نے دین الہی کا

فهوم من ط
کا اقرار کیا وہ مسلمان ہے اور جو اس
پہ عمل کرتا ہے وہ مومن ہے۔“

دنیا میں تبلیغ اسلام کی غرض قیام عدل و انصاف ہے
اور لواحق دین کی غرض یہی بتائی گئی ہے کہ بندگان خدا کو عدل و انصاف کے طریقے
پہ چلا یا جائے۔

لَقَدْ اَدَّيْنَا مَّا سَلْتَنَا بِالْبَيِّنَاتِ
وَاَفْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَ
الْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ
(حدید)

”ہم نے اپنے پیغمبروں کو روشن معجزات
دیکر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور
میزان عمل نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر
قائم رہیں۔“

جو رد ظلم و بے اعتدالی اس مذہب کے اصول کی حدود سے باہر ہے وہ اس
کی طرف سے ایسے ہی نفس پر کیا جائے یا دوسرے انسانوں پر۔ بالفاظ اسلام
نے نہایت صاف اور واضح نکتوں میں فرمایا ہے:-

اسلام کا بنیادی اصول کسی کو ضرر نہ پہنچاؤ اگرچہ وہ اسکی ضرر رسانی کا بدکار نہ ہو

لا تضار ولا ضرر ساقی الاسلام
”اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرر۔“
جمع البحرین میں ہے الفضا ارتقاع الفعل والضرار المجزاع علیہ
یعنی ضرر کسی کو ابتداء نقصان پہنچانا ہے اور ”ضرر“ کسی کی ضرر رسانی
کا بدکار لینا۔

یعنی قانون اسلام میں کوئی ایسی دفعہ اور احکام اسلامی میں کوئی ایسا حکم نہیں جس کے وضع کرنے کی غرض بندگان خدا کو ہر پہنچا نہ ہو۔ یا جن کو صحیح طریقہ پر زیر عمل لانے سے خلق اللہ کو ہر رونق و نقصان پہنچتا ہو۔ نیز اسلام اس پر بھی راضی نہیں کہ کسی کی ہر رسانی کا بدلہ ہر رسانی سے لیا جائے۔

یہ زرین اصول دستور اسلامی کے لئے بنیاد کی حقیقت رکھتا ہے قوانین معیشت اور انہیں کے ماتحت بنائے گئے ہیں ہذا ہر وہ طریقہ جس سے انسانیت پر ظلم ہوتا ہو اور بشریت اس سے ضرر رسیدہ ہو تو اسے غیر اسلامی ہو گا، خواہ وہ کسب دنیا کے لئے اختیار کیا جائے یا طلب آخرت کے لئے عمر حاضر کے ادیان مروجہ ایسے اعلیٰ اصول کی مثال نہیں لاسکتے۔

انسان کے لئے کون سا نظام معاشی مناسب ہو گا؟ (چہارم) انسانی زندگی کے لئے معاشی نظام جو زیر کرنے اور اس کو زیر عمل لانے سے پیشتر فطرت انسانی پر غور و فکر کرنا اور یہ سمجھ لینا لازم ہے کہ حقیقت انسانیت کیا ہے اس کے ضروریات و لوازم کیا ہوں گے؟ انسانیت کس چیز کا نام ہے اور اس کے مناسب کیا ہیں؟

انسان کی حقیقت کیا ہے؟ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ "انسان نہ صرف بدن کا نام ہے۔ ورنہ فقہار و دین کا بلکہ ان دونوں کے مجموعہ کا نام ہے اور حقیقت انسان کا تعلق جسمانیت و روحانیت دونوں سے ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ انسانی حقیقت کے یہ دونوں جزو مترکیبی ہیں اپنی خواہشیں اور ہر ذوقیں الگ الگ رکھتے اور ہر ایک کا رزق اور غذا

جس سے وہ قوت و نشوونما پاتا ہے۔ دوسرے کے رزق اور غذا سے مختلف ہے۔ ہر عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ انسانیت کی صحیح تربیت و پرورش کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ان دونوں جزو کی خواہشوں اور ضرورتوں کو ادنیٰ کے حسب حال اور مطابق فطرت طریقہ پر پورا کیا جاسکے۔ اگر صرف ایک جزو کی طرف توجہ کی گئی اور دوسرے کو نظر نہ تھا تو دل دے اعتنائی نہ دیا گیا تو ان کی قوت گھٹتی جائے گی۔ اور رفتہ رفتہ اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور یہ بات منتہائے فطرت کے خلاف ہو گی۔ تجربے سے ثابت ہے کہ فطرت کا کوئی کام اور قدرت کا کوئی عمل بے فائدہ اور بے مقصد نہیں۔ خدا نے کسی ایسی چیز کو وجود کی نعمت اور ہستی کی خلقت سے سرفراز نہیں کیا جو عبث و بے کار ہو۔ ہذا حقیقت انسانیت کا کوئی جزو جسمانیت یا روحانیت اگر بے فائدہ و حاصل ہوتا تو فطرت کی دنیا میں اسے جگہ نہ ملتی۔ اور قدرت خدا اس کو ہرگز پیدا نہ کرتا۔ ظاہر ہے کہ دونوں جزو (بدن اور روح) میں سے کسی ایک جزو کو فنا کر دینے کا نتیجہ خاتمہ انسانیت ہے۔ اس صورت میں آدمی یا ذالہ یا مذی یعنی حیوان ہو گا۔ یا محض فرشتہ جس کو اس دنیا کی مادیت و جسمانیت سے واسطہ نہیں، صورت انسانیت ہر حال بے ثمر و لا حاصل رہے گی۔

انسان حیوان بنکر بھی غیر ذمہ دار اور آزاد فطرت نہیں بنا سکتا۔ یہاں پر بات نظر انداز

نہ کر دینا چاہئے کہ اگرچہ انسان حیوان بلکہ حیوان سے بدتر ہو سکتا ہے مگر اپنی عقلی فطرت اور اس کے نتائج سے الگ نہیں ہو سکتا۔ وہ خالص حیوان بن سکتا

مگر حیوان کی طرح غیروہ دار اور آزاد فطرت نہیں بن سکتا۔ عقلی فطرت نے اس کو ہستی کے پاؤں میں جو ذمہ داریوں کے بندھن ڈال رکھے ہیں ان سے آزادی ناممکن ہے وہ ادیت و جسمانیت میں شدت انہماک کی وجہ سے نرا جوا بن سکتا ہے۔ لیکن حیوانوں کی طرح قوت باز پرس و خطرہ مسئولیت سے آنا نہیں ہو سکتا ہے۔ اسی طرح انسان ترک دنیا کے ذریعہ فرشتہ بن جانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ مگر فرشتوں کی طرح مادی دنیا سے فطری بے نیازی درستی حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ مادی مخلوق ہے اس کی پرورش جہنمستان دنیا ہی میں ہوتا ہے اُس کے نخل ہستی نے اس چین کی ہوا کھا کر نشوونما پائی ہے اور اسی چین میں ہر حال اس کو رہنا ہے۔ پھر اسی کی یہ کوشش کہ چین دنیا کی ہوا نہ لگے محض نام کوشش ہوگی وہ مجرد فرشتہ کبھی نہیں بن سکتا۔ اور بالفرض اس کو مرتبہ ملکیت حاصل بھی ہو جائے تو انسانیت کا نظریہ شرف کھو بیٹھے گا۔ جس کا بنا پر وہ سجدہ ملائکہ بنا باگیا تھا۔ فرشتے نامزد انسانیت کے آگے سر بسجود تعظیم ہوئے تھے نہ کہ نامزد ملکیت کے سامنے انسان کے لئے باعث شرف و کمال اوس کی انسانیت ہے نہ کہ ملکی طبیعت ؟

اس امر کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد اس بات میں اشتباہ نہیں ہو سکتا کہ روح و بدن کے مجموعہ مرکب انسان کے لئے مناسب فطرت وہی نظام معیشت ہو سکتا ہے جو روح و بدن دونوں کی خواہشوں اور ضرورتوں کو پورا کرتا ہو جس میں دونوں کو حسب ثنائی فطرت ایک ساتھ قوت یا ضد اور نشوونما کے وجہ تک پہنچنے کا بندوبست کیا گیا ہو۔ اور بنا بر اصول عدل و انصاف اس کا انتظام جو ہو کہ روح و جانیت و جسمانیت

دونوں میں کسی کے حق میں ظلم واقع نہ ہونے یا نئے جہاں دونوں کے مفاد ہکراتے ہوں ان میں صلح و اعتدال کی حالت پیدا کر دی گئی ہو۔ حاصل کلام یہ کہ انسان کے لئے ایسا ہی نظام معاشی درکار ہے جو اس کو حقیقی معنوں میں انسان بنائے۔ ایسے نظامات جن کا نصب العین اور انجام خالص جالور یا مجرد فرشتہ بنانا ہو۔ حسب حال انسان اور نظام اسلامی نہیں ہو سکتے۔ نظام اسلامی پس وہی ہو سکتا ہے جو اپنی جامعیت و وسعت و اعتدال پسندی کی وجہ سے روحانیت و جسمانیت دونوں پہلوؤں کو مطمئن اور ترقی یافتہ کر سکتا ہو۔ یہ مقام نازک ہے۔ عقل کے قدم یہاں اکثر پھسل جاتے ہیں۔ لہذا توضیح کے لئے کچھ اور کوشش نفع سے خالی نہ رہے گی۔ ہم کو غور کرنا چاہئے کہ ہم کھاتے پیتے۔ چلتے پھرتے سوئے جاگتے اور جسمانی لذات سے مسرت اندوز ہوتے ہیں پھر کیا ہم انھیں معذرتوں کی وجہ سے انسان ہیں؟ اور کیا یہ نظریہ درست اور مناسب حال انسانیت ہو سکتا ہے۔ اور ہم محض کھانے پینے، سوئے جاگنے اور چند در چند دُش و طرب کے سامانوں میں رہ کر ہمیشہ کے لئے آفتوش عدم میں چلے جائے اور ہمکنار فنا ہو جانے کے واسطے پیدا کیے گئے ہیں۔ اہلک و نیایہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور زندگی دنیا ہی تک ہمارا مقصد ہستی محدود ہے ہماری زندگی کے مقاصد دنیا سے آگے نہیں بڑھتے؟ کیا دنیا کا مال و دولت اور آرام و چین ہی انسانی سعادت و اقبال مندی و خوش نصیبی کی انتہا ہے؟

عقل انصاف پر در سے پوچھا جائے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ اگر انسان کو محض حیوان صفت بنانا ہوتا، اس کی غرض خلقت زندگی دنیا تک

مردود ہوتی، اس کا وجود صرف اس لئے ہوتا کہ چند روزہ زندگی میں کھائے
 پیے چین کرے اور بالآخر ہمیشہ کے لئے پیوند خاک ہو جائے تو اس کو قوت
 عقل و شعور نہ دی جاتی اور اس کو انجام میں نہ بنایا گیا ہوتا کیونکہ ان چیزوں کو
 اس کے اس مقصد ہستی سے کوئی مناسبت نہ ہوتی۔ اور نہ اس کو اس مقصد
 کی تکمیل میں ان کی ضرورت پڑتی۔ بلکہ یہ چیزیں اس کے مذکورہ بالا مقصد ہستی
 میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ عقل غم انگیز و شعور انجام میں اور فکر رنج خیز کا حاصل
 زندگی و نبوی کی بے لطفی و بد مزگی کے سوا اور کیا ہے۔ انھیں رکاوٹوں کی بدولت
 انسان حیوانوں کی طرح خالص اور مکمل سکون دل و بے فکری کی زندگی سے محروم
 ہے۔ غم فرط اور رنج دنیا اس کو کمال عیش و طرب سے روکتا ہے۔ اس لحاظ سے
 حیوانات کا حال انسان سے کہیں بہتر ہے۔ ان کے خیالات کے شیرازے کو
 حوادث دنیا پریشان نہیں کرتے ان کے سکون دل میں کوئی خیال فکر انگیز خلل انداز
 نہیں ہوتا۔ غبار رنج و مال دنیا سے ان کے آئینہ ہائے دل بکھر نہیں ہوتے وہ اپنی
 خواہشوں کی تحصیل میں آزاد ہیں۔ ان کی دنیا کے عیش و مسرت میں غم فردا اور رنج غائب
 گماندہیاں نہیں، شمس اور غبار فکر انجام محیط فضا نہیں ہوتا۔ لہذا ایسے عقل و ہوش
 و کشتہ خرد و تفکر خیز انسان، جسمانی لذتوں اور مسرتوں کے خالص اور کامل ہوسنے
 میں آزاد حیوانوں کا مقابلہ کیونکر کر سکتا ہے؟

جن داعوں میں اس خیال کی پرورش گاہ ہے کہ انسان محض دنیا کے لئے
 پیدا کیا گیا ہے۔ وہ دراصل انسانیت و حیوانیت کا دقیق و لطیف تفرقہ امتیاز
 سمجھنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اگر ان میں قوت تمیز ہوتی تو اس حقیقت سے

نادانستہ رہ جاتے کہ حواس کی دنیا عالم حیوانیت ہے اس عالم سے قدم آگے نہ
 بڑھانے والے کے لئے قوت عقل و فکر انجام میں کی ضرورت نہیں۔ بلکہ جیسی لذتوں
 اور مسرتوں کے لئے صرف حواس ظاہرہ کی صحت و قوت کی ضرورت ہے۔ عقل
 و شعور و قوت انجام میں بنی کا وجود نہ فقط غیر ضروری بلکہ باعث ہزار ہے۔ چونکہ
 حیوانات بس اس دنیا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ان کی زندگی کے مقاصد و
 اغراض میں اور اس عالم جسمانی و مادی کسی اور دنیا کا تصور نہیں ہے۔ لہذا فطر
 نے ان کو جو ہر عقل و شعور سے دور رکھا اور صرف حواس ظاہرہ بخشنے اور
 انسانی مشاعرہ حسی سے زیادہ قوی اور مکمل حسی قوتیں عطا کیں جن کی وجہ
 سے وہ جسمانی لذات کو حسب خواہش دل بغیر کسی عقلی مزاحمت اور فکری
 رکاوٹ کے بھر پور حاصل کرتے ہیں۔ ان کی فطرت کے خزانے کا جو ہر عقل
 و شعور سے خالی رکھا جاتا اس بات کا ثبوت ہے کہ کھن حیوانی زندگی بسر کرنے
 اور دنیوی نعمات و لذات سے بھرہ مند ہونے کے لئے عقل و حرد کی حاجت نہیں

حیوانیت و انسانیت کے حدود | حواس ظاہرہ کی دنیا عالم حیوانیت

شروع ہوتی ہے جہاں سے نور عقل کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اس کا ظہور یہ
 ثابت کرتا ہے کہ انسانیت کا علاقہ اس دنیا سے بھی ہے جس میں حواس ظاہرہ
 کام نہیں دے سکتے۔ اور اس کو ایسی لذتیں اور مسرتیں بھی نصیب ہو سکتی
 ہیں جن سے حواس ظاہرہ نا آشنا ہیں۔ جو لوگ محض ظاہر حیات دنیا کا تصور
 رکھتے ہیں وہ حیوانیت و انسانیت کے دقیق فرق اور حقیقت انسانیت

کے مقصد سے حیوانی غرض طاقت سے امتیاز نہیں کر سکتے وہ اس سے غافل ہیں کہ ان اگرچہ حیوان بھی ہے اور انسانیت میں حیوانی حصے بھی موجود ہیں مگر صرف وہی مقصود فطرت نہیں ہیں بلکہ یہ حصے اس لئے رکھے گئے ہیں کہ انسانیت کو خالص ملکیت سے امتیاز پانے میں اذن کی حاجت تھی۔ اور ملکیت پر انسانیت کا تفوق اذن کی امداد اور انشراح و تعاون کے بغیر ممکن نہ تھا۔ انسان کی مرکب فطرت کو سمجھنے والے اس میں شبہ نہیں کر سکتے کہ اس کو ایسے ہی نظام معیشت کی ضرورت ہے جو اس کو خالص حیوان نہ بنائے۔ مگر اس سے حصہ حیوانیت کی حق تلفی بھی نہ ہونے پائے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ فنا ہو کر وجود انسانیت کو بھی ناکم بننا بنا دے گا۔

ایسا جامع نظام وہی ہو سکتا ہے جو اخلاقی بنیادوں پر مرتب کیا جائے اور حیوانیت و انسانیت کے درمیان حالت اعتدال پیدا کرنے والا ہو تاکہ دنیوی معیشت کے وسیع وسائل و اسباب سے اس طرح فائدہ حاصل کیا جاسکے کہ انسان کی عقلی و اخلاقی ترقی میں سد راہ نہ بنیں اور حیوانی حصہ معتدل و ترقی یافتہ ہو کہ انسانیت کا مددگار بن سکے۔ وہ نظام جو اس کے خلاف ہو وہ انسانی فطرت کے لئے موزوں نہیں ہو سکتا۔

سب دنیا بن جانا آسان ہے مگر انسان عادل بننا مشکل ہے اسی طرح تارک الدنیا و زاهد خشک بن جانا سہل ہے مگر مرد باعمل بننا دشوار ہے یہی وجہ ہے کہ محض دنیا و زہد خشک عالم میں بکثرت بات جاتے ہیں۔ اور انسانی عقلوں نے افراد انسانی کے لئے اجتہاد تمدن سے آج تک جتنے نظام تیار کئے ہیں اذن میں سے کوئی

بھی اخراط و تفریط اور بے اعتدالی سے خالی نہیں۔

عالم کے غیر معتدل نظامات معیشت کی دو قسمیں ایک قسم ایسے نظامات

کی ہے جو آدمی کو محض دنیا دار و آخرت فروش بناتے ہیں اور اس کو مادہ دنیا زندگی سنہ تصور ہو سکتا ہے اور اس کی طرف کسی طرح کی اصلاحی توجہ۔ ایسے ہی لوگوں کا تذکرہ قرآن مجید کی ان آیتوں میں ہے۔

(۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا اَمْرَ الدُّنْيَا ۚ اِنَّهَا غٰفِلَةٌ
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُهَا فَاَتٰهُم مِّنْ غَيْرِهَا مِمَّا يَشْتٰوْنَ
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعْهَا فَاَتٰهُم مِّنْ غَيْرِهَا مِمَّا يَشْتٰوْنَ
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعْهَا فَاَتٰهُم مِّنْ غَيْرِهَا مِمَّا يَشْتٰوْنَ

(۲) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعْهَا فَاَتٰهُم مِّنْ غَيْرِهَا مِمَّا يَشْتٰوْنَ
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعْهَا فَاَتٰهُم مِّنْ غَيْرِهَا مِمَّا يَشْتٰوْنَ
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعْهَا فَاَتٰهُم مِّنْ غَيْرِهَا مِمَّا يَشْتٰوْنَ
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعْهَا فَاَتٰهُم مِّنْ غَيْرِهَا مِمَّا يَشْتٰوْنَ

سورہ اور کچھ نہیں۔ ان لوگوں کی تمام کارگزاریاں اکارت جائیں گی اور دنیا میں جو کچھ کیا کرتے تھے وہ سارے اعمال بیا میٹ ہو جائیں گے۔

دوسری قسم اذن میں سے ایسے نظامات کی ہے جن کو اختیار کرنے کا حاصل غیر معتدل زہد کے طریقوں پر لگ جانا ہے جس سے انسان کے لئے نہ صرف

دنیا و مافیہا بلکہ خود اس کی ہستی بھی سر اسر مہمل - عبث و لا حاصل ہو جاتی ہے اس کی زبان حال ارشاد ربانی سَبَّحْنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا کی تصدیق کرنے پر تیار نہیں ہوتی۔ اور وہ عملی طور پر فرمان خداوندی جَعَلَ لَكُمْ مَارِیَ الْاَرْضِ جَمِیْعًا کو جھٹلاتا ہے۔ غرض اسی کے فلسفہ زندگی کا انجام یہ ہوتا ہے کہ عالم انسان سے اس کو نفرت ہوتی ہے اور تمام دنیا اور خود اس کا دفتر وجود بھی بالکل بے وقعت و بے مقصد ہو کر رہ جاتا ہے۔

صرف اسلام کا نظام معاشی معتدل اور مطابق فطرت انسانی ہے

کے درمیان سلک اعتدال وہ ہے جس کی طرف اسلام دعوت دیتا ہے۔ جناب رسول اور ائمہ بڑی اور ان حضرات کے اصحاب عارفین کی سیرتیں جس کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اس کا خلاصہ علامہ مجلسی کے الفاظ میں یہ ہے :-

اَنَحْمَ مَا كَانُوا يَأْخُذُوْنَ الدُّنْيَا لِدُنْيَا " یہ حضرات دنیا کو دنیا کے واسطے نہیں بلکہ دین کے واسطے طلب کرتے تھے۔ رسول اور ان حضرات کے اصحاب عارفین کی سیرتیں جس کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اس کا خلاصہ علامہ مجلسی کے الفاظ میں یہ ہے :-

(شرح اصول کافی ص ۳ جلد ۲)

اعمال انسانی کی بنیاد دو قسم کے نظریے ہیں۔ نظریہ الحاد و لاندھی اور نظریہ خداپرستی

نظریہ و فلسفہ انسان کے اعمال کی بنیاد بنتے ہیں۔ ایک نظریہ الحاد و لاندھی اور دوسرا فلسفہ خداپرستی و ایمان باللہ و الیوم الآخر۔

ہم کو دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں کا انسانی اخلاق و کردار پر کیا اثر ہوتا ہے اور ان کی بنیاد پر جو قوانین بنائے جائیں گے ان کی نوعیت کیا ہوگی۔؟
نظریہ الحاد و لاندھی کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

"ہستی میں کوئی خدا نہیں ہے جو انسانی افعال کا دیکھنے والا اور ان پر باز پرس کرنے والا ہو۔ ہم آزاد و مطلق ہیں ہم کو اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں کسی غیبی طاقت کا خوف نہ ہونا چاہیے زندگی دنیا ہی تک محدود ہے ہمارے افعال کی طرح ان کے ثمرات و نتائج بھی دنیوی زندگی ہی تک ختم ہو جاتے ہیں۔"

اسے کون نہیں جانتا کہ ہر ظاہر و باطن کے رقیب دناظر خدا اور جزا اور روز جزا کے انکار کے بعد انسانی ہوا و ہوس اور نفس امارہ کی مطلق انسانی کی روک و تھام دشوار ہو جائے گی۔ جب انسان یہ سمجھ لے گا کہ زندگی چند روزہ ہے۔ بہار دنیا کی مدت قلیل کے بعد ہمیشہ کے لئے خزاں ہی خزاں ہے تو اسے کوئی اخلاقی قوت دنیا کی نعمتوں کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے۔ ان سے زیادہ سے زیادہ لذت یا پانے سے نہ روک سکے گا۔ بندہ حرص و ہوا بن جائے اور

جسمانہ جذبات پر دل کھول کر عمل کرنے سے کوئی چشم نمائی کرنے والا نہ ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا سے الحاد و لادینی میں "حیاد قناعت" ایسے گمراہانہ عقائد کو فلسفہ اخلاق سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے تھا۔

واقف روز فطرت پیغمبر اسلام فرماتے ہیں لا ادين لمن حيا و له یعنی دین اور حیا میں ترازم ہے جہاں ایک نہیں وہاں دوسرا بھی نہ ہوگا۔ اور جب حیا نہ ہو تو آدمی کے اعمال و کردار پر کوئی پابندی روک ٹوک باقی نہ رہ جائے گی۔ حدیث نبوی میں ہے اذالہ تشکک فافحل صاشت جب تم میں حیا و شرم نہیں تو جو چاہو کرو۔

اسی طرح باعث ظہور خلق قناعت صرف امید مستقبل و آرزو سے فرما رہی سکتی ہے یعنی یہ توقع کہ آج کی سچی کل پوری ہو جائے گی۔ جہاں نہ دین ہو گا نہ حیا نہ قناعت نہ مستقبل کی توقع اور آئندہ کی امید۔ وہاں نفس امارہ کا آزاد مظاہر ہو جانا لازم ہوگا۔ آدمی اس خیال کو دل و دماغ میں جکے پانے سے نہ روک سکے گا کہ جتنا ممکن ہو دنیا میں کھاپی لو۔ چین کرو۔ عیش و عشرت۔ لذت و مسرت کے اسباب فراہم کرنے میں کمی نہ کرو۔ عیش و کوشی اور متاع دنیا کی وجہ سے اندوہ و غم میں کمی ہمیشہ کے خسارہ کا باعث ہوگی۔ چونکہ مذکورہ بالا خیال و نظریے کے تحت ہر فرد بشر لو الہوس و الہیر حرص و ہوا ہوگا اس کی ہمت و فکر دنیا طلبی کے میدان میں مقید و محدود نہ ہوگی۔ لہذا افراد انسانی میں تناقض و مسابقت۔ بغض و حسد۔ تفاخر و تکبر کے جذبات ابھر رہے۔ جن کا انجام بد نظمی عالم اور ہمہ گیر فتنہ دنیا ہوگا۔ امن و امان اور سکون و اطمینان کی نعمت میسر نہ ہو سکے گی۔ آدمی کی غم

دنیا طلبی آدمی کو دین کی طرح دنیا سے بھی محروم کر دے گی۔ افراد ہوس دنیا کا بدولت عیش و رغبت کی ناپید ہو جائے گا۔ اور انسانی احوال اس تصویر کے عین مطابق ہوں گے جو اس آیت قرآنی کے آئینہ میں دکھائی گئی ہے۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا سَكَنٌ مِّنَ اللَّهِ سَاعِدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَلْحَمِ اللَّهِ فَأَذَا اللَّهُ لَهَا لَبَاسًا أَجْمُوعًا وَ الْخُوفَ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ
خدا نے ایک گاؤں کی مثل بیان کی جس کے باشندے امن و چین میں مطمئن زندگی گزار رہے تھے ہر طرف سے ان کی روزی و فراغت جی آتی تھی۔ مگر ان لوگوں نے نعمات الہیہ کی ناشکری کی تو خدا نے ان کے کافرانہ کو تو لوں کی بدولت بھوک اور خوف کو ان کا اوڑھنا اور بچھونا بنا دیا۔

کیا آج نلام نہاد عقلائے عالم کی شامت اعمال اور الحاد پرستی و انکار خدا اور دوزخ اس کے تاریک جذبات کے ماتحت بنائے ہوئے نظمات ہی کا یہ نتیجہ نہیں ہے؟ خوف و حراس اور فاقہ مستی کی کال گھنٹوں نے عالم انسانیت کو گیر لیا ہے؟ دوران کے تمدانہ نظریات و اصول ہی کا یہ تلخ ثمرہ نہیں ہے کہ عامہ خلایق کو سماجی سکلات کا سامنا ہے؟ ہوس دنیا کے بندے حیر و نیاز سے بھی ادنیٰ طرح محروم دے جاتے ہیں جس طرح وہ حسن آخرت سے مایوس تھے؟ دنیا کے حال خراب زبان پر عبرت و نصیحت کے پیغام تو بہت ہیں۔ مگر سننے والے بہت تھوڑے

نظریہ مادیت والحاد اور نظریہ خدا پرستی | نظریہ خدا پرستی اور ایمان باللہ
 کے متعلق مفصل بیان قرآنی لشکل مکالمہ | ایمان بالیوم الآخر پر جو نظام
 معیشت قائم کیا جائے گا اس کی صورت حال مذکورہ بالا نوعیت سے مختلف ہوگا
 یہ دونوں نظریے مع اپنے نتائج کے قرآن مجید میں بصورت مکالمہ مومن و ملحد
 مذکور ہیں :- (سورہ کہف)

(ترجمہ) اے پیغمبر! ان لوگوں سے بیان کر دے کہ ان دو شخصوں کے جن میں سے ایک
 کو ہم نے آگ کے دو باغ عطا کئے تھے۔ اور خزانے کے درختوں سے ان باغوں
 کو کھیر دیا تھا۔ اور ان دونوں باغوں کے درمیان زراعت بھی قرار دی تھی۔
 وہ دونوں باغ خوب پھل لائے۔ پھل لانے میں کبھی نہیں کی۔ اور ہم نے
 ان باغوں کے درمیان نہر بھی جاری کر دی تھی۔ وہ شخص اپنے ساتھی سے
 جو اس سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کہ میں مال میں تجھ سے زیادہ ہوں۔ اور
 جتنے کے اعتبار سے تم سے زیادہ باعزت ہوں۔ (یہ باتیں کہتا ہوا) وہ اپنے
 باغ میں داخل ہوا۔ درحالیکہ وہ (کفران نعمت خدا کی وجہ سے) اپنے اوپر
 ظلم کر رہا تھا۔ (وہاں) وہ بول اٹھا کہ مجھے تو اس کا گمان نہیں کہ یہ باغ کبھی
 برباد ہو جائے گا۔ اور مجھے یہ خیال نہیں ہوتا کہ کبھی قیامت بھی آئے گی
 اور (بالفرض) میں پروردگار کے پاس لوٹا یا گیا تو (وہاں بھی) اس سے اچھے
 جگہ یقیناً پاؤں گا۔ (یہ باتیں سنکر) اس کے ساتھی نے جو اس سے باتیں کر رہا تھا
 یہ کہا کہ تو اس پروردگار کا منکر ہے جس نے تجھے خاک سے پیدا کیا۔ پھر
 اسے، پھر تجھے معتدل و درست قیامت کا آدمی بنایا۔ لیکن ہم تو یہ کہتے

وہی خدا میرا پالنے والا ہے۔ میں اس کا کسی کو شریک نہیں بناتا۔ جب تو نے باغ
 میں قدم رکھا تو یہ کیوں نہ کہا کہ ما شاء اللہ (یہ خدا ہی کی مرضی سے ہے) لا حول ولا
 قوۃ الا باللہ (سب قوت اور کمال ہوتے ہیں خدا ہی کے دیئے ہوئے ہیں۔ اگر مال و اولاد
 کی تجھے میرے پاس کئی دکھائی دیتی ہے تو عنقریب خدا تجھے تیرے باغ سے بہتر باغ عطا
 کرے گا۔ اور تیرے باغ پر کوئی ایسی آفت آسمان سے نازل کرے گا جس سے وہ عناق پھیل
 میدان بن جائے گا۔ یا اس کا پانی زمین کے اندر اتر جائے گا پھر تجھے ڈھونڈنے
 سے نہ ملے گا۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا) عذاب خدا نے اس کے پھلوں کو گھیر لیا۔ تب وہ
 کف افسوس ملنے لگا۔ (نظر کے سامنے) باغ اٹھا پڑا تھا اور وہ کجسرت کہہ رہا تھا کہ کاش
 میں پروردگار کا شریک کسی کو نہ بناتا۔ (سورہ کہف)

انسان کا مقصد اہم خوف و حزن سے نجات ہے | انسان کا سب سے بڑا مقصد زندگی یہ ہے
 اور وہ صرف زبانی ہدایت نامہ پورا ہو سکتا ہے | کہ خوف و حزن سے نجات پائے اور
 من و جان و خوشحالی اسکو میسر ہو۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ زندگی کے طریقوں کی طرف ہدایت
 دینا کا وہ دار خدا ہے۔ انا علیہا للہدیٰ راہ دکھانا ہمارا ذمہ ہے۔ اور خدا ہی کے ہدایت
 نامہ پر چلنے اور عمل کرنے سے انسان خوف و حزن سے نجات پاسکتا ہے :-

(ترجمہ) اے نبی! یہ کہہ دیا کہ تم سب یہاں سے اتر پڑو تمہارے پاس اگر میری طرف سے ہدایت
 آئے تو (اسکی پیروی کرنا) جو لوگ میری ہدایت پر چلیں گے ان کے واسطے نہ خوف ہوگا
 نہ رنجیدہ ہونگے۔ (سورہ بقرہ) جس دستور ہدایت کی جانب اس آیت مبارکہ

اشارہ ہے وہ نظام اسلامی ہے جس کی ابتداء انسانیت کے سب سے پہلے نائنہ سے
 کرتا آدم سے ہوئی۔ اور حسب رفتار زمانہ نسل انسانی کی ترقی پسندی کے ساتھ
 ان کے دوسرے اہل کتاب اور حضرت خاتم المرسلین کے ذریعہ سے مرتبہ کمال کو

انسان کا سب سے بڑا مقصد زندگی یہ ہے اور وہ صرف زبانی ہدایت نامہ پورا ہو سکتا ہے | کہ خوف و حزن سے نجات پائے اور من و جان و خوشحالی اسکو میسر ہو۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ زندگی کے طریقوں کی طرف ہدایت دینا کا وہ دار خدا ہے۔ انا علیہا للہدیٰ راہ دکھانا ہمارا ذمہ ہے۔ اور خدا ہی کے ہدایت نامہ پر چلنے اور عمل کرنے سے انسان خوف و حزن سے نجات پاسکتا ہے :-

۱۱) انسان مخلوق خدا ہے۔ اور خدا ہی اسی
 کا پالنے والا اور امیدوں کا سمیٹا ہوا ہے۔
انسان کا خدا سے تعلق! ہذا اس سے ایسے تعلقات کا قیام کرنا
 ضروری ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان مناسب ہوں۔

۱۲) انسان دنیا میں تنہا نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ بلکہ
 سفر ہستی میں اس کے رفیق اور نعمت و جود میں اس کے
 شریک دوسرے افراد بھی ہیں۔ جو اسی کی طرح انسان اور خدا کی مخلوق ہیں۔ اور
 ملک خدا میں ان کے حقوق بھی اسی کے برابر ہیں۔ نیز کمال زندگی تنہائی و عزالت کی
 زندگی نہیں۔ انسان طبعی طور پر اپنے بچپنوں کے تعاون و اشتراک عمل کا محتاج ہے
 بغیر اس کے وہ اپنے ضروریات زندگی و لوازم معیشت کو مہیا نہیں کر سکتا۔ لہذا
 از روئے انصاف حقوقی و منافع میں ان کو اپنے برابر رکھنا چاہئے۔ انسانی جماعت
 کی مثال بدن انسانی کی ہے اور ہر فرد اس سے عضو کی حیثیت رکھتا ہے اگر
 اعضاء کا درد میں باہم شریک نہ ہوں تو اس کا انجام فنا و بدن ہے۔ بدن جو
 حاصل کرتا ہے وہ تمام اعضاء کے بدن میں حسب ضرورت و مناسب حالت تقسیم
 ہوتی ہے۔ کوئی عضو دوسرے کے لازم و ضروریات میں مداخلت نہیں کرتا
 اگر ان میں فطری رواداری نہ ہوتی تو نظام بدن بگڑ جاتا۔ لہذا ہر فرد بشر کو اپنے
 دوسرے ہم جنسوں کے ساتھ سلوک میں اسی مثال پر چلنا ہوگا۔ انفرادی و
 خیر و منفعت کو اجتماعی مفاد اور ہمدستی سے الگ نہ ہونا چاہئے۔ انسان کا
 عمل کو ایسا ہونا چاہئے۔ جو اس کے ذاتی چیز کا باعث ہوں اور دوسروں کے

فوائد کا سبب بھی۔

۱۳) اگرچہ انسان دنیا کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے
 مگر دنیا انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔
 اس کی نعمتیں نہیں مگر دنیا مافہما کی پیداوار انسان ہی کے لئے ہوئی ہے۔ انسانی
 ہستی کو پٹا بننے کے بعد خلقت دنیا بے فائدہ ٹھہرتی ہے۔ لہذا ہر فرد انسان کو دنیا
 و اسباب دنیا و سامان معیشت سے فائدہ حاصل کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔
 دنیا و مافیہا میں تصرف کی دو ضروری شرطیں (۱۴) مگر دنیا و مافیہا پر تصرف
 دو شرطوں کا لحاظ لازم ہے :-

(۱) دنیا و مافیہا اور خود انسان کا خالق و مالک حقیقی بھی خدا ہی ہے۔
 اس کا حق تصرف خدا ہی کا عطیہ ہے۔ اس لئے ہمارے تصرفات کا خدا کے حقوق
 مالکانہ سے تصادم نہ ہونے چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ :-

”حقیقت عبودیت یہ ہے کہ خدا کی دنیوی بخششوں کو اپنی ملکیت
 نہ جانے بلکہ مال دنیا کو مال خدا سمجھے۔ اور خدا کے فرمان کے
 مطابق اس میں تصرف کرے۔“

(۵) انسان کی حیات
 فقط زندگانی دنیا تک محدود
 نہیں ہے۔ بلکہ اس کا دور زندگی دنیا و حیات پس پایاں کا ایک حصہ ہے۔

عمر رواں اس سلسلہ زندگی کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ موت اس سلسلہ زندگی کو ختم نہیں کرتی۔ بلکہ اس کے ایک دور کو تمام کرتی ہے۔ جس کے بعد دوسرا دور حیات شروع ہوتا ہے۔ موت قطع رشتہ حیات کا نام نہیں۔ بلکہ انقلاب دور حیات و طرز زندگی و انتقال مکان کا نام ہے۔ اور فقط روح انسانی ہی کے لئے بقائے دوام نہیں۔ بلکہ موت کی تفرقہ اندازی کے ہاتھوں بکھرا ہوا بدن بھی ترقی یافتہ صورت میں پھر وابستہ روح کر دیا جائے گا۔ اور اس طرح جو انسانی حقیقت دنیا میں تھی وہی عالم آخرت میں بھی تاباں رہے گی۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہر آدمی کو کاروبار دنیا میں یہ خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ دور زندگی دنیا کے بعد بھی ایک دور زندگی ہے۔ لہذا اس زندگی کا تعلق دوسرے دور حیات سے منقطع نہ ہونے پائے۔ جس طرح ہر مرد عاقل کی کاروبار دنیا میں ہر روز کی سعی محض اسی روز کے لئے نہیں ہوتی۔ بلکہ

آئے دالے "کل" کے لئے بھی ہوتی ہے۔ اور جس طرح اس کی "آج" کی سعی محض محض "آج" کے لئے نہیں بلکہ "کل" کے واسطے بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ خیال رکھنا لازم ہے کہ آخرت کے کام بھی دنیا ہی میں کئے جاسکتے ہیں۔ آنے والے دور حیات کی بھلائی کے لئے بھی دور و دھوپ مدت حیات ہی میں کی جاسکتی ہے۔ لہذا انسانی کوششیں دنیا طلبی میں اس طریقے پر ہوں کہ آخرت سے رشتہ نہ ٹوٹے دنیا بھی حاصل ہو اور دین بھی۔ معیشت دنیوی بھی درست ہو سکے اور آخرت کی زندگی بھی۔

اسلام کا یہ وہ مخصوص نظریہ ہے جس کی مثال دیگر مذاہب حاضرہ کے

فلسفوں میں نہیں ملتی۔ قرآن مجید و احادیث میں متعدد جگہوں پر اس نظریہ کو واضح کیا گیا ہے

دنیا بھی انسان کے لئے ہے اور آخرت بھی

چند آیات و احادیث یہ ہیں :-

(۱) اپنے پروردگار سے گناہوں کی بخشش

کی دعا مانگو اور توبہ کرو۔ وہ تمہیں ایک

مقررہ مدت تک اچھا سرمایہ زندگی

دے گا۔ اور وہی ہر فضیلت والے

کو اس کی فضیلت (کا ثمرہ) عطا فرمائے گا۔

خدا نے تجھے جو کچھ نعمتیں بخشی ہیں۔ ان کے

ذریعہ سے آخرت کے گھر کی بھی جستجو کر

اور دنیا سے جتنا حصہ تیرا ہے اس کو بھی

فراہم نہ کر۔ جس طرح خدا نے تجھے پرا

کیلے تو بھی دوسروں پر احسان کر۔ اور

زمین میں فساد کا حوالہ نہ ہو۔ بیشک

خدا فساد پر یا کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(۲) مرد یا عورت جو آدمی اچھے کام کرے گا اور

ایمان لے کر بھی ہوگا تو ہم اس کو دنیا میں یا

زنا کی بسر کرائیں گے۔ اور آخرت میں (ان کو)

کو اچھے سے اچھا اجر و ثواب دیں گے۔

(۱) اِنَّ اِمْتًا تَخَفُ وَاَسَاسًا يَكْمُ تَوَلَّوْا

اِلَيْهِ يَحْتَكِمُ مَتَاعًا حَسَنًا اِلٰى اَجَلٍ

مُسَمًّى وَاَيُّوْتِ كُلِّ ذِي فَضْلٍ

فَضْلُهُ (۱۰۰)

(۲) وَاتَّبِعْ فِيمَا اَنۡزَلْنَا اِلَيْكَ اِلَٰهًا

اِلَٰهًا اِلَٰهَ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَتَّبِعْ نَهۡيَ

مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنۡ كَمَا اَحْسَنَ

اِلَٰهٌ اِلَيْكَ وَلَا تَتَّبِعِ الْفَسَادَ فِی

الْاَرْضِ فَاِنَّ اِلَٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیۡنَ

(قصص)

(۳) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ

اَوْ اَنۡشَاَ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّ

حَیٰوَهُ طَیِّبَةً وَلَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمْ

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوۡا یَعْمَلُوۡنَ (محل)

(۴۱) قَاتَا هُمُ اللّٰهُ تَوَّابٌ الدُّنْيَا
وَحَسَنَ تَوَّابٌ الْآخِرَةِ وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (آل عمران)
(۴۲) الَّذِينَ أَحْسَنُوا لِيَ فِي دِينِهِ
اللّٰهُ يَأْكُلْ مِنْ دَوْلَارِ الْآخِرَةِ
خَيْرٌ (نمل)

۱۱ خدا نے ان کو تواب دنیا عطا کیا اور
آخرت میں بھی اچھا بدلہ دیا اور خدا
تو نیک کردار لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔
(۴۵) اچھے کام کرنے والوں کے واسطے
اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت
کا گھر تو اس سے بہتر ہے۔

(۴۶) حدیث نبوی ہے :-

ان لا تفلم علیکم حقاً فصدوا
واغطوا وادعوا دنا صوا
فانی اصوم و افطر و اقوم
دنا ص و اکل النعم و الدائم
و ائی النساء فمن سر غب عن
سنتی فلیس منی۔

(۴۶) تمہارے نفوں کا بھی تم پر حق ہے لہذا
روزے بھی رکھو افطار بھی کرو۔ راتوں
کو نمازیں بھی پڑھو اور خواب استراحت
بھی کر لیا کرو۔ دیکھو میں روزے بھی
رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نمازیں
پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں۔ گوشت

اور روغن کھاتا ہوں۔ عورتوں سے ازدواجی تعلقات رکھتا ہوں۔

پھر جو شخص میری سنت سے منہ موڑے گناہ مجھ سے نہیں ہے۔

پیر ہزگاروں کا دگنا حصہ (۴۷) حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے

واعلموا عباد اللّٰہ ان المتقین وعلوا
بعاہل الدنیا و اہل الاخرۃ
بندگن خدا ایہ جان لو کہ پیرکار لو
دنیا و آخرت دونوں کی منفعت حاصل

فتاس کو اہل الدنیا فی دنیاہم
ولعیشار کھما اہل الدنیا فی اخرۃ
سکنوا الدنیا با فضل ما سکنت
واکلوھا با فضل ما اکلت
فخطوا من الدنیا بما خطی لبہ
المتزفون و اخذوا منها ما
اخذ الجبابرة و المتکبرون ثم
انقلبوا عنھا بالواد المبلغ و المتجر
الرائح اصا بالذاتہ منھن
الدنیا فی دنیاہم و یقنوا النعم
جیران اللّٰہ غدا فی اخرۃ تم
لا ترد لھم دعوتہ ولا ینقص
لھم رضیب من لقاۃ۔

۱۲ اگر کے گزر گئے وہ اہل دنیا کے ان کی دنیا
میں شریک رہے۔ مگر اہل دنیا ان کی آخرت
میں شریک نہ کر سکے۔ وہ دنیا کے بہتر ساکنوں
کی حیثیت سے دنیا میں رہے۔ اور بہتر نصیب
طریقہ سے دنیا کی نعمتیں کھائیں۔ لہذا انھوں
نے دنیا سے وہ عطا لیا جو خوشحال تروت
والوں کو نصیب ہوتا ہے۔ اور وہ چیزیں
بھی لیں جو کبر و جبروت کے متوالوں کو
میں ہوا اگر تو میں۔ پھر اس دنیا سے منزل
عادت آخرت تک پہنچانے والے تھے
اور پر منفعت تجارت کے ساتھ واپس
گئے۔ انھوں نے دنیا میں زہد دنیا کی لذت
چھوٹی دور یہ یقین بھی رکھتے تھے کہ کل

(۱۲) (بلاغہ حصہ دوم ص ۱۰)

نہ ان کی دعا باوگاہ الہی سے رد ہوگی۔ اور نہ لذت کا کوئی حصہ ان کے لئے کم ہوگا۔

ارشاد حضرت صادق آل محمد علیہ السلام (۴۸) جناب امام جعفر صادق علیہ السلام
کا ارشاد ہے :-

لیس منّا من ترک دنیا لا ینتہ
داخنتہ لدنیا (تالی الاخبار ص ۱۵۳)
وہ شخص ہم میں نہیں ہے جو دنیا کو آخرت کے یا آخر
کو دنیا کے لئے چھوڑتا ہو۔

ان تمام آیات و احادیث سے دین اسلام کا یہ نصب العین ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا بھی انسان ہی کے لئے ہے اور آخرت بھی اسی کے لئے اور وہی نظام زندگی و دستور حیات مناسب حال انسان ہو سکتا ہے جس کے ذریعہ سے یہ مقصد پورا ہو سکتا ہو اور دین اسلام کے سوا ایسا جامع و حاوی نظام و دستور العمل اور کوئی نہیں جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

خدا کو بھولنے کا انجام ضیق معیشت ہے (۹) نظریہ اسلامی یہ ہے کہ جس نظام معیشت کی بنیاد یاد خدا سے غفلت پر ہوگا وہ انسان کی خوشحالی کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ یاد خدا سے منہ موڑ کر انسان کو کشادہ معیشت میسر نہیں ہو سکتی۔ اس طرح آخرت کو بھول کر دنیا کی نعمتوں اور لذتوں میں سرشار رہنے کا انجام یہ ہے کہ ابدی زندگی خراب ہو جائے اور دائمی ناکامی کا سامنا ہو۔

(۱۱) مَنْ أَحْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشًا ۖ يَوْمَ تَقُفُّ الْأَشْمَاءُ (احملہ)
(۱۲) أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِ فِي حَيْوَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ حُجِرْ كُنْ عَذَابُ الْهُونِ كَمَا كُنْتُمْ تُسْكِرُونَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَيْنِ الْأُخَى ۚ وَكَمَا كُنْتُمْ تُفْسِدُونَ (احقاف)

وہ جس نے میری یاد سے منہ موڑا تو اس کے لئے زندگی تنگ ہو جائیگی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔
وہ تم اپنے حصہ کی اچھی ذاتی زندگی دنیا میں ہی ختم کر چکے اور اس زندگی میں تم نے خوب چین کئے اور آج تم پر رسوا کن عذاب نازل ہوگا۔ اس لئے تم روئے زمین پر ناحق اگڑے تھے۔ اور بدکاریاں کرتے تھے۔

لہذا وہ ایسا نظام زندگی پیش کرتا ہے جس سے یاد خدا سے غفلت نہ ہو۔ خالق سے رشتہ بندگی نہ ٹوٹے اور زندگی دنیا کی حیر و صلاح، حردی زندگی کی مسرتوں سے پیوستہ رہے۔

رابطہ دنیا و آخرت کے متعلق اسلامی نقطہ خیال اس مقام پر ضروری ہے جو اسلامی نقطہ نظر سے پیش کیا گیا ہے۔ اچھی طرح واضح کر دیا جائے۔ جس طرح آدمی حیوان بھی ہے اور انسان بھی۔ اسکی حیوانیت کو انسانیت ایسا فطری ربط ہے۔ جس کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اور انسانیت کا کمال بدون اشتراک جنبہ حیوانیت کے ممکن نہیں۔ جنس حیوان ہی "عقل و نطق" کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر نوع انسان بن گئی ہے۔ اسی طرح آدمی کی دنیا کو اس کی آخرت سے علیحدہ کر لینا مشکل ہے اس کی دنیا ہی اس کی آخرت بھی ہو سکتی ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ کے بموجب دنیا و آخرت میں محض نظری و خیالی فرق ہے۔ جس کو محسوس کرنے کے لئے باریک بینی کی ضرورت ہے۔

حقیقت و ماہیت دنیا | بحر العلوم علامہ محمد مہدی نراقی رح کتاب جامع الاساطیر میں فرماتے ہیں کہ

”زمین اور اس کی پیداوار یعنی معاون و حیوان و نبات دنیا کی حقیقت ہیں۔ انھیں موجودات کو دنیا کہتے ہیں۔ ان سب کو خداوند عالم نے اپنے اس ارشاد میں یکجا بیان کر دیا ہے۔ رَبِّنَا لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ

وَالْفَضَّةَ وَالْحَبْلَ الْمَسْوُومَةَ قَالَا لَنَلْعَامَ وَالْحَرَّتِ ذَا لَيْلٍ
 مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (آل عمران) لوگوں کی مرغوب چیزوں متاعِ حیات
 جیٹوں ہوئے چاندی کے گئے ہوئے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ
 گھوڑوں مویشیوں اور کھیتوں کی محبت اچھی کر کے دکھائی گئی ہے
 یہی سب چیزیں سرمایہ حیات دنیا ہیں۔

مقصد اور طریقہ تحصیل پر دنیا کے
 محدود اور مذموم ہونیکا مدار ہے

پیدا ہوتا ہے جس سے اس کی اسلامی نقطہ نگاہ سے کئی قسمیں ہو جاتی ہیں۔ دنیا
 کبھی ممدوح و مستحسن ہوتی ہے اور کبھی قابل مذمت، مال دنیا کبھی فضلِ خداوندی
 و امداد الہی ہوتا ہے اور کبھی فتنہ و فساد و مٹاؤ غرور پھرتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام کا ارشاد ہے:-

الدُّنْيَا دِينَارٌ أَوْ دِرْهَمٌ أَوْ دِرْهَمٌ أَوْ دِرْهَمٌ أَوْ دِرْهَمٌ أَوْ دِرْهَمٌ
 دُنْيَا کی دو قسمیں ہیں دنیا کے لئے کافی ہو۔ اور دوسری وہ دنیا جو

بلاغ و دنیا ملعونہ (جاسع السعادات) ملعونہ (اور قابلِ حرک) ہو۔

قرآن مجید میں دنیا کے ممدوح و مذموم دونوں پہلوؤں کی توضیح کی گئی ہے
 مذموم پہلو کا تذکرہ جن آیات میں ہے ان میں سے چند آیات یہ ہیں:-

(۱) وَاعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لُغْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ
 لِّبَاطِلٍ وَهِيَ زُحْرٌ مُّزِينٌ اور ظاہری آرائش اور باہم ایک دوسرے

بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ
 وَالْأَوْلَادِ (آلہ رحیم)

(۲) وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْفُرُودِ
 (۳) إِنَّمَا الْأَمْوَالُ كُفْرٌ وَ الْأَوْلَادُ كُفْرٌ

فتنہ (تفان)

پرفخر کرنا اور مال و اولاد کی کثرت میں
 ایک دوسرے سے بڑھ چانکی خواہش
 اور دنیوی زندگی تو بس فریب کا ساز و سامان ہے

تمہارے اموال اور تمہاری اولاد یہ سب
 تمہاری آزمائش کے اسباب ہیں۔

اگر دنیا و متاع دنیا کا مقصد ہو و لہذا کھیل تراشا سرمایہ داری کی وجہ سے
 منسلک اور نادر و پر فخر و ناز اکثر مال پیدا کرنے میں نار و مقابلہ و مسابقت
 ہے تو یہ دنیا کا برا اور بدنام و قابل نفرت رخ ہے۔

مذموم دنیا کی تصویر جناب صادق آل محمد علیہم السلام نے قابل مذمت
 دنیا کی تصویر اس ارشاد میں کھینچی ہے:-

الدُّنْيَا مَنزِلَةٌ صَدْرَةٌ سَاهَا الْكِبَرُ
 وَعَيْنُهَا الْحَرَمُ وَادْنُهَا الطَّمَعُ
 وَلِسَانُهَا الدُّرْيَاءُ وَبَصَرُهَا الشَّهْوَةُ
 وَصَوْتُهَا الْجَبَّارُ وَفَتْكُهَا الْغَفْلَةُ
 وَلَوْنُهَا الْفَنَاءُ وَحَاصِلُهَا الزَّوَالُ
 (لِئَالِ الْأَنْبَارِ ص ۳)

دنیا کا قابل مدح پہلو دنیا کا قابل مذموم پہلو جن آیتوں میں مذکور ہے ان میں
 سے چند آیات یہ ہیں:-

(۱) فَأَنْتُمْ رَايَ الْإِنْسَ ضَرٌّ وَابْتِغَاءٌ زمین میں (جہاں چاہوں) آؤ بھاؤ اور خدا کے

مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (جمعہ)

(۲) اَوْ اٰخِرُ دُنْ يَصْرِفُوْنَ فِي الْاَسْرَارِ

يَسْتَفْتُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (مزل)

(۳) اَوْ يَمْدِدْكُمْ بِاصْوَالٍ وَبَنِيْنَ

رَجَحَلْ لَكُمْ جَنَاتٍ ط (نور)

(۴) الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمْ مَعْ أَتَقَفُّ

وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّسُّ

يَعِدُكُمْ مَنَافِعَ مِّنْهُ وَفَضْلًا (بقرة)

کامد علمہ فرماتا ہے

(۵) تَوْرٍ خَيْرٍ نَّالُوْصِيَّة

(الآیہ)

فضل (رزق) کی جستجو کرو۔

مداور بعض لوگ فضل خدا (رزق) کی

جستجو میں روئے زمین پر سفر کریں گے۔

وہ اور غذا مال اور اولاد کے تمہاری

امداد کرے گا۔ تمہارے لئے باغ بنائے گا۔

وہ شیطان تم کو تکلف سے ڈراتا ہے اور

بری خصلت (بخل) کا حکم دیتا ہے۔ اور

خدا اپنی بخشش اور فضل (وسعت رزق)

کا وعدہ فرماتا ہے

وہ اگر وہ کچھ خیر (مال) چھوڑ جائے تو

دھیت کرے الخ

ان آیتوں میں خدا نے مال دنیا کو اپنا فضل اور اپنی امداد کہا ہے اور یہ

سے بغیر کیا ہے اور یہ اس کا مستحق اور قابل مدح رخ ہے جس کو بکثرت احادیث

میں بھی واضح کیا گیا ہے۔

مال صالح | نعم المال الصالح لفرح

مال صالح | نعم المال الصالح لفرح (۱) وہ کیا اچھا ہے مال صالح مروی صالح

الصالح۔ کے لئے

دنیا آخرت کی اچھی مددگار ہے۔

نعم العون علی الاخیرۃ (۲) ”دنیا تحصیل آخرت پر اچھی مددگار

الدنیا۔ ہے۔“

پر ہیزگاری کے لئے دولت اچھی مددگار ہے۔ (نکاحی الاخبار)

(۳) نعم العون علی تقوی اللہ الفنی ”مال داری پر ہیزگاری پر اچھی مددگار ہے۔“

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

الدنیا مزرعۃ الاخیرۃ۔ ”دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔“

طلب دنیا کے پاک مقاصد ذاتی نفع کیساتھ دوسروں کی منفعت کا خیال

(۵) من طلب الدنیا استغفانا عن

الناس وصیاً علی اھلہ وتقطعا

علی جاسرۃ لقی اللہ یوم القیامۃ

وجھہ مثل القصر لیلمۃ البدر

(نکاحی الاخبار ص ۳۳)

طرح روشن ہو گا۔

کسب دنیا کے اعلیٰ مقاصد جو اس کو طلب آخرت بنا دیتے ہیں

(۶) قال وحل لابی عبد اللہ

اللہ انالطلب الدنیا ونحب ان قوھا

فقال تحب الثمن بها ماذا قال

اعود بها علی نفسی وعلی اھل واصل

بھا والصلاتی بھا واج واعمتر

فقال ابو عبد اللہ لیس هذا الا طلب الاخیرۃ

(نکاحی ص ۳۳)

وہ جو شخص دنیا اس لئے طلب کرتا ہو کہ وہ

سوال سے اپنی اہم دیکھے۔ اہل و عیال

کا تکفل کرے اور عسایہ پر مہربان ہو تو

قیامت میں پیش خدا اس طرح آئے گا کہ

اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی

طرح روشن ہو گا۔

کسب دنیا کے اعلیٰ مقاصد جو اس کو طلب آخرت بنا دیتے ہیں

”ایک شخص جناب امام جعفر صادق

کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم طالب

دنیا ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا ہم کو

حاصل ہو۔ حضرت نے فرمایا تیرا

مقصد کیا ہے۔ اور کیا کرنا

چاہتا ہے۔ اس نے

عرض کی کہ میرا مطلوب یہ ہے کہ اپنے نقوش عیال کو اس سے فائدہ پہونچاؤں اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کیا کروں۔ راہ ہدایں حیرات دوں اور فریقہ حج بجا لاؤں۔ حضرت نے فرمایا یہ باتیں تو (طلب دنیا نہیں) فقط طلب آخرت میں

ان تمام احادیث سے ظاہر ہے کہ آدمی کے قصد و نیت کی اصلاح اس کی دنیا طلبی کو عین طلب آخرت بنا دیتی ہے۔ ان دونوں میں فرق و امتیاز کا دار و مدار نفس قصد و نیت پر ہے۔ اگر کسب دنیا و جمع مال کا مقصد اپنی ذات کے ساتھ میل و عیال اور دیگر افراد کو فائدہ پہونچانا اور دوسرے امور حیرانجام دینا ہے تو وہ طلب دنیا نہیں بلکہ طلب آخرت ہے۔ اور فاضل علامہ نزاقیؒ کا یہ ارشاد بالکل درست ہے کہ "جو احوال مثلاً کھانا پینا اور ضروریات زندگی میں انہماک بظاہر مفہوم عبادت سے بہت دور نظر آتے ہیں۔ وہ بھی آدمی کے قصد و نیت کی بنا پر عبادت ہو جاتے ہیں۔ اور جو شخص مال کو اس نیت سے حاصل کرتا ہے کہ دین کی راہ میں خرچ کرے اور ذاتی مصارف سے فاضل مال اخوان مومنین کو مدد پہونچائے۔ تو ایسے آدمی کو مال کی کثرت ضرر رسال نہیں۔

چونکہ ترک دنیا اور زہد کے فضائل زہد کی تعریف اور اس کی حقیقت و احکام قرآن مجید و احادیث میں بکثرت مذکور ہیں اور ممکن ہے کہ ان کو دیکھ کر کسی دماغ دول میں یہ خیال پیدا ہوتا ہو کہ دنیا اس کی طلب کلیۃً شریعت اسلام میں منسوخ ہے لہذا یہ بتا دینا ضروری ہے کہ زہد کے درجات مختلف ہیں۔ نیز انبیاء و اولیاء اور خاصان خدا کے فرائض و ان کے مناصب و فرائض و رایوں کے اعتبار سے عامۃ الناس سے جدا گانہ ہوتے ہیں جن کا اجمال

اسی مضمون میں دوسری جگہ آئے گا جہاں تک عوام خلق اللہ کا تعلق ہے اور ان کو جس قسم کے زہد کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس کی تعریف اور اس کے حدود کی تعیین بھی صاف طور سے کر دی گئی ہے۔

زہد کا حاصل قرآن کے دو کلموں میں ہے | جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے کہ الزہد بین کلمتین من القرآن قال اللہ سبحانہ لکیلا تا سوا علی ما فاکم ولا تفرحوا بما آتاکم فمن لم یأس علی الماضی ولم یفزع بالآتی فقد اخذ الزہد بطرفیہ ط

خدا کی طرف کمال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر لینے کی مذمت :-

۱۴۲ یا ایہا الذین آمنوا لا تحبوا ما آتاکم اللہ من فضله و لا تحبوا ما آتاکم الناس من فضله و لا تحبوا ما آتاکم اللہ من فضله و لا تحبوا ما آتاکم الناس من فضله

اے ایماندارو! جو پاکیزہ چیزیں خدا نے تمہارے لئے حلال قرار دی ہیں اور ان کو اپنے اوپر حرام نہ کرو۔ اور جو خدا نے تمہارے لئے حرام قرار دیا ہے اس کی تمہاری خواہش سے بڑھ کر وہ لوگ کہ ہرگز دوست نہیں رکھتا۔ اس آیت کی شان نزول کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن جناب رسالتؐ نے اپنی مجلس و خطبہ صلیبہ کے سامنے قیامت کے ہولناک مناظر کا تذکرہ فرمایا اور اس سے کچھ لوگ بہت متاثر ہوئے اور عثمان بن مظعون صحابی کے گھر میں جمع ہو کر اس بات پر اتفاق کر لیا کہ آئندہ سے دن کو روزہ اور رات کو نماز میں ہر

بسر کریں گے۔ بستروں پر استراحت نہ کریں گے۔ گوشت نہ کھائیں گے۔
 بالوں کے موٹے کپڑے پہنیں گے۔ غرض ترک دنیا اور رہبانیت و فقری کی
 اختیار کر کے دنیا میں پھرتے رہیں گے۔ جب ان کے اس طرز عمل کی خبر جناب رسالت
 تک پہنچی تو آپ عثمان بن مظعون کے گھر تشریف لائے جب وہ اور ان کے
 حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا :-

ما بال اقوال حرموا النساء و
 الطيب والنوم وشهوات الدنيا
 اما اني لست امركم ان تكونوا
 قسيتين درهبانا انه ليس
 في ديني ترك اللحم والنساء
 ان سياحة امتي الصمدوس هبل
 نيتھا الجھاد الخ (کنز العرفان ص ۳۴)

رہبانیت چار ہے :-
 (۱) قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ
 الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ
 مِنَ الرِّزْقِ (اعراف)

” (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ زینت کی
 چیزیں جو خدا نے اپنے بندوں کے
 پیدا کی ہیں اور کھانے کی پائیاں
 اگر کسی نے حرام کی ہیں :-

ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح خدا کے حرام کئے ہوئے

کا حلال قرار دینا جائز نہیں۔ اس طرح اس کی حلال کی ہوئی پاکیزہ اشیاء اور
 اسباب زینت کا حرام کرنا اور ان کے ترک استعمال کا عہد کر لینا بھی ناجائز ہے
 اس طرح کے عہد یا قسم کا شرعی طور پر انعقاد نہیں ہو سکتا۔
 (۴) حضرت امیر المومنین کا ارشاد ہے :-

” زهد في الدنيا “ آرزوی امیدوں کو گھٹانا
 ہر نعمت کا شکریہ ادا کرنا خدا کی جانب سے
 جو چیزیں حرام کی گئی ہیں ان سے پرہیز کرنا

مال کو ضائع کرنا یا حلال کو حرام کر لینا زہد نہیں ہے۔

” زهد في الدنيا “ یہ نہیں ہے کہ مال کو ضائع
 کیا جائے اور حلال کو حرام کر لیا جائے
 بلکہ معنی زہد یہ ہیں کہ جو کچھ خدا کے پاس
 ہے اس سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ
 نہ کرنا اسباب دنیا پر نہ ہو جو تھپتھپ
 ہاتھ میں ہیں۔“

مقصود رضا و خدا ہو تو انسان دنیا و مافیہا لیکر بھی زاہد ہو سکتا ہے۔
 جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے :-

” اگر کوئی شخص روئے زمین کی ساری کائنات
 لے لے اور اس سے مقصود خدا کی خوشی

فہمونی اھد ولو ترک الجحیم
ولعیر دہ وجہ اللہ فلیس
بڑا ہد
(جامع السعادات ص ۳۳۳)
وہ "زائد" نہ ہوگا۔

حرام سے بچنا زہد ہے کسی نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا
کہ "زہد فی الدنیا کیا ہے؟" تو آپ نے فرمایا تنکب حسا صہا
حرام دنیا سے منہ موڑنا۔

حاصل کلام یہ کہ دنیا کے محدود یا مذموم ہونے کا مدار انسان کی نیت
دارادہ پر ہے اگر تحصیل دنیا کے مقاصد انسانیت کے اعلیٰ مقاصد ہیں تو
قابل مدح اور وسیلہ آخرت ہے اور اگر مقاصد کسب دنیا پست نظری
مبنی اور محض نفسانی اغراض تک محدود ہیں، اذن سے حیوانی جذبات
کی تسکین کے سوا کوئی اور مقصد اعلیٰ پیش نظر نہیں تو قابل مذمت و نفرت ہے
علامہ مجلسی نے اسی حقیقت کو نہایت خوبی سے واضح فرمایا ہے :-

ظاہر آیات و احادیث سے جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ مذموم دنیا
چند امور سے مرکب ہے (اول) یہ کہ وہ خدا کی فرماں برداری و محبت
اور تحصیل آخرت سے مانع ہو جو چیزیں اسباب دنیا میں سے خدا کی
رضا مندی اور اس کے تقرب کا باعث ہوں اذن کا شمار امور آخرت میں
ہے۔ اگرچہ بظاہر وہ دنیوی اعمال میں سے ہوں جیسے تجارت۔ صنعت
زراعت جبکہ اذن سے مقصود یہ ہو کہ عیال کے لئے سامان معیشت

حاصل کیا جائے کیونکہ خدا نے اس پر مامور فرمایا ہے اور نیک کاموں میں
مال خرچ کرنا۔ قحاجوں کی اخانت۔ غریبوں پر خیرات کرنا۔ ذلت سوال
سے اپنی آبرو کو بچانا مقصود ہو یا ایسے ہی دوسرے اعلیٰ مقاصد پیش
نظر ہوں۔ ان صورتوں میں یہ تمام کام اعمال آخرت بن جائیں گے اگرچہ علم
خلق اُن کو کار دنیا ہی شمار کرتے ہیں۔

(دوم) بدعتی لوگوں کی ایجاد کردہ ریاضتیں اور ریاء و نمائش کے اعمال کار
ہونگے اگرچہ راہبانہ طریقوں پر اور طرح طرح کی مشقتوں سے کئے جائیں اس
لئے کہ ایسے ریاکاروں کے غائی اعمال خدا سے دور کرتے ہیں۔ موجب قرب
خدا نہیں ہو سکتے۔ اکثر راہبانہ طریقہ پر مگر سے حال سے زندگی بسر کرنے والے
انسانی صفتوں سے الگ تھلگ رہتے اور رات کو خدا کی عبادت کرتے ہیں
مگر بڑے دنیا پرست محبت دنیا میں مگر قیام ہوا کرتے ہیں۔ اُن کی جو گمانہ
زندگی کا مقصد عوام الناس کو فریب دینا اور زہد و ورع میں شہرت حاصل
کرنا ہوتا ہے۔ عوام الناس کے دلوں کو اپنی طرف کھینچنا اُن کا رلی مدعا ہوتا
ہے۔ ال وجاہ و عزت اور امور باطلہ کی ہوس اذن میں تمام خلق سے
بیشتر ہوا کرتا ہے وہ اپنے ظاہر اور نمائش ترک دنیا کو دنیا طلبی کا
ذریعہ بناتے ہیں۔ اور انہی ٹیٹ کے آٹھ میں شکار کھیلتے ہیں اور اکثر
تجارت پریشہ اور محنت مزدوری کرنے والے لوگ جن کو عوام الناس
کسی شمار میں نہیں لاتے آخرت کے جو یا ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نیت
دست ہوتی ہے۔ اور دنیا کی محبت نہیں رکھتے۔

خلاصہ کلام اس بارے میں یہ ہے کہ حسن و قبح اشیا کے علم کا معیار اور یہ جتنے کا ذریعہ کہ کس کام کا کرنا واجب ہے اور کس کا ترک کرنا غیر ذریعہ ہے۔ شریعت مقدسہ ہے (یعنی قرآن و احادیث نبویہ) اور اہلبیت عصمت علیہم السلام کے ارشادات ہیں۔ پس آیات و احادیث سے جس امر کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ خدا نے (اس کا حکم دیا ہے اور وہ مطلوب الہی ہے تو وہ عبادت ہے عام اس سے کہ وہ نماز روزہ و حج ہو یا تجارت و زراعت و صنعت و حرفت ہو۔ خلق کے ساتھ معاشرتی زندگی بسر کرنا یا تنہائی کی زندگی گزارنا یا ان سب کے علاوہ اور کوئی بات (چونکہ یہ سب امور مطلوب خدا ہیں لہذا عبادت ہیں) اور خالص نیت کے ساتھ آداب و شرائط کے ماتحت ان کو زیر عمل لانا کا آخرت ہو محکمہ اور جو باتیں خدا کی مطلوب نہیں ہیں اور ان کے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے تو وہ دنیا کے مذمومہ ہیں جو خدا و آخرت سے دور کرتی ہیں۔ ایسی چیزوں کی کئی قسمیں ہیں :-

(۱) اولاً حرام جس پر عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے خواہ وہ اپنی ایجاد کردہ عبادت ہو (جس کو بدعت کہتے ہیں) یا وہ عبادت جس میں ریا کاری اور شہرت طلبی شامل ہو۔ یا ظالموں کے ساتھ معاشرت رکھنا۔ یا حرام مناصب اور عہدے پر کام کرنا یا مال کو حرام ذریعہ سے یا حرام کی غرض سے حاصل کرنا اور ایسے ہی دیگر امور جو با استحقاق عقاب خداوندی ہوں۔

(دوم) مکروہ۔ اور وہ ایسے افعال و اعمال اور اس طرح سے وسائیل کسب معاش ہیں جو وسیلہ تکمیل آخرت نہ ہوں اور آخری سعادتوں کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہوں۔ مثلاً ضرورت سے زائد مال و متاع۔ زائد آمدنی حاجت مسکن اور سواریاں اور اسی قسم کی چیزیں (غیر ضروری اثاث البیت وغیرہ)

(سوم) مباح۔ مثلاً ایسے اعمال جن کا صاحب شرع نے حکم نہ دیا ہو نہ ان سے منع فرمایا ہو بشرطیکہ تکمیل آخرت سے مانع نہ ہوتے ہوں اور اکثر مباح امور کو ایسے طریقے اور نیت سے واقع کرنا ممکن ہے جس سے وہ عبادت میں داخل ہو جائیں مثلاً کھانا۔ سونا۔ (اس ارادے کے عبادت کرنے کی قوت حاصل ہو۔ اور مباحات کو اس خیال سے ترک کرنا کہ (یہ ترک مباحات) عبادت ہے بدعت ہو جاتا ہے۔ اور جہنم میں داخلہ کا باعث ہوتا ہے۔ بہت سے بدعتی لوگ ایسا اٹھا کر کرتے ہیں۔

ان تمام انسان دولت کمانے اور خرچ میں پیش خدا مسئول ہوگا۔
ان تمام سے ظاہر ہوا کہ اسلام ایک ایسا مذہبی نظام ہے جو انسان کی دنیا و آخرت اور جسمانی و روحانی دونوں حصوں کو ایک سلسلہ میں منظم اور باہم وابستہ کر دینا چاہتا ہے۔ روحانی جذبات اور اخلاقی احساسات کو ابھارنا اور اس کے معاشی نظریات کی بنیاد ہے اس اصول کے ماتحت لازم تھا کہ انسان کو اس بات کا مسئول اور جوابدہ قرار دیا جائے

کہ اوس نے کس طریقہ سے مال کی تحصیل کی اور اسے کس مصرف میں صرف کیا ؟
حدیث نبویؐ کا ہے کہ

لا تزدل قدم عبد يوم القيامة
حتى يسئل عن اربع
در جب تک بر ذر قیامت چار باتوں کی
بابت سوال نہ کر لیا جائے گا کسی قدم کو
پھٹنے نہ دیا جائے گا۔
(نیایحی المورۃ)

منجملہ اُن چار باتوں کے دو یہ ہیں :-

عن ماله مما اكتسبه وفيما انفق " مال کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا۔"
نیز یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہے کہ دنیا کی پیداوار میں کون سی چیزیں انسان
کے لئے مناسب و نافع اور کون سی غیر مناسب اور باعث ضرر ہیں۔ کن اشیاء اور
کن طریقوں سے انسان کے جذبہ خدا پرستی اور احساسات اخلاقی کو قوت حاصل ہونا
ہے۔ اور کن سے اُن میں کمزوری و اضحلال پیدا کرتا ہے۔ ایک طرف وہ کسب
مال و سرمایہ کا تاکید حکم دیتا ہے۔ دوسری طرف کسب مال کے طریقے معین کرتا
اور حدود قائم کرتا ہے جن کے اندر مندرج بالا مقصد کا حاصل ہونا منحصر ہے نیز قابل
استعمال اور قابل پرہیز اشیاء کو بیان کرتا ہے۔ تیسری جانب بذات خرچ کی تشریح
کرتا ہے اور وہ حدود انفاق بتاتا ہے۔ جو عقلاً اور فطرۃً ضروری اور اعلیٰ مقصد
زندگی کے مطابق ہیں۔ ان امور کے متعلق اسلامی تعلیمات کا اتنا ذخیرہ موجود ہے
جن کا اس مختصر مضمون میں جمع کر دینا دشوار ہے۔ لہذا صرف چند شواہد پر اکتفا
کرنا اگزیر ہے :-

اسلامی نظام معیشت کا دو جہلوں میں خلاصہ پاک چیزیں اور اچھے کام کرنا اسلام نے

عالم انسانیت کو جو وسیع نظام بتایا ہے ان کا خلاصہ صرف دو جہلوں میں کر دیا ہے۔
(۱) کُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا عَمَلُوا " پکی و پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے
صالحاً (۲) اِنِّیْ بِمَا لَعَمَلُکُمْ عَلِیْمٌ " اچھے کام کرو۔ تم جو کچھ کرتے ہو میں
(مومنون) اس کو خوب جانتا ہوں۔"

اس آیت میں خدا کا وہ پسندیدہ نظام معیشت بتایا گیا ہے جو پیغمبروں کے
ذریعہ سے دنیا میں بھیجا جاتا رہا ہے اور وہ دو اصول میں منحصر ہے۔ " پاکیزہ چیزیں
کھاؤ اور اچھے کام کرو۔" اس اصول سے ظاہر ہے کہ شریعت الہیہ کا مقصد مادیت
و روحانیت کے امتزاج کو حد اعتدال پر رکھنا اور ہر ایک کے جائز و مناسب
تقاضا کو پورا کرنا ہے۔ انسان کے ایسے مجموعہ روحانیت و جسمانیت کے لئے
اس سے بہتر و مناسب فطرت کوئی اور اصول معیشت نہیں ہو سکتا۔ نبوی نعمتوں
سے لذت یا بے وسرت اندوزی کے ساتھ پُر امن اور سکون و اطمینان کی زندگی صرف
اسی اصول پر عمل کرنے سے مل سکتی ہے۔

ممکن ہے کہ جو نظام معیشت " ہر چیز کھاؤ " ہر طرح کماؤ۔ " جو چاہو کرو۔"
کے اصول پر مرتب کیا گیا ہو اس میں وقتی منافع زیادہ نظر آتے ہوں۔ مگر
اُن کی ہمتہ میں نوع انسانی کی تباہی و ہلاکت پوشیدہ ہوگی۔ کیونکہ اس میں ایسی
چیزوں کے استعمال کی آزادی ہوگی۔ جو اسرارِ جسمانی کا مبداء بنتی ہیں یا حیوانی
قوتوں کو ابھار کر اعتدال طبعی کے حدود سے خارج کرتی اور امرِ اضدادی و اخلاقی
در روحانی کا باعث ہوتی ہیں۔ نیز اس میں غرور۔ غرور خانی۔ بے جا تہش و فضول
عشرت پسندی۔ نخوت۔ کبر و غرور کے مواد کو برا بیگنہ ہونے سے روکنے کی کوئی

تدبیر ہوگی سادات و ہمدردی اور باہمی مواساتہ کے رشتوں اور مذہب سرمایہ داری کی حرص و ہوس کو قوی کرنے والے اسباب موجود ہوں گے۔ ایسی صورتوں میں زندگی کے پُر امن و سکون ہونے کی توقع محض خیال ہوگی۔ ایسے نظامات سے ممکن ہے کہ وقتی منفعت حاصل ہو مگر عام انسانی دنیا کا فلاح و مسکنیت کے قعر ہلاکت میں پڑ جانا اور ان کا یقینی انجام ہے۔ ایسے ہی اصول و نظریات معاشی کی بدولت ہمارے سامنے عالم انسانیت کو ایٹم بم کے خطرات درپیش ہیں اور آئندہ خدا جانے کتنے تباہ کن اسباب کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

حدیث نبوی میں ہے :-

قال الله عز وجل من لم يبال
من اى باب اكتسب الدنيا
والدسهم لمرابال من اى ابواب
الناس ادخلته (بخاری)

” ارشاد خداوندی ہے کہ جو آدمی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ دنیا رو درپیش کس دروازے سے کتا ہے تو میں بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کو کن دروازوں سے داخل جہنم کتنا ہوں۔“

کیا ان شہادت و تجربات کے بعد بھی اس بات میں شبہہ باقی رہ سکتا ہے کہ نخل انسانیت کے پھولنے پھلنے کے لئے صرف چین اسلام ہی کی مقتدر آب و ہوا سازگار ہو سکتی ہے ؟

ان آمن هذا الذین یؤمنون
ان اصل سرساقہ ما
(ملک)

” اگر خدا اپنے فیض و رزق کو بندہ کو دے تو ایسا کون ہے جو تمہیں رزق دے سکے گا۔“

(۳) وَمَا مِنْ دَانِيَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا
عَلَيْهَا اللَّهُ سِرُّهَا (سورہ)

(۴) إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُرَّةِ
الْمُتِّينُ (ذاریات)

(۵) يَا ذَا الْقُرْآنِ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ
فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ
(جمہ)

” اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی روزی کا انتظام خدا کے ذمہ نہ ہو۔“

” خدا پڑا روزی رساں صاحبِ وقت (اور) زبردست ہے۔“

” جب نماز ہو چکے تو زمین میں ادھر ادھر دو چھاں چاہو جاؤ اور خدا کا فضل (روزی) تلاش کرو۔“

(۶) إِنَّ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ لَكُمُ رِزْقًا فَإِنْ خِفَا
عِنْدَ اللَّهِ الْيُسْرَىٰ ذُقُوا وَعْبُدُوهُ
وَأَشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (طہ)

” خدا کو چھوڑ کر تم جن ہستیوں کی پرستش کرتے ہو وہ تمہارے رزق پر کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔ لہذا اللہ ہی سے روزی مانگو اور اسی کی عبودیت اختیار کرو و اسکا شکر بجا لاؤ اسی کی طرف باآزمائش کو لوٹنا۔“

ان آیات میں چند باتیں بتائی گئی ہیں :-

(اول) رزق و معیشت و اسباب معیشت خدا کا عطیہ اور فضل و بخشش ہے بلکہ ہر جاندار کی پیدائش کے ساتھ خدا نے اس کے رزق کا سامان بھی پیدا کیا ہے لہذا اس کو خدا کی دین سمجھنا چاہیے نہ کہ صرف اپنے علم و تدبیر کا ثمرہ و حاصل یہ خیال ملحدانہ ہے اور نخل و حرص سرمایہ داری کی بنیاد یہی خیال ہے۔ اسکی بنا پر دنیا کی اسباب معیشت میں خدا کے حقوق مالکانہ کے انکار کی جرأت ہوتی ہے۔ چہ

جناب موسیٰ کا شہور عالم سرمایہ دار قارون اپنے مال میں سے حقوق خدا ادا کرنے

دیا ہے۔ اور راہوں اور جوگیوں کی طرح پہاڑوں جنگلوں میں تھون سے الگ
تھک زندگی گزارنے کا طریقہ ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور اسلامی طریقے کے
خلاف ٹھہرایا ہے۔

اس قسم کے فطری نظام معیشت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو لوگ دوسروں کے
لئے بظاہر وسیلہ معاش ہوتے ہیں۔ وہ اپنے کو اون کا رازق تصور کرنے لگتے ہیں
اور ان کو اپنے سے پست درجہ خیال کرتے ہیں۔ اس آیت میں اس ماسد خیال
کو دل و دماغ میں جگہ پانے سے روکا گیا ہے اور یہ ہدایت کی گئی ہے کہ تم اپنے
کون کا رازق نہ جانو۔ نیز یہ بتایا گیا ہے کہ تمہاری فضیلت زیر دستوں پر بس
اس قدر ہے کہ تم کو اپنی شان رزاقیت کا ذریعہ قرار دیا ہے ورنہ وہ بھی تمہارا
طرح ان ان میں اور تمہارے ہی بھائی ہیں۔ لہذا تمہیں ان سب کو اسباب
معیشت میں برابر رکھنا چاہئے۔

زبدۃ البیان اور بلی؟ میں ہے :-

ای کان یبغی ان یرد داما ۷ یعنی انہیں یہ چاہئے تھا کہ اپنے مال و
ساخت و ادائیگی کے ساتھ ساتھ دولت میں سے اپنے زیر دستوں کو
دیتے تاکہ لباس و خوراک میں آقا و
غلام سب کے سب برابر ہو جائے۔
ابو زر کے متعلق روایت ہے کہ جب
ان بزرگ نے حضرت رسالت کو یہ
فرماتے سنا کہ تمہارے غلام تمہارے
ساخ و ادائیگی کے ساتھ ساتھ
کما یحکی عن ابی ذر انہ سمع
رسول اللہ یقول انما ہم
اخوانکم فاکوہم مما تلبسون
واطعموہم مما تطعمون فمارأی

عبد لا یطو ذلک الا سداۃ
ساواۃ وازاسۃ اناسۃ
غیر تفادات اقبضۃ اللہ بحدوث
فجعل عدم النسوة من جملة
حجود النعمة علی سبیل المبالغة
ففیہا دلالة علی استحباب
التوبة بین نفسه وعلایکہ
ویدل علیہ ایضا الاحساس
مثل ما تقدم ویدل علی ابغ
ذلک ما روی عن امیر المؤمنین
انہ کان یشتري ثوبین یعطی
افضلہما القبر ویأخذ الاسد
نفسه۔

بھائی ہیں ان کو وہی کپڑا پہناؤ جو خود
پہنتے ہو اور وہی غذا کھلاؤ جو خود
کھاتے ہو۔ تو اس دن سے ان کے
اور ان کے غلام کے لباس میں کوئی فرق
و امتیاز نہیں دیکھا گیا۔ قول الہی :-
اقبضۃ اللہ بحدوث
کو تا ہے کہ خدا نے مالداروں کی طرف
سے زیر دستوں کو رزق میں برابر
نہ دے بلکہ کو کھڑا نہ تحت قرار
دیا ہے۔ اور یہ دلیل ہے اس امر کا
کہ انہی ذات اور غلاموں کے درمیان
برابری قرار دینا مستحب ہے اور
اسی پر حدیثیں بھی دلالت کرتی ہیں۔

ان میں سے وہ حدیث بھی ہے جو پہلے گزری۔ اور اسی سے زیادہ
بہتر سلوک پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ جناب امیر و دبلاس
حزید نے تھے اور جو بہتر ادا تھا وہ قیصر کو مرحمت کرتے تھے اور
اور جو ادنیٰ درجہ کا ہوتا تھا وہ اپنے لئے رکھ لیتے تھے۔
(تیسری آیت) ھو الذی خلقکم (۳) زمین میں جو کچھ ہے اس کو تمہارے
ما فی الارض من جمیعہ۔ (بقرہ ۱۰)

لے پیرا کیا ہے۔

(پہلی آیت) وَالْأَرْضُ مِنْ دُونِهَا
وَالْقَبْلُ فِيهَا رِوَايَاتُهَا
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مُوسَّرٌ وَنَجْعَلْنَا
لَكُمْ فِيهَا مَعَالِشَ وَمَنْ لَكُمْ
لَهُ يَدٌ أَرْقِئِط (حجرات)

۱۔ (اور زمین کو ہم نے پھیلا یا اور اس پر
پھاڑ قائم کئے اور اس میں ہم نے ہر قسم
کی مناسب چیز لگائی اور تمہارے لئے
زندگی کے ساز و سامان ہم نے زمین ہی
میں قرار دیئے اور ان کے لئے بھی
جن کے روزی رساں تم نہیں ہو۔“

(دویم آیت) وَالْأَرْضُ مِنْ دُونِهَا
وَالْقَبْلُ فِيهَا رِوَايَاتُهَا
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مُوسَّرٌ وَنَجْعَلْنَا
لَكُمْ فِيهَا مَعَالِشَ وَمَنْ لَكُمْ
لَهُ يَدٌ أَرْقِئِط (حجرات)

۲۔ خدا ہی نے زمین خلائی کے نفع کے
واسطے بنائی۔“

(تیسری آیت) وَالْأَرْضُ مِنْ دُونِهَا
وَالْقَبْلُ فِيهَا رِوَايَاتُهَا
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مُوسَّرٌ وَنَجْعَلْنَا
لَكُمْ فِيهَا مَعَالِشَ وَمَنْ لَكُمْ
لَهُ يَدٌ أَرْقِئِط (حجرات)

۳۔ اس کے بعد زمین بچھائی اس سے پانی
کے چشمے اور سبزہ زار نکالے اور پھاڑ
کو اس میں لگا دیا۔ تمہارے لئے اور
تمہارے چار پایوں کے لئے سامان
مہیا کرنا اس کی غرض و غایت ہے۔“

(چوتھی آیت) وَالْأَرْضُ مِنْ دُونِهَا
وَالْقَبْلُ فِيهَا رِوَايَاتُهَا
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مُوسَّرٌ وَنَجْعَلْنَا
لَكُمْ فِيهَا مَعَالِشَ وَمَنْ لَكُمْ
لَهُ يَدٌ أَرْقِئِط (حجرات)

۴۔ تمہارے واسطے زمین میں قرار گاہ (وطن)
اور سامان زندگی ہے۔“

(پنجمی آیت) وَالْأَرْضُ مِنْ دُونِهَا
وَالْقَبْلُ فِيهَا رِوَايَاتُهَا
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مُوسَّرٌ وَنَجْعَلْنَا
لَكُمْ فِيهَا مَعَالِشَ وَمَنْ لَكُمْ
لَهُ يَدٌ أَرْقِئِط (حجرات)

۵۔ تم کو ہم نے زمین میں اقتدار عطا کیا اور
تمہارے لئے اس میں سامان معیشت قرار دیا۔

ان آیات میں مذکور ذیل امور بتائے گئے ہیں :-
(۱) زمین انسان کے لئے وطن اور محل معاش و رزق ہے۔ وسائل معاش

زمین کی پیداوار ہی سے متعلق ہیں۔ خدا نے انسان و حیوان کے رزق کا مبادی و مخزن
زمین کو قرار دیا ہے۔

(۲) زمین کی سب چیزیں انسان ہی کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ وہی ان کی
علت غائی ہے اور ان کی پیدائش کا مقصد حوائج انسانی کو رفع کرنا ہے۔ ہذا
کسی فرد کی ملک خاص نہیں ہو سکتی بلکہ ان کو خدا نے تمام افراد انسانی کے لئے مباح
قرار دیا ہے۔ سب کے حقوق انتفاع اور ان میں برابر ہیں اور ان کو آدمیوں کی حاجات
میں یکساں تقسیم ہونا چاہیئے جو حق تعالیٰ زمین کی پیداوار میں ایک فرد کو ہے
وہی دوسرے افراد کو بھی قدرت نے عطا فرمایا ہے۔ حق تعالیٰ و انتفاع میں
تفاوت و اختلاف بالکل نہیں اور نہ تحصیل اسباب معیشت کے حق میں مذہب
و ملت و کوا و نسل کا امتیاز منشاء خالق ہے۔ محقق اردبیلی تفسیر زبدۃ الایمان
پیداوار زمین بغیر امتیاز ایمان و کفر سب کے لئے مباح ہے۔

فیکن الاستدلال بھا علی ابنا
۱۔ آیہ مبارک سے اس بات پر استدلال کیا
اکل کل ما فی الارض لکل احد
جاسکتا ہے کہ زمین کی ہر پیداوار کا کھانا
حتی الکفاس والعصاة الامسا
ہر انسان کے واسطے یہاں تک کہ خدا
اخرجہ الدلیل من العقل والنقل
کے شکر و انور نافرمانی و انور کے لئے
بھی مباح ہے اس اصول سے دستنہار انہیں اشیاء کا ہوگا جسکو
دلیل عقل و نقل حکم یا احت سے خارج کرتی ہے۔“

اسلامی نظام معیشت
کا یہ وسیع الشہر اپنی آپ نظریہ ہے۔ دنیا کے اقوام و ملل و مذاہب اس کی مثال

پیش نہیں کر سکتے اس پر ہی نوع انسان کے ساتھ ان کا طرز عمل شاہد ہے

وہ پیداوار زمین مباح الاصل ہے جو ذریعہ معاش انسانی بن سکتی ہے۔

(سوم) جیسا کہ محقق اردبیلی نے ارشاد فرمایا ان آیات سے یہ بھی منکشف ہوتا ہے کہ زمین کی وہ چیزیں جو انسان کا رزق اور ذریعہ معاش بن سکتی ہیں اور ان کی تحصیل کے طریقے مباح الاصل ہیں۔ ہر انسان کو ان کی استعمال کا حق ہے۔ سو ان چیزوں اور طریقوں کے جن کو عقلی و نقلی و لیلیٰ حکم اباحت خارج کرتی ہیں۔ اور ایسی چیزیں اور ایسے طریقے جن کو عقل و نقل دونوں قابل استعمال قرار نہیں دیتے۔ بہ نسبت مباح و قابل استعمال اشیاء اور طریقوں کے بہت کم ہیں اس لئے انسان کی معیشت دنیوی بغیر کسی تنگی کے سداھر سکتی ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

وَمَا أَهْلُكُمْ أَكْثَرُ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ
فَذَرُوا مَا قَلَّ لَكُمْ (بخارج البلاء)

تم پر حرام کی گئی ہیں لہذا اکثر کے واسطے قلیل یعنی حرام کو ترک کر دو۔
(۹) يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي
الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا
حُطُوتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُبِينٌ (بقرہ)

(۱۰) اَكْلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي
الْأَكْبَرُ (طہ)

اُس میں سے کھاؤ اور حد سے نہ گئے نہ
بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔
چونکہ معیشت دنیوی کی سب سے اہم شرط ان کے لئے غذا ہے اس لئے
اکثر آیات میں "اکل" یعنی کھانے کا تذکرہ ہے۔ مگر اُس سے مراد صرف کھانا
نہیں بلکہ ہر قسم کا انتفاع اور عام تصرف ہے اور مقصد یہ ہے کہ دنیا کی ان
چیزوں میں جو انسان کے لئے اسباب معیشت بن سکتی ہیں پاکیزہ اور حلال کا انتخاب
کرنا چاہیئے انتفاع اور تصرف کے لئے پاکیزہ و حلال اشیاء اور پاک حلال طریقے
اختیار کرنا انسانی فریضہ ہے۔ ان آیات سے چند نتائج ظاہر ہوتے ہیں:-

(۱) زمین کی پیداوار اور اس کے انتفاع کے طریقوں کی دوستی ہو سکتی ہے۔
(۲) وہ چیزیں اور انتفاع کے وہ طریقے جو انسان کے مناسب فطرت و
موافق طبع ہوں۔ ان سے نہ جسمانی مفرت کا خطرہ ہو نہ اخلاقی و روحانی غم
کو فساد کا اندیشہ:-

(دوم) وہ اشیاء اور وہ طریق اکتساب و انتفاع جو مذکورہ بالا اوصاف
کے خلاف ہوں۔

قسم اول کی اشیاء اور اکتساب کے طریقے "حلال و طیب" کہے گئے ہیں۔
اور قسم دوم کی اشیاء اور طریق اکتساب و انتفاع کو خبیث و حرام قرار دیا ہے
اور ان کے استعمال کو اتباع شیطانی سے تعبیر فرمایا ہے۔

آیہ مبارکہ "حَلَالًا" کے بعد "طَيِّبًا" کی تکرار یہ بتانے کے لئے ہے کہ ان
اشیاء اور طریقوں کے حلال قرار دینے جانے کی علت ان کا طیب یعنی موافق

فطرت و مناسب طبع انسان ہوتا ہے اور جو اشیاء اور طریقے "حرام" کہے گئے ہیں ان کی وجہ تحریم یہ ہے کہ ان کے صفات اور صفات مذکورہ کے خلاف ہیں۔

حلال و حرام کا کلی اصول۔ وہ چیزیں اور کسب معاش کے وہ طریقے حرام ہیں جن سے بدن و روح میں فساد پیدا ہوتا ہے۔
ایک حدیث میں حلال و حرام کے معیار کو اھل کلی کے طور پر بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

کل امریکون فیہ الفساد وما قد نھی عنہ من جمعة اکلہ و شربہ ولیسہ و نکاحہ لوجہ الفساد مثل المینۃ و الدم و لحم الخنزیر و الزنا و جمیع الفواحش و لحوم السباع و الخمس و ما اشبه ذلک فحرام فساد للجسم و فساد للنفس (بخاری جلد ۳۳ باب المکاح)

مردہ جسم کے واسطے باعث ضرر اور روح میں فساد پیدا کرنے والی ہیں۔ (اور جو چیزیں ایسی نہیں ہیں وہ حلال ہیں۔)

جناب شیخ مقداد کنز العرفان میں لفظ "طیب" کے متعلق لکھتے ہیں "لفظ طیب کے معانی" اذ الطیب یقال لمعان "لفظ طیب" لکھتے ہیں

الاول ما هو مستلک و الثانی ما حللہ الشارح الثالث ما کان ظاہراً الرابع ما خلا عن الاذی فی النفس و البدن ط (کنز العرفان ص ۶۱)

حدیث بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ شارع کی طرف سے حلال و طہر قرار دیئے جانے کی وجہ وہی بات ہے جو شیخ مقداد نے آخر میں کہی ہے اور آپ کے بیان کئے ہوئے چاروں معانی میں اطلاق نہیں ہے بلکہ لفظ "طیب" ان سب کو شامل ہے۔

اسلام کے نزدیک معاشیات تابع اخلاق ہیں نہ کہ اخلاق تابع معاشیات

(سوم) پاکیزہ چیزوں کو کھانے کا حکم دیتے ہوئے یہ فرمان نافذ کرنا کہ لا تطعوا حنیہ (یعنی طخیان نہ کرو حد و مقررہ سے آگے نہ بڑھو) اس حقیقت کی پوری توضیح کے لئے کافی ہے کہ اسلام معاشیات کو تابع اخلاق بنانا چاہتا ہے۔ اخلاق کو تابع معاشیات بنانا اس کے نقطہ نظر کے خلاف ہے۔ اور یہی اصول یعنی معاشیات کو تابع اخلاق بنانا اس کے نظام معاشی کا بنیادی اصول ہے۔

ارشاد ربانی "لا تطعوا حنیہ" کا حاصل یہ ہے کہ کسب معاش و طلب رزق کے وہ طریقے انسان کے لئے حرام قرار دیئے گئے ہیں جن سے طخیان لازم آتا ہے دوسرے مقام پر فرمایا ہے "ان الانسان لیطغی ان ساء" یعنی انسان جبکہ اپنے کو غنی و سرمایہ دار پاتا ہے تو طخیان و سرکشی کی طرف مائل ہو جاتا ہے

یہ "طغیان" کسب و دولت و مال میں لگی ہو کر رہتا ہے اور اس کے بعد بھی - خدا کے مقرر کردہ حدود و شرعیہ سے باہر نکل کر کسب معاش کرنا "طغیان" ہے۔ اسی طرح خدا کو بھول جانا اور اس کے حدود و شرعیہ کی مخالفت کرنا حقوق مستحقین کو روکنا - کم مایہ اور غریب لوگوں پر تکبر و فخر کو کرنا اور ان کے مقابلہ میں شانِ جباری دکھانا طغیان ہے۔

معاشی معاملات میں باہم تعاون و اشتراک عمل نہ کرنا - نظام تمدن میں ابتری پھیلانے والے طریقے اختیار کرنا - اپنے مالی فائدہ کے لئے دوسروں کو نقصان پہنچانا، اپنے ذرائع کسب مال و دولت کو وسیع کرنے میں دیگر افراد کے لئے معاشی تنگی کے اسباب پیدا کرنا، مفلس کے افلاس و ناداری اور اس کی اضطرابی حاجات سے فائدہ اٹھانا اور محتاجوں و ضرورتمندوں کی احتیاج و ضرورت سے غنیمت موقع پا کر ایسے شرائط منظور کرنا جو سرمایہ داری میں اضافہ کے ساتھ مفلس کی افلاس و ناداری کو بڑھاتے ہیں اور محتاج کو محتاج تر کرتے ہوئے "طغیان" ہیں۔ محتاجوں کے حق کو روکنا تکبر و فخر کو نشانِ دہریت دکھانا، سرکشی و فساد انگیزی کرنا غرض تمام وہ طریقے اور خصائص "طغیان" ہیں جس سے اخلاق کے فطری سرمایہ کی بربادی اور روحانیت کا فساد لازم آتا ہو۔ انفرادی منفعت کے لئے اجتماعی مفاد کے نظام کی خرابی ان کا انجام ہو۔ اسی طرح خدا کے عطیات و نعمات میں مناسب فطرت تعریف سے روکنا قدرتی اشیاء کے موافق طبع استعمال کی ممانعت کرنا - معاشی میدان عمل کو تنگ کرنا ایسے قیود لگانا جن سے فطرت کی دی ہوئی جسمانی و دماغی صلاحیتوں سے کام لینے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو۔ یا اپنی محنت دوسری عمل کے ثمرات سے شفع ہونے کا حق سلب ہوتا ہو "طغیان" ہے۔

محقر یہ کہ عقل و شرع و فطرت کی مقرر کی ہوئی حدود سے آگے بڑھ جانا طغیان ہے۔ خدا یہ آگے بڑھ جانا کسی جانب نہ۔

آئیے مبارکہ میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اس قسم کے "طغیان" کا انجام غضب خدا کا نزول اور سراسر تباہی و ہلاکت ہے۔ جس نظام معیشت کی بنیاد طغیان پر ہوگی وہ غضب الہی کو دعوت دے گا۔ اگر خود و فکر سے کام لیا جائے تو یہی ایک آیت یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ اسلام سرمایہ دارانہ نظام کا مخالف ہے سرمایہ دارانہ اصول معیشت کو برداشت نہیں کرتا۔ ساتھ ہی اس کے دن تمام نظامات کا بھی مخالف ہے جن میں انسان کے فطری حقوق کے متعلق بے اعتدالی پائی جاتی ہیں

کسب معاش کی باعتبار حکم شرعی پانچ قسمیں شرع اسلام نے طلب معاش اور اس کے وسائل کی تلاش کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ مفسر علامہ شیخ مقداد نے محقر و جامع الفاظ میں ادن سب کا بیان کر دیا ہے :-

طلب رزق کی باعتبار حکم شرعی پانچ قسمیں ہیں - (۱) واجب - جبکہ انسان طلب رزق پر مجبور و مضطر ہو۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت اس کے لئے نہ ہو۔	طلب رزق کی باعتبار حکم شرعی پانچ قسمیں ہیں - (۱) واجب - جبکہ انسان طلب رزق پر مجبور و مضطر ہو۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت اس کے لئے نہ ہو۔
طلب رزق کی باعتبار حکم شرعی پانچ قسمیں ہیں - (۲) ندب - یعنی مستحب جبکہ مقصود مال میں وسعت پیدا کرنے سے یہ ہو کہ	طلب رزق کی باعتبار حکم شرعی پانچ قسمیں ہیں - (۲) ندب - یعنی مستحب جبکہ مقصود مال میں وسعت پیدا کرنے سے یہ ہو کہ

الحی و یحییٰ والہ فضل علی الخیر

عیال کے لئے معاشی وسعت پیدا ہوتا ہو

و مباح و ہو ما قصد بہ جمع

کو دے اور غیروں پر تفضل کرے۔

المال الخال من جهة صفی عنہا

۱۳۱ مباح۔ جس سے مقصود مال جمع کرنا

و مکروہ و ہو ما اشتعل علی

ہو۔ ایسے طریقے جس سے شریعت نے

ما ینبغی التنزه عنہ حرام

منع نہ کیا ہو۔ (۱۴) مکروہ۔ جو ایسے

و ہو ما اشتعل علی جهة قبح۔

نا پسندیدہ طریقوں سے ہو جس سے

زکرت الزمان

پاک و صاف رہنا ہی مناسب ہے۔

و ہر کس برے پہلو پر مشتمل ہو۔

۱۱۱) لیس علی الذین آمنوا و عملوا

”جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام

کئے انہوں نے جو کچھ کھایا (پیایا) اس میں

کچھ گناہ نہیں۔ جبکہ انہوں نے برسرِ کاری

کے اور ایمان لے آئے۔ اور اچھے اچھے

کئے اور اللہ محبوب المحسنین طرہ ایم کام کئے پھر برسرِ کاری کی اور ایمان لائے

بھر برسرِ کاری کی اور نیکیاں کیں اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب انسان خدا پر ایمان رکھتا ہو اچھے

کام کرتا اور محرمات سے بچتا ہو تو پھر دنیا کی نعمات الہیہ سے منتفع ہونے میں اس کے

لئے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔

تذکرہ ایمان و تقویٰ و صلاح کاریں تکرار کی مصلحت

تذکرہ ایمان و تقویٰ

صلاح عمل و احسان کی تکرار انسانی حالات و معاملات کی جانب ناظر ہے۔

آدمی کا معاملہ اپنے نفس سے ہے خدا سے ہے اور بندگان خدا سے بھی۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کا دیا ہوئی نعمات دنیا سے انتفاع میں

ہر آدمی کو ان تینوں حالات و معاملات کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ اس بات کو مدد

ذیل آیتوں میں صراحتہ بیان کیا گیا ہے۔

۱) پہلی آیت (یا ایہ الذین آمنوا)

”اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری

اولاد تم کو یاد خدا سے غافل نہ کر دیں اور

جو لوگ ایسا کریں گے وہی گھاسٹے ہیں میں

اور ہم نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے

(دوسرے حاجت مند لوگوں پر) خرچ کر دو۔

اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت

آجائے اور وہ یہ کہنے لگے کہ پروردگار! تو نے مجھے

تو نے مجھے لھوڑی مٹی سے مہلت اور کیوں نہ دی

تا کہ میں عزرات کرتا اور اچھے کام کر سکیں اور

میں داخل ہو جاتا۔

۲) دوسری آیت (و لا یسع عن ذکر اللہ و اتقوا

ایسے لوگ جن کو یاد خدا کرنے اور نماز پڑھنے

اور زکوٰۃ دینے سے نہ تو تجارت روک سکتا ہے

اور نہ کاروبار خرید و فروخت، وہ لوگ اس

سے ڈرتے ہیں جس میں (خوف ہے) دل اورد

اور آنکھیں اٹک جائیں گی۔

۳) تیسری آیت (و لا یسع عن ذکر اللہ و اتقوا

ایسے لوگ جن کو یاد خدا کرنے اور نماز پڑھنے

اور زکوٰۃ دینے سے نہ تو تجارت روک سکتا ہے

اور نہ کاروبار خرید و فروخت، وہ لوگ اس

سے ڈرتے ہیں جس میں (خوف ہے) دل اورد

اور آنکھیں اٹک جائیں گی۔

جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "حلال طریقوں سے معاش کی طلب عمل آخرت سے نہیں روکتی۔"

ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو

(۱۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا
أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ
تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ
وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ
كَانَ بِكُمْ سَاهِيًا - (نساء)

۱۳) اے ایمان والو! آپس میں ایک
دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ لیکن آپس
کی رضامندی سے تجارتی کاروبار ہونا
چاہئے تم خود اپنی جان نہ دو بے شک
خدا تمہارے حال پر مہربان ہے۔

جبکہ خداوند عالم نے دنیوی معیشت کے لئے بنیادی اصول یہ قرار دیا کہ
زمین میں جو کچھ ہے وہ انسان ہی کے لئے ہے۔ اور پیداوار زمین سب کے لئے
عام اور مباح الاصل ہے۔ ہر فرد کو اس سے نفع حاصل کرنے کا یکساں حق حاصل
ہے تو نظرتِ انسانی سے حیوانی حصے کا یہ تعاضد ہونے لگا کہ زمین کے منافع کو
جس قدر اور جس طرح ہو سکے اپنے لئے سمیٹ لیا جائے۔ اور اس صورت
میں مخلوقات کے درمیان مزاحمت و مناقشت ناگزیر تھی۔ لہذا ضرورت
ہوئی کہ کتاب و انتفاع کے طریقوں کو اخلاقی بنیادوں پر محدود کیا جائے
اور اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ تحصیل معاش کے جائز طریقے بتائے جائیں
اور ناجائز طریقوں کو بند کر دیا جائے۔

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ | ارشاد خداوندی ہے۔

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ | اسلامی نظام معیشت کا نہایت جامع
اور وسیع بنیادی اصول ہے۔

انسان کو یہ ہدایت کیلگی ہے کہ کسب معاش و تحصیل مال میں اس کی جدوجہد
کا جائز طریقہ یہ ہے کہ دنیا کی اوس پیداوار میں جو تمام بنی نوع انسان کا مشترک
ملکیت ہے کسی کی ملک خواہی نہیں۔ خود مرضی اور زبردستی کا دخل نہ ہونے
پائے۔ طریق کتاب معیشت باہمی معاشرت و معاوضہ کی شکل اختیار کریں جن کی
بنیاد آپس کی رضامندی اور اشتراک عمل پر ہو۔ تفرقات کی اساس آپس کے
جدد تعاون و تراضی پر قائم کی جائے۔ معاشرت کے لئے ایسا صحیح طریق کار
اختیار کیا جائے جس سے ایک فرد کا نفع دوسرے کی حق تلفی اور مفرت کا
باعث نہ ہو جائے۔ ایک شخص کی ضرورت دوسرے کے لئے شہ نہ بن جائے۔ لہذا
جو چیز ناحق لی گئی ہو صحیح طریق کار سے حاصل نہ کی گئی ہو۔ بلکہ سود و رشوت
تیار غصب۔ خیانت۔ چوری اور ایسے ہی باطل و ناپاک طریقوں سے حاصل
کی گئی ہو اوس سے انتفاع حرام ہے۔

"اکل بالباطل" کے کلیہ میں وہ تمام طریقے داخل ہیں جن کی اجازت شریعت
سے حاصل نہیں ہے۔ اور نظام عالم انسانیت کے لئے باعث فساد و فحش ہے
"اکل بالباطل" کو ممنوع قرار دیتے ہوئے یہ فرمانا کہ لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ
ان الله کان بکم ساهیا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کا
مال باطل یعنی ناجائز اور غیر اخلاقی طریقوں سے کھانا خود اپنے نفس کو ہلاک
کرتا ہے۔ اس کا انجام انسانیت و عالم انسانیت کی بربادی ہے چونکہ

تَقَرَّبَكُمْ بِعَمَلٍ نَافِعٍ إِلَّا مَنْ
أَمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ
لَهُمْ جَنَّاتُ الْغَرْقَاتِ بِمَا عَمِلُوا
وَهُمْ فِي الْغَرْقَاتِ آمِنُونَ
(بخار)

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالْجَنَّةِ
مِثْرًا لَكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا
الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ أَوْلَادَهُمْ
فَالْغَرْقَاتُ خَيْرٌ مِمَّا يَتَّبِعُونَ
جَنَّةُ الْغَرْقَاتِ خَيْرٌ مِمَّا يَتَّبِعُونَ
وَهُمْ فِي الْغَرْقَاتِ آمِنُونَ
(بخار)

دوسری جزا ان کی کارگزاریوں کی بلنگی۔ اور وہ لوگ (بہشت کے)
چھروں میں امن و چین سے رہیں گے۔

طلب دنیا کے اکیس مقاصد دوسروں کے لیے نیاز ہونا اور ہم ساری پر مہربانی کرنا

(۱۹) مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا اسْتَفْنَاءَ عَنْ
النَّاسِ وَتَعَطَّفًا عَلَى الْجَائِسِ لِقَى اللَّهَ
وَدَجَّهَ كَالْقَمَرِ - (بخار)

جو شخص اس غرض سے دنیا حاصل کرتا ہے
کہ دوسروں سے بے نیاز رہے اور ہم ساری
پر مہربانی کرے وہ خدا کے سامنے بروز
قیامت حاضر ہوگا۔ در آنجا ایک اوس کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہوگا۔

اپنے دست باز کی محنت لگا کر کھانیوالا ثواب انبیاء حاصل کرے گا۔ خدا
اُس پر نظر رحمت کرے گا۔ اور کبھی اس پر عذاب نہ ہوگا۔

(۲۰) مَنْ أَكَلَ مِنْ كَيْدٍ كَانَ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ فِي عِلَادِ الْأَنْبِيَاءِ وَيَأْخُذُ
ثَوَابَ الْأَنْبِيَاءِ - (بخار)

جو شخص اپنے با نقول کی محنت سے کمایا
ہو مال کھائے گا قیامت میں وہ پیغمبروں
کے درجہ میں ہوگا۔ اور پیغمبروں کا ثواب پائیگا۔

(۱۱) مَنْ أَكَلَ مِنْ كَيْدٍ كَانَ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ فِي عِلَادِ الْأَنْبِيَاءِ وَيَأْخُذُ
ثَوَابَ الْأَنْبِيَاءِ - (بخار)

جو آدمی اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا
روزی کھائے گا۔ خدا اس کی طرف نظر
رحمت کرے گا اور اس پر عذاب کبھی نہ ہوگا۔

مرد کاسب خدا کا محبوب ہے (۱۱)
الکاسب حبیب اللہ (نسائی الاخبار)

مرد کاسب خدا کا محبوب ہے۔

انی احب ان یتاذی السرجل
بمصر الشمس فی طلب المعیشتہ -
”مجھے یہ پسند ہے کہ لوگ طلب معیشت کے
لئے دھوپ کی اذیت برداشت کریں۔“

دنیا کے کام اس طرح کرو کہ گویا تمہیں ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا ہے اور کار آخرت

اس طرح کرو گویا کل ہی مرنا ہے

(۱۲) اَعْلَلْ لِدُنْيَاكَ كَالْحَدِّ تَعِيشَ أَبَدًا
وَعَمَلٌ لَأَخْرَاجِكَ كَالْمَوْتِ عَمَلٌ
عِنْدَ اللَّهِ - (نسائی الاخبار)

”دنیا کا کام اس طرح کرو گویا تم ہمیشہ زندہ
رہو گے۔ اور کار آخرت اس طرح کرو گویا
کل ہی تم کو مرنا ہے۔“

دوسروں پر اپنا بار ہمیشہ نہ ڈالو جو شخص اپنا بار دوسروں پر ڈالتا وہ ملعون ہے۔

لَا تَكُونُوا كَلَا عَلَى النَّاسِ مَلْعُونٌ
مَلْعُونٌ مِنَ النَّاسِ كَلَمَةً عَلَى النَّاسِ -
”جو دوسروں کے لئے بوجھ بنو۔
وہ آدمی ملعون ہے۔ ملعون ہے جو دوسروں
پر اپنا بار ڈالتا ہے۔“

سب بڑا اجر اُس آدمی کا جو اپنے اہل و عیال کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے

جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

(۱۶) من اعظم الناس اجراً من "سب سے بڑا اجر اُس آدمی کا ہے جو اپنے

سعی فی حاجۃ اللہ و من ضیع اہل و عیال سے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے

اہل و عیال سے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے اور جو آدمی اپنے اہل و عیال کی ضرورتیں

۱ اہلہ و قطعہ رحمہ اللہ حسن الجنہ یوم یجزي المحسنین اور قرابتداروں کے حقوق ادا نہیں کرتا

خدا اُس کو روز قیامت ابھی جزا سے محروم کر دے گا۔

جو شخص عیال کو ضایع کر دیتا ہے اُن کی خدمت نہیں کرتا وہ ملعون ہے

(۱۷) نیز آپ کا ارشاد ہے :-

ملعون ملعون من یضیع من "وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے جو عیال

لیقول۔ کو با حال عزاب چھوڑ دیتا ہے۔

روزی کمانے میں کاہلی کی مذمت

(۱۸) لا تکسل عن معیشتک فکون "روزی کمانے میں کسل و کاہلی نہ اختیار

کلا علی غیرک (نہی الاضار) کرو کہ اس طرح دوسروں پر بار نہ بنادے

(۱۹) نیز حدیث میں ہے :-

بے صبری اور کاہلی سے بچو ایالو "تم دو خصلتوں سے بچتے رہو (۱) صبر

و خصلتین الصبر و الکسل فانہ (تنگدلی و بے صبری و کسل و تنگی و کاہلی)

ان صبر ت لم یصبر علی حق وان کیونکہ اگر تم بے صبر و تنگدل ہو جاؤ گے

کسلت لم تود حقاً۔ (نہی الاضار) (تو اپنے کسی حق پر صبر نہ کر سکو گے،

اگر کاہل بنو گے تو کوئی حق ادا نہ کر دے گا۔

ارشاد نبویؐ۔ جو آدمی منہ کھولے خدا سے روزی کیلئے دعائیں مانگتا ہے

اور طلب رزق نہیں کرتا اُس کو میں دشمن رکھتا ہوں۔

(۲۰) قال النبیؐ انی لا بغض للرجل "آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے اُس آدمی سے دشمنی

فاغیر افاء الی سبہ یقول اند فتنی جو منہ کھولے پروردگار سے کہتا ہے کہ

دیتوک الطلب۔ مجھے رزق عطا کر اور خود روزی نہیں کھاتا۔

جس آدمی کو روزی کمانے میں شرم نہیں آتی اس کا بارہا دل سرور اور عیال خوش رہتے۔

(۲۱) من لم یستحی من طلب المعاش "جو شخص طلب معاش سے شرم نہیں کرتا

خفت مودتہ و ساقی ببالہ و نعم اس کا بارہا ہلکا۔ دل سرور اور عیال

عیالہ (دیکھو) خوش حال رہتے ہیں۔

جو شخص گھر میں بیٹھا رزق کی دعائیں مانگتا ہے اور طلب رزق کیلئے نہیں نکلتا اس کی

دعا مقبول نہیں ہوتی۔

(۲۲) اصنافاً من امتی لا یستجاب "میری امت پر چند قسم کے لوگوں کی

للمعاد دعاؤہم۔ دعا مقبول نہیں ہوتی۔

در محل یقول فی بیتہ ویقول یا .. وہ شخص جو گھر میں بیٹھا کہتا ہے پروردگار
سب ارزانی ولا یخرج ولا یطلب مجھے رزق دے اور نہ گھر سے باہر نکلتا
الرزق فیقول اللہ عن وجل عبدی ہے اور نہ روزی کھاتا ہے۔ خدا اس سے
الحاجل لك السبیل الی الطلب فرماتا ہے کہ کیا میں نے تیرے لئے روزی
والتصرف فی الاسراف مجروح کمانے اور زین میں تندہ دست اعضاء
صحیحہ :- سے کام کاج کرنے کی سبیل نہیں قرار دی ہوگی

دنیا چھوڑ دینے والوں کی دعا مقبول نہیں ہوتی۔ اصحاب رسول کا ایک نصیحت خیر تقہ

۷۵۷ علی بن عبد العزیز راوی ہیں کہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
"عربین مسلم" کا حال پوچھا تو میں نے عرض کی کہ انھوں نے تجارت کا پیشہ چھوڑ دیا اور
عبادت میں لگ گئے ہیں تو حضرت نے فرمایا :-

ویحکم اما علم ان تارک الطلب .. اس کے حال پر افسوس ہے۔ کیا اس کو نہیں
لا یتجہاب لہ دعوات ان قومًا معنوم کہ ترک دنیا کرنے والوں کی دعائیں
من اصحاب الرسول لما نزلت من مقبول نہیں ہوتیں۔ اصحاب نبیؐ میں سے
یق اللہ یجعل لہ کسبًا جاورزقہ کچھ لوگوں نے آیہ مبارکہ من یتق اللہ
من حیث لا یحسب اغلقوا الابواب الایہ سے نزل کے بعد اپنے گھروں کے
واقبلوا الی العبادۃ قالوا قد کفینا دروازے بند کر کے اور عبادت خدا میں
تبعنا الذی انزلنا الیہم مشغول ہو گئے اور کہنے لگے کہ خدا نے

فقال ما حملکم علی ما صنعتکم فقالوا ہمارے رزق کا ذمہ لے لیا ہے جب
یا رسول اللہ تکفل اللہ لنا بارزاقنا یہ حال جناب رسولؐ کو معلوم ہوا تو آپ
فاقبلنا علی العبادۃ فقال انہ من نے ان لوگوں کو بلا بھیجا اور فرمایا تمہارے
فعل ذلک لیس تجیب لہ علیکم اس طرز عمل کا باعث کیا ہوا ہے؟ انھوں
بالطلب ط نے عرض کی یا رسول اللہ! خدا تو ہمارے

لئے روزی کا کفیل و ذمہ دار ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم صرف عبادت
میں مشغول ہو گئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا جو شخص ایسا کرے گا اس کی دعا
قبول نہیں ہوگی۔ تم پر روزی کی تلاش لازم ہے۔

ارشاد نبوی۔ سوال کرنا، بھیک مانگنا بہت بُرا کام ہے

۲۴۱ قال مسئلۃ الناس من الفواحش .. آنحضرتؐ نے فرمایا، لوگوں سے سوال کرنا
والفاحشۃ تباع عند الضرورة بد کاریوں میں داخل ہے اور برے کام
ومن سئل عن غنی فاما یتکثر کجاہزت فقط ضرورت ہی کے وقت ہو
من حمیم جھنم ومن سئل ولم سکتی ہے۔ بے ضرورت سوال کرنے والا جہنم
ما یغنیہ جاء یوم القیامۃ و کے گرم پانی کو اپنے لئے کثیر مقدار میں بچ
رجھہ عظم یتقہ حق لیس عیدہ کرتا ہے۔ اور جو شخص سوال کرے گا۔
لحمہ۔ (نسائی ص ۱۷۷) در انحالیکہ اوس کے پاس بقدر ضرورت

سا ان رزق موجود ہے تو بروز قیامت اس طرح آئے گا کہ اس کے
پھر کے پر فقط ہڈیاں ہوں گی گوشت نہ ہوگا۔

و مسلمان لوگوں سے سوال کر گیا خدا اس کی آنکھوں کے درمیان یہ لکھ دیا کہ یہ شخص تا قیامت
فقیروں سے گناہ کرتا رہے گا۔

(۲۵) نیز یہ ارشاد نبوی ہے :-

من هداه الله للاسلام وعلمه " جسے خدا نے اسلام کی جانب رہنمائی کی اور
القرآن ثم سال الناس كتب علم قرآن عطا کیا پھر اس نے لوگوں کے
بین عینیہ فقیرانی یوم القيامة سامنے دست سوال پھیلا یا تو خدا اس کی
دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیتا ہے کہ یہ شخص قیامت تک فقیروں سے گناہ کرتا رہے گا۔

ایک در سوال کا کھولنا فقیری کے ستر دروازوں کے کھلنے کا باعث ہوتا ہے۔
(۲۶) نیز حضرت نے فرمایا :-

من فتح علی نفسه باب مسئلة " جو شخص اپنے اوپر ایک دروازہ سوال
فتح الله علیه سبعين باباً کا کھولے گا تو خدا اس پر ستر دروازے
من الفقر لا يسد ادناها فقیری کے کھولنے کے کام میں ہے
شئاً ادنی دروازے کوئی چیز بند نہ کرے گا۔

لکڑیاں چن کر پینا اور اس سے اپنا رزق حاصل کرنا سوال کرنے سے بہتر ہے

(۲۷) ان الاسواق دو نما جب فمن رزقوں کے اوپر حجاب پڑے ہوئے ہیں
شاء هتك الحجاب واخذ رقبته جس کا جی چاہے اپنی شرم و حیا پر قائم
والذي نفس بيد الان ياخذ رہے اور جس کا جی چاہے حجاب عزیز

احدكم جبلاً ثم يدخل عرض هذا الوادي فيحتطب ثم يدخل
السوق فيبيعه بمد من تمر فيأخذ ثلثه ويتصدق بثلثيه خيراً له
من ان يسئ الناس اعطوه او حرموا (لنالي الاخبار ص ۱۲۶)
کو چاک کر دے اور اپنا رزق حاصل کرے
تم میں سے کوئی شخص اس وادی میں جا کر
لکڑیاں جمع کرے اور بازار جاکر ایک
مد خرما پر فروخت کر کے ایک تہائی خود
کھائے اور دو تہائی محتاجوں پر تصدق
کر دے تو یہ بات اداس کے لئے اس سے
بہتر ہوگی کہ لوگوں سے سوال کرتا رہے خواہ وہ اسکو دیں یا محروم کر دیں۔

ہمارا پیر وہ آدمی ہے جو بھوکا مر جائے مگر بھیک نہ مانگے۔

(۲۸) جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :-
شيعتنا من لا يسأل الناس " ہمارا شیعہ وہ ہے جو بھوکا مر جائے مگر
ولومات جو عا ط لوگوں سے سوال نہ کرے۔

ایک جماعت انصار کا بہترین طرز عمل - اتباع امر بنی کا اعلیٰ نمونہ !

(۲۹) ایک روایت میں ہے :-
ان جماعة من الانصار قالوا يا رسول الله لنا حاجة عظيمة
" انصار میں سے کچھ لوگ خدمت رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ!
ہم ایک بڑی حاجت لیکر آئے ہیں وہ یہ
کہ آپ ہمارے لئے بہشت کی ذمہ داری

ان جماعة من الانصار قالوا يا رسول الله لنا حاجة عظيمة
اضمن لنا الجنة فاطمق را سمع
ثم سافعه وقال اني اضمن لكم

الحجۃ علی ان تضمنوا ان لا تسئلوا
 احد فقبلوا حتی انهم اذا سافروا
 وسقط السوط من یدہم کہو
 نزل ورفعه ولم یسأل عن
 صاحبہ الساجل ان یناولہ فنادا
 عن المسئلة واذا جلسوا علی
 المائدة لم یسأل البعید منهم
 عن مشربة الماء من القریب
 منها فیقوم ویشرّب -

لے لیجئے۔ حضرت نے کچھ دیر تک
 سر جھکائے رکھا۔ پھر مخاطب ہوئے اور
 فرمایا۔ میں اس شرط پر تمہارے لئے
 بہشت کا ضمان ہوتا ہوں کہ تم کسی سے
 سوال نہ کر وگے۔ ان لوگوں نے یہ شرط
 قبول کر لی۔ لذبت یہ پہونچی کہ اگر سفر میں
 ان کے کسی سوار کے ہاتھ سے کوئی گڑھا
 تھا تو وہ خود اتر کر اٹھاتا تھا۔ اپنے کسی
 ساتھی پیدل چلنے والے سے یہ نہیں کہتا
 تھا کہ میرا تازیانہ اٹھا دو۔ اور جب کسی دسترخوان پر کھانے کے لئے
 بیٹھتے تھے تو جس سے طرف آب دور ہوتا تھا وہ خود اٹھ کر جاتا اور
 پانی پیتا تھا۔ کسی قریب کے آدمی سے نہیں مانگتا تھا۔

بھیک مانگنے والے کی گواہی لائق قبول نہیں (۳) نیز جناب رسالت اکرم
 نے فرمایا:-

شهادة الذی یسأل فی کفہ یرد
 (سنن الاخیار ص ۱۴۱)
 سبحان اللہ! کیسی اعلیٰ اخلاق و معاشی تعلیم تھی۔ اور کیسے عالی ہمت و راست
 اس کے ماننے والے تھے اگر آج تعلیم اسلامی پر عمل کرنے کا یہی مبارک جذبہ
 پیردان اسلام کے بنائے ہوئے طریقوں پر بلند ہمتی کے ساتھ گزارنا

ہوتے تو دنیا اسلامی اصول کی برتری تسلیم کئے بغیر نہ رہتی۔ جبکہ خود مسلمان ہی اسلامی
 تعلیمات سے ناواقف رہے پھر وہیں تو اعیانہ کا ناواقف رہ جانا کسی طرح قابل تعجب
 ہو سکتا ہے۔

دوکانداری و تجارت کی ہدایت

(۱) الرزق عشتة اجن العتة
 منها فی التجارة -
 ابو عمار راوی ہیں :-

اور شاد ہوئی ہے :-

” روزی کے دس حصے ہیں۔ نو حصے تجارت
 میں ہیں۔“

(۲) قلت لابی عبد اللہ ؑ انہ قد
 ذهب مالی ولفق ما فی یدہ
 وعیالی کثیر فقال ابو عبد اللہ
 اذا قدمت الکوفة فافتح باب
 حانوتک وابسط بساطک وضع
 میزانک وتعرض لرزق ربک
 ففعل ذلک فاثری وصابر
 مع وفاء ط

” میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے عرض
 کیا کہ میرا سب مال دمتاع جاتا ہوا اور
 عیال میرے پیٹ میں کیا گردن؟ حضرت
 نے فرمایا جب کوفہ میں تیرا جانا ہو تو اپنی
 دوکان کے در کھول دینا۔ بساط بچھا کر
 بیٹھ جانا۔ ترار و رکہ دینا اور اس طرح
 خدا کا رزق طلب کرنا۔ اُس نے ایسا ہی کیا
 اور مشہور صاحب ثروت ہو گیا۔“

(۳) امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے پوچھا:-

” تمہارا روزگار کیلئے کیا کرتے ہو؟ میں نے
 عرض کی کچھ بھی نہیں۔ تو فرمایا ایک دوکان
 لے لو۔ اس کے صحن کو چھارو۔ پیانا چھڑکو

فاذا فعلت ذلك فقد قضيت
ما عليك (نکالی الاخبار ص ۱۵۳)
اور فرش بچھا کر بیٹھ جاؤ۔ جب تم نے
اتنا کر لیا تو اپنا حق اور فریضہ ادا کر چکے۔

تجارتی کاروبار اپنا پیشہ بناؤ

(۳) تعرضوا للتجارة فان فيها
غنى لكم عما في ايدي الناس -
جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے
تجارت کا پیشہ اختیار کرو لوگوں سے
بے نیازی کا دار اسی میں ہے۔ (بخاری ص ۴۵)

تجارت و دستکاری | سوال

النبي اى كسب الرجل اطيب
قال عمل الرجل بيده وكل
بيع مبرور (نکالی الاخبار ص ۳۳)
”جناب رسولؐ سے کسی نے پوچھا کہ
سایہ اور کمانے کا طریقہ اچھا ہے؟
فرمایا اپنے ہاتھ سے کام کرنا یعنی
دستکاری اور عمدہ و سچی تجارت۔“

صنعت و حرفت کی ترغیب

ان الله يحب المهتفين -
(نکالی ص ۳۳)
”جناب رسولؐ نے فرمایا۔ (۱۶)
”صاحب حرفت و دستکاری کو خدا درست
رکھتا ہے۔“

جب مومن صاحب حرفت نہیں ہوتا تو دین فروشی کرتا ہے اور دین ہی کو

ذریعہ معاش بناتا ہے

(۷)

كان رسول الله صاعم اذا انظر
الى السهل فاعجبه قال هل
”جب آنحضرتؐ کسی کو دیکھتے اور وہ آپ کو
بھلا آدمی معلوم ہوتا تو پوچھتے تھے

له حرفة فان قالوا لا قال سقط
من عيني قيل وكيف ذلك يا
رسول الله قال لان المؤمن اذا
لم يكن له حرفة يعيش بدينه
(بخاری ص ۴۵)
کہ یہ کوئی صنعت و حرفت کرتا ہے؟
اگر لوگ یہ کہتے کہ نہیں تو آپ فرماتے
تھے کہ یہ شخص میری نگاہ سے غمگینا۔
کسی نے عرض کیا اے رسول خدا! یہ کیوں؟
آپ نے فرمایا اس لئے کہ جب مومن

صاحب حرفت اور پیشہ ور نہیں ہوتا تو وہ اپنے دین ہی کو ذریعہ معاش
بناتا ہے۔“

زراعت پر ورش حیوانات و باغبانی (۸)

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ط
حدیث میں ہے کہ ”مؤمنون“ سے مراد کاشتکار و مزارعین ہیں۔
جناب سرور کائناتؐ سے کسی نے پوچھا کہ کون سا مال بہتر ہے؟ تو آپ نے فرمایا
نر سماع نر سماع صاحبہ و اصلحہ۔ ”وہ کھیتی جسکو کاشتکار بوتا ہے اوس کو
وادی حقہ یوم حصادہ درست کرتا ہے اور کلٹنے سے دن اس کا
حق ادا کر دیتا ہے۔“

پھر اس نے پوچھا زراعت سے بعد کون سا مال بہتر ہے؟ تو فرمایا:-
سراجل فی غنمہ قد تبع بها مواقع القطر یقیم الصلوة ویؤتی الزکوة
مقامات (سبزہ زاروں) میں ان کو لئے
پھر تھے نماز پڑھتا ہے اور زکوٰۃ دے کر رہتا ہے۔
پھر اس نے پوچھا بھڑوں سے بعد کون سا مال بہتر ہے؟ تو فرمایا:-

البقی تغذ و بخیر و تروح بخیرط " کایوں کے گلے جن کو تو بھیجے کہ چرانے
نکلتا ہے اور شام کو واپس آتا ہے۔ "

بجز سوال ہوا کہ بعد گائے کے کون سا مال بہتر ہے؟ تو فرمایا:-

المطعمات فی المحل نعم المشرع الخ " زمانہ قحط میں غذا دینے والے کھجور درخت
رہنمائی خوب ہیں۔ "

کاشتکاری و باغبانی | امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص نے عرض
کی کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زراعت مکروہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا

از سر عوا و اعن سوا واللہ ما عمل " کھیتی کرد باغ لگاؤ بخدا کوئی کام اس سے
انسان عملاً اطمینان مند نہ ہوگا۔ (بخاری) زیادہ حلال اور پاکیزہ نہیں ہے۔

خدا کو سب سے زیادہ پسند پیشہ کاشتکاری ہے۔ | ہارون راوی ہیں کہ میں
نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کاشتکاروں کے متعلق پوچھا تو ارشاد ہوا:-

ہم النار عون کنوز اللہ فی ارضہ " کاشتکار خدا کے خزانوں کو زمین میں ابو
وصافی الاعمال شی احب الی اللہ ہیں۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ
پسندیدہ پیشہ زراعت ہے۔ "

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پسر بزرگوار (امام زین العابدین علی بن الحسین
علیہم السلام) کہا کرتے تھے کہ " بہترین کام کاشتکاری و زراعت ہے کیونکہ اس سے
مومن و بدکار سب ہی فتنے ہوتے ہیں اور حیوانات کو بھی نفع پہنچتا ہے۔ "

باغبانی | جناب رسالت صلیم نے فرمایا:-

من سقى طلحہ ادرسد سرۃ فکانما " جو شخص درخت خرما یا بیری کے درخت کو

سقى موصنا من ظلماء۔

پانی دیتا ہے گویا کہ وہ کسی پیا سے مومن
کو پانی پلاتا ہے۔ (سنن ابی حنبلہ ۳۳۳)

سیرت جناب امیر کے متعلق ارشاد دینی میں مروی ہے:-

کان یغرس الخلد و یبویعھا و یشتوی " جناب امیر کھجور کے باغ لگاتے اور
بشتمنا العبد و یعتقھم " اس کو خریدتا اور اسے آزاد کرتے تھے۔ اور
و یعطیھم مع ذلک ما یغنیھم " ان کی قیمت سے غلاموں کو خرید کر کے آزاد
عن الناس۔ " کر دیتے تھے۔ اور ان کو اتنا مال بھی

دیدیتے تھے جس سے وہ لوگوں کے محتاج نہ رہیں۔
نیز حضرت کے متعلق مروی ہے:-

لقد اعتق الف محلوک من کن علیہ " حضرت امیر المومنین نے ایکس ہزار غلام
تربت منہ یداہ و عرق فیہ " اپنی ذاتی کمائی سے ہمیں میں دست مبارک
جبینہ۔ (سنن ابی حنبلہ ۳۳۳)

خاک آلود اور جبین مقدس عرق ریز ہوئی
تھی خرید کر آزاد فرمائے۔ "

سیرت نبوی و سیرت دیگر پیشوایان اسلام | ابو حمزہ راوی ہیں:-

سألت ابا الحسن علیہ السلام " میں نے ابو الحسن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا
یعمل فی سرائلہ قد استنقعت " کہ اپنی ایک زمین میں اپنے ہاتھوں سے
قد ساء فی العرق فقلت لا جعلت " کام کر رہا تھا اور دونوں پاؤں بھرا

نداء ایسا کہ قال یا علی " درپیش سے آلودہ تھا۔ میں نے یہ دیکھا کہ
قد عمل بانہ من هو خیر منی فی " عرض کی کہ میں آپ پر فدا کیا جاؤں گا۔

اس صبر و من ابی فقلت ومن هو کہاں ہیں؟ (جواب) خود محنت و مشقت
قال رسول الله وامير المؤمنين وابائی برداشت کر رہے ہیں) فرمایا۔ اے علی!
کلکم کانوا قد علموا بیدیکم وھو من اپنے ہاتھوں سے اون لوگوں نے کام کئے
عمل النبیین والی سیدین والاوصیاء میں جو خدا کی زمین میں مجھ سے بہتر تھے۔
والصالحین۔ (الحادی الاخبار ط ۳۳) میں نے عرض کی وہ حضرات کون تھے؟ فرمایا

جناب رسالتؐ اور امیر المومنین اور میرے سب باپ دادا اپنے ہاتھوں ہی
سے کام کیا کرتے تھے۔ اور انبیاء و مرسلین، اوصیاء و صالحین کا بھی طریق
عمل یہی رہا ہے۔“

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:-

انی لا عمل فی بعض ضیاعی حتی اعرق ”میں اپنی زمینوں میں خود کام کرتا ہوں۔
وان لی من یکفینی لیعلم الله انی اطلب یہاں تک کہ پسینے میں ڈوب جاتا ہوں۔
الرازق الحلال (الحادی الاخبار ط ۳۳) حالانکہ میرے پاس خدمتگار موجود ہو سکتے
ہیں جو میری مدد کر سکتے ہیں۔ میں ایسا اس غرض سے کرتا ہوں تاکہ خداوند عالم
جانی لے کہ میں رزق حلال کا طالب ہوں۔“

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:-

کان امیر المومنین یحج فی الھاجرۃ ”حضرت امیر المومنین علیہ السلام دو پہر کی شہادت
فی الحاجۃ قد کفھا یرید ان یراہ ”گرچہ میں خود حاجات و ضرورت پائنت کے لئے
الله یتعجب نفسہ فی طلب الحلال“ نکل کھڑے ہوتے تھے حالانکہ آپ کی مدد کرنے
والہ موجود تھے۔ ”مگر آپ کا مقصد یہ تھا کہ خداوند عالم یہ دیکھ لے کہ

طلب حلال میں آپ اپنے نفس کو تعب میں ڈالتے ہیں۔“

روایات مندرجہ بالا کے مضامین کا خلاصہ | ان روایات و اخبار سے
مندرجہ ذیل نتائج نگاہ عقل کے سامنے آتے ہیں:- (۱) اسلام کو گداگری سے نفرت ہے
بے ضرورت سوال کرنا اور بھیک مانگنا اس کے نزدیک ناجائز اور برا کام ہے۔

(۲) اسلام کو یہ گوارہ نہیں کہ کوئی تندرست و توانا آدمی اپنا بار معیشت دوسروں پر
ڈالے وہ اس کو قابل لعنت کام قرار دیتا ہے۔ اور وہ کاپلی وستی کا سخت مخالف ہے۔

(۳) زیادہ سے زیادہ افراد کا سبب پیدا کرنا۔ تجارت۔ زراعت، صنعت
و حرفت۔ کو فروغ دینا۔ زمین کی آبادی اور کسب معاش کے جائز ذرائع و وسائل
کو وسیع کرنا۔ اس کا عظیم الشان نصب العین ہے۔ ذوق اسلامی راہبانہ و جوگیا نہ
طریقوں سے حاصل کی ہوئی معاش کو اکل بالباطل ”یعنی حرام خوری قرار دیتا ہے۔
یا ایھا الذین آمنوا ان کثیراً ”اے ایمان لائے والو! یقیناً یہود و
من الاحبار و الرھبان لیاکلون ”نصاری کے بہت سے علماء اور راہب
اموال الناس بالباطل (توبہ) لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں۔“

(۴) زراعت و تجارت و باغبانی اس کے نزدیک وسائل معاش کے اعلیٰ
اقسام ہیں۔ نوکری۔ مزدوری۔ متاجری۔ گدہ تجارت کے برابر اہمیت نہیں
دیتا۔ اور اس کی وجہ بھی بتاتی ہے۔

اہل ہجرت کے کاموں سے تجارت بہتر ہے اور اس کا سبب! | عمار سابط
ناقل ہیں کہ میرے سوال کے جواب میں جناب صادق آلہ علیہم السلام نے فرمایا:-

لا یواجہ نفسہ و لکن لیستقر قلبہ ”کوئی شخص اپنے نفس کا سودا نہ کرے
بلکہ اپنے دل کو مستقر کرے۔“

عن رجل ويطلب ذاته اذا اجس نفسه خطر على نفسه الرزق -
 بلکہ خدا سے رزق کا طالب ہو۔ (یعنی
 اجرت پر کام کرنا۔ اپنا ذریعہ معاش نہ بنا
 اور تجارت کا پیشہ اختیار کرے کیونکہ اپنے نفس کا معاملہ اجرت پر کرنے
 سے رزق کم ہو جاتا ہے۔

اصول اجمال فی الطلب "تحصیل رزق کیلئے سعی و محنت کے عمدہ طریقے اختیار کرو"

جناب رسالت اکرامیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
 ايها الناس ان الرزق مقسوم بينكم و
 مرد ما قسم له فاجتهدوا في الطلب
 "لوگو! رزق خدا کی طرف سے تقسیم شدہ
 ہے جس کی قسمت میں جتنا رزق ہے وہ
 اُسے ضرور ملے گا۔ لہذا طلب رزق میں
 اچھے طریقے اختیار کرو۔"

اصول اجمال فی الطلب کا خلاصہ | جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

تخفف في الطلب واجمل في المكتب
 فانہ سب طلب قد جرد الى حرب
 "طلب رزق میں نرم رفتار سے چلو کسب
 میں اچھے طریقے اختیار کرو کیونکہ اکثر معاش
 رنج البلاغہ حصہ دوم ص ۱۲
 شیخ محمد عبدہ مہری شارح رنج البلاغہ نے مذکورہ جملوں کی شرح یوں کیا ہے:-

۲ سعی سعیا جمیلا لا یحس ص
 یعنی آدمی سعی جمیل اختیار کرے نہ محنت
 فیمنع الحق ولا یطمع فی تئادل مایس
 بخرے اور نہ کسی کا حق ~~دھوکے~~ اور نہ طمع کرے
 اور وہ چیزیں ملے جو اس کا حق نہیں ہیں۔

طلب رزق و کسب معاش میں اچھے اور معتدل طریقے اختیار کرنے کا حکم
 دیتے ہوئے اس کی مصلحت بھی بتا دی ہے۔ یعنی حرص و ہوا کے ماتحت غیر جمیل
 سعی و طلب کا انجام یہ ہوگا کہ حقداروں کے حقوق تلف ہوں گے۔ آدمی دوسروں کے
 حق کو روکے گا۔ اور وہ مال و دولت بھی حاصل کرے گا۔ جس کا اس کو حق نہیں ہے
 اور اس طرح آپس میں جنگ و پے کار چھڑ جائے گی۔ طلب الملک کا انجام فوت الملک
 ہوگا۔ اور اس طریقہ پر تعمیر معاش میں صورت تخریب مضمر ہوگی۔ کیا آج ہمارے
 سامنے دنیا کی معاشی پیچیدگیاں اور فتنہ سالانیاں نہیں ہیں۔ جو صرف اجمال فی الطلب
 کے اصول پر عمل نہ کرنے کا تلخ نرہ اور ہلک نتیجہ ہیں۔ کیا پُر آشوب حالات ظالم یہ
 درس عبرت نہیں دیتے کہ بُری طرح کمانے کا انجام سب کچھ کھو دیتا ہے۔؟
 طلب رزق کے معتدل حدود | امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:-

منہ ط

لا تجاهد الطلب جهاد الحدو
 ولا تتکل علی اقدار آکال المستل
 فان الشاء افضل من السخنة
 والاجمال فی الطلب من العفة -
 "طلب معاش میں اتنی جدوجہد نہ کرو جتنی
 دشمن کے مقابلہ میں کیا جاتا ہے اور نہ تقدیر
 کے بھروسہ پر ہاتھ پر ہاتھ دھرتے ہوئے
 رہنے والے کا طریقہ اختیار کرو معاش
 میں زیادتی پیدا کرنا سنت ہے اور طلب معاش میں عمدہ طریقہ اختیار
 کرنا شعار عفت ہے۔"

دوسری حدیث میں ہے:-

ولیکن طلب المعیشتہ فوق
 کسب المیضیع دون طلب الحق
 "طلب معاش میں تمہاری کوشش اس شخص
 سے بالاتر ہونی چاہئے جو بیکاری میں لگے۔"

امراضی بالذنیاء المطمین الیہا
ولکن انزل نفسک من ذلک
بمنزلة المنصف المتعفف -
(بحار جلد ۳ ص ۱۲)

اپنی معاش کو ضائع کرتا ہے اور اس جہلی
سے کم جو دنیا ہی پر راضی اور مطمئن ہوئے
بلکہ اپنے نفس کی منزل ان دونوں کے درمیان
وہاں قرار دو جہاں انصاف پروردگار
کا مقام ہے۔

حرفیانہ مقابلہ و مفاحزرت کے خیال سے بطریق حلال تحصیل دولت و مال
بھی باعث غضب الہی ہے

طلب حلال میں بھی سرمایہ دارانہ و حرفیانہ مقابلہ اور مسابقت نہ ہو۔ مال و دولت میں
کثرت طلبی خالص دنیا داری کا رنگ اختیار کر لے۔ اس کا انجام تکاثر و تفاخر ہو۔ معاشی میدان
عمل میں کامیاب اپنی کامیابی کو ناکاموں پر فخر کا ذریعہ بنائے۔ یہ اغراض اسلام کی نظر
میں فاسد اور قابل نفرت ہیں۔ اور کسب حلال بھی اگر ان اغراض کے ماتحت ہوگا
تو باعث غضب خداوندی قرار پائے گا۔

اس حدیث نبوی میں یہ بات واضح کی گئی ہے۔
من طلب الدنیا حلالاً لم یکن مکاراً صافاً
لقى الله وهو عليه غضبان ومن
طلبها استعفافاً عن المسئلة و
سیاسة لنفسه جاء يوم القيامة
وجھه كالقمر ليلة البدر ساطع
(اصول کافی جلد ۲ ص ۳۰)

جو آدمی حلال طریقوں سے بھی دنیا کی طلب
اس غرض سے کرے گا کہ کسب مال و دولت
دوسرے دہا سے بڑھ جائے۔ اور اس
بات پر فخر کرے تو خدا کے سامنے اس
طرح آئے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔
اور جس کا مقصد طلب دنیا سے یہ ہوگا

کہ ذلت سوال سے اپنے نفس کو بچائے تو قیامت کے دن اس حالت
میں آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔
یہ حدیث طلب اسباب معیشت کی جائز و ناجائز اغراض کو متعین کر دیتی ہے
اور اس پر قبضہ کرتی ہے کہ سرمایہ دارانہ ذہنیت اور حرفیانہ مقابلہ و کشمکش جذبہ
تفاخر و تکاثر کسب حلال میں بھی ناقابل برداشت ہے۔ اسلام کی نظر میں وہ
سعی معاش و طلب رزق ممدوح ہے جس کی نیت بخیر اور طریق کار اخلاقی نقطہ نظر
سے درست ہو۔

پرہیزگاری و خوش کرداری کا فرائض رزق میں دخل
میں حسن نیت و صلاح کار و خوبی کردار کو انسان کی وجہ معیشت و رزق کی اصلاح
میں بڑا دخل ہے۔ جس سے چند شواہد یہ ہیں :-

(۱) لَيْبِيكَ يَا ذَا النِّينِ اٰمَنُوا وَخَلُّوا
الصَّالِحَاتِ اَدْ لَيْبِكَ لَكُمْ مَغْفِرَةٌ
دَرْ سَرَقَ كَيْفَ يَصْرُ (سبا)

تاکہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اپنے
کام کئے خدا ان کو جزا و جزع عطا کرے۔
یہ لوگ وہ ہیں جن کے واسطے گناہوں کی

مغفرت اور باعزت روزی ہے۔
(۲) مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ
مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ
لَا يَحْسِبُ ط

جو شخص خدا سے ڈرے گا تو خدا اس
کی نجات کا راستہ قرار دے گا۔ اور
اس کو ایسی جگہ سے روزی دے گا
جہاں سے اُسکو دہم و گمان بھی نہ ہو۔

تنگ معاش اور زوال نعمت کے اسباب
عن امیر المومنین سادات

نعمتہ قوم ولا غصا رة عیش
الامیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا
کہ کسی قوم کی نعمت اور سکھ اور چین کی
زندگی پر زوال نہیں آیا۔ مگر اُس کے افراد
نہیں بظلام للعبید ط

کے گناہوں کی وجہ سے۔ خدا تو بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

آخر ایش رزق حسن نیت سے وابستہ ہے۔

من حسنت نیتہ مزید فی رزقہ
”جس کی نیت اچھی ہوگی اس کا رزق زیادہ ہوگا“

توکل بھی وسعت معاش کا ذریعہ ہے۔

من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ
”جس نے خدا پر بھروسہ کیا تو وہ اُس کے
لئے کافی ہوگا۔“ (خلاق)

ارشاد نبویؐ ہے۔

انکم تترکون علی اللہ حق
”اگر خدا پر پورا بھروسہ تمہیں ہو تو روزی
تو کلمہ لے زقم کما ترزق الطیر
تمہیں اُس طرح ملنے لگے گی جس طرح
تغذد خاصا و تروح بظانا ط
پرندوں کو ملتی ہے کہ وہ جسے کو بھوکے
جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔“

جن دماغوں میں غبارِ ناویت بھرا ہوا ہے وہ تعجب سے یہ سوچنے لگیں گے
کہ دینی معیشت کے اسباب میں اخلاق و روحانیت کی تاثیر و مداخلت کیسی ہے مگر
یہ ایک حقیقتِ ثانیہ ہے جس کا تجربہ ہر انسان کر سکتا ہے۔ بلکہ ہمارے روزمرہ
کے مشاہدات اُس کے ثبوت کے لئے کافی ہیں۔

علم طلب معیشت اور حکم توکل میں تحدیدیت نہیں | ممکن ہے کہ اس مقام پر کسی

یہ غلط فہمی ہو کہ توکل اور طلب معیشت دونوں باتیں باہم ضدیت رکھتی ہیں۔ خدا پر
بھروسہ اور تلاشِ رزق میں دوڑ دھوپ دونوں پھیریں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔
اس لئے ضروری ہے کہ ”توکل“ سے صحیح مفہوم اور حقیقت کا باہت پیشوا۔
اسلام کی تعلیمات پر نظر کی جائے۔ اور یہ دیکھا جائے کہ اُن حضرات نے جو علم
”توکل“ کا دیا ہے اُس کے معنی کیا ہیں۔

تدبیر کے بعد تقدیر پر بھروسہ۔ سعی عمل کے بعد توکل | مردی ہے۔

(۱) ابن اعلیٰ بیاد خل مسجد النبویؐ
”ایک اعرابی مسجد نبویؐ میں آیا تو آنحضرتؐ نے
اس سے پوچھا کہ نے اپنی اڑتوں کے
پاؤں کو باندھ دیا ہے، دشمن نے عرض
کی کہ نہیں میں نے خدا پر بھروسہ کر کے
بھوڑ دیا ہے۔ تو آپؐ فرمایا کہ اس کے پاؤں رسی سے باندھ دے اور خدا پر توکل کر۔“

(۲) ثانی الاخبار ص ۱۵۶
اس ارشاد نبویؐ کی بنا پر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔
التوکل ان تعقل ببیرک ثم تقول
”حقیقت توکل یہ ہے کہ تم اپنے ادب کے
توکل علی اللہ۔“

پاؤں کو باندھ دو۔ پھر کہو توکل علی
اللہ (مجھے خدا پر بھروسہ ہے)

حقیقت توکل کے متعلق ارشاد نبویؐ

العلم بان المخلوق لا یضد ولا یمنع
”توکل“ یہ جان لینا ہے کہ کوئی فرد مخلوق نہ
دلائل عقلی و لایمنع و استحصال الیہا
عزیز ہو نہ نجا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے
من المخلوق فاذا کان العبد کن ذلک
عطا کرنا اور روکنا کچھ بھی اس کے ہاتھ

لَمْ يَمُتْ إِلَى أَحَدٍ سِوَى اللَّهِ وَلَمْ
يَرْجِعْ لَمْ يَخِفْ سِوَى اللَّهِ وَلَمْ يَطِيعْ
فِي أَحَدٍ سِوَى اللَّهِ فَهَذَا أَهْوَى التَّوَكُّلِ -
(رُتَبُ الْإِيمَانِ ص ۱۵۶)

سوا خدا کے نہ کسی کا خوف اس کے دل میں ہوگا۔ اور نہ اس کی طمع سوا

خدا کے کسی سے وابستہ ہوگی۔

(۳) قَوْلُ خُدا وَنَدَى رَمَائِلُ مِنْ أَكْثَرِهِمْ الْأَوَّلُ مِنْهُمْ شَرُّ كَوْنٍ کی تفسیر میں جناب

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

هُوَ قَوْلُ الرَّجُلِ لَوْلَا فَلَانٌ لَهْلَكْتُ

وَلَوْلَا فَلَانٌ مَا أَصْبَحْتُ كَذَا كَذَا

وَلَوْلَا فَلَانٌ لَضَاعَ عِيَالِي الْأَتْرَى

إِنَّهُ قَدْ جَعَلَ لِلَّهِ شَرِيكَاً فِي مَلِكِهِ

يَرْزُقُهُ وَيُدْفَعُ عَنْهُ قَالِ ابْنُ أَبِي

فَيْقُولُ مَاذَا يَقُولُ لَوْلَا أَنْ مِنْ اللَّهِ

عَلَى بَفْلَانٍ لَهْلَكْتُ قَالِ نَعَمْ

لَا بَأْسَ بِهَذَا الرَّجُلِ

(رُتَبُ الْإِيمَانِ ص ۱۵۶)

کہ اگر خدا نے فلاں آدمی کے ذریعہ سے مجھ پر احسان نہ فرمایا ہوتا تو میں ہلاک

ہو جاتا ہے فرمایا ہاں، اس طرح کی باتوں میں مضائقہ نہیں۔

امام کا مقصد یہ ہے کہ اگر بنظر تحقیق غیر خدا پر اعتماد کی تحقیق و تشریح کی جائے تو
ظاہر ہوگا کہ خدا پر یقین نہ ہونا یعنی کفر باطنی ہی اس کا نشانہ ہو کر رہتا ہے۔ اگر خدا پر
یقین و اعتماد کا اس کی ذہنی و باطنی دنیا میں پورا داخل ہو تو غیر خدا پر بھروسہ قائم
ہونے کی کوئی وجہ باقی نہ رہے گی۔

حقیقت توکل خدا کے بھروسہ پر عمل کرنا ہے نہ کہ بے عمل بن جانا۔

انما ہادیث سے ثابت ہوا کہ "توکل" کے معنی اپنے امور میں خدا کو دلیل بنانے

کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو اپنا دلیل اسی وقت بناتا ہے جبکہ اسی

پر پورا اطمینان و اعتماد رکھتا ہے۔ لہذا "توکل" سچی عمل اور تدبیر کے خلاف

نہیں ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی خدا پر بھروسہ کر کے تدبیر و سعی عمل سے

ہاتھ پھینک دے اور موصول ہو کر بیٹھا اللہ اللہ کرتا رہے۔ حقیقت "توکل" خدا

کے بھروسہ پر عمل کرنا ہے نہ کہ بے عمل بن جانا۔ بات یہ ہے کہ انسان کسی اعتماد اور

کسی بل بوتے پر ہی کوشش کر سکتا ہے۔ اگر امید اور اعتماد بالکل نہ ہو تو مطلقاً کسی

وقت کی حالت میں اس کی قوت عمل میں حرکت پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ تحریک عمل

کے لئے اعتماد کا سہارا ضروری ہے۔ انسان کے لئے معاش و معاویہ کی مثال

حاضر و غائب، عاجل و آجل، امر و زور و فراہ کی ہے۔ معاشی ضرورتیں اس سے

احساس مواد و آخرت سے پہلے دانگیر ہوتی ہیں۔ جب وہ میدان میں آتا ہے تو

اسباب معاش و رزق کے طویل مسائل سارے عالم علوی و سفلی میں پھیلے

نظر آتے ہیں۔ اس کو ایک وقت کی غذا حاصل ہونے میں زمین و آسمان اُپر و

اتوا۔ چاند و سورج، اور بہت سی علوی و سفلی، مخفی و ظاہر طاقتوں کا دخل

نظر آتا ہے۔ اس کا بھی احساس ہوتا ہے کہ خود اس کی قوت عمل و تدبیر بھی اسباب
معیشت کی تکمیل میں دخل رکھتی ہے۔ اب اس کے سامنے دو ہی صورتیں ہوتی ہیں
یا تو اپنی قوت اور عالم اسباب میں بکھرے ہوئے اسباب و وسائل پر بھروسہ
کرے یا کسی ایسی طاقت پر جو تمام قوتوں پر حاوی اور تمام اسباب و وسائل پر
محیط ہے۔

پہلی صورت میں اس کو ذہنی و قلبی انتشار کا سامنا ہوگا۔ اس کی امیدوں و
آرزوؤں کا واحد مرکز نہ ہوگا۔ پریشانی خیال اس کے دامن سے وابستہ ہوگی۔
ایک بتائے نکر معاشی انسان کو بھی علوی اسباب کی عاجزانہ خوشامد کرنی ہی پڑے گی
اور کبھی سفلی وسائل کی رضا جوئی کی فکر و جذبہ پریشانی خاطر ہوگی۔ کبھی سماوی طاقتوں کی
تاراضی کا ڈر اور کبھی ارضی قوتوں کی غضبناکی کا اندیشہ غرض امیدوں کی یہ لامرکزیت
اس کو سکون قلب سے کبھی آشنا نہ ہونے دے گی۔ اور اس کے حال پریشانی کی
تصویر اس صورت کے مطابق ہوگی جو اس آیت مبارکہ کے آئینہ میں دکھائی گئی ہے۔

خَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا سَرَّ جَلًّا فِيهِ ۖ
شَرَّ كَأَمْ مَثَلًا كِسُوفٍ وَرَجَلًا ۖ
سَلَّمَ لِمَا يَلْعَنُ لِيَوْمَئِذٍ مَثَلًا ۖ
(ایک شخص غلام) ہے جس میں کئی عجبات
(آقا) شریک ہیں۔ اور ایک غلام ہے

جو صرف ایک ہی شخص کا ہے۔ تو کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟
عالم اسباب میں ہر جانب پھیلے ہوئے اسباب معاش و وسائل رزق سے
امید و اعتماد کی وابستگی ہی شرک جلی و خفی کا مبداء بنتی ہے۔

دوسری صورت میں اس کی معاشی امیدوں کا ایک مرکز ہوگا۔ عالم کے

تمام منتشر مختلف اسباب ایک مرکزی نظام کے ماتحت واحد مسبب الاسباب سے
وابستہ نظر آئیں گے۔ اور اس کی عقیدت و نیاز مندی کا صرف مرکز اعتماد و وابستہ ہونا
اس کو پریشانی ذہن و خیال سے بچا کر اطمینان و سکون خاطر کی نعمت سے بہرہ مند
کر دے گا۔ اَلَا بَیِّنٌ كَسِرَ اللَّهُ تَطَلُّعَ الْقُلُوبِ (دلوں کا اطمینان صرف خدا کی
یاد سے وابستہ ہے)

اصول توکل کا حاصل اور اثر اسلامی نظام معیشت میں اصول "توکل"

کا حاصل یہ ہے کہ معیشت کی بہتری کے لئے کوشش کرو۔ مگر کامیابی کے لئے اسباب
پر بھروسہ نہ کرو۔ بلکہ مسبب الاسباب پر نظر رکھو۔ روزی و رسان کے فضل
و کرم کے اعتماد پر میدان عمل میں جدوجہد کرو نہ کہ اپنی محدود و عاجز قوت عمل
اور دیگر اسباب و وسائل کے بھروسہ پر۔ اس سے مقصد و تکمیل اسباب
رزق سے دست برداری کی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ اسباب پر کلی اعتماد و ذکر کرنے
کی ہدایت ہے۔ ذہنی انتشار پریشانی خیال اور شرک خفی و کفر باطنی سے

محفوظ رکھنا اس اصول کا اصل نصب العین ہے۔ اسی نصب العین کے
ماتحت قرآن مجید کے بے شمار آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ رِزَّاقِ حَقِيقِی خدا ہے
تمام اسباب علوی و سفلی اوسے سخر و تابع فرمان ہیں۔ وہ اس قابل نہیں

کہ ان کو امیدوں کا مرکز بنایا جائے۔ ساتھ ہی اس کے ان اسباب سے
بھی قطع تعلق نہ کیا جائے۔ جن سے خدا نے سببیت کو اس طرح مرتب کر دیا ہے
کہ ان کے بغیر وہ کبھی عالم وجود میں نہیں آتے۔ ان سببیت کا ان اسباب سے

مشروط ہونا۔ اور ان کے بغیر حاصل نہ ہونا فطرت کا ایک عام اصول ہے جس کے

خلاف کبھی نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ہمارے سامنے کھانا رکھا ہے۔ ہم بھوکے اور محتاج غذا بھی ہیں۔ مگر اس کا ہمارے منہ میں جانا اور ہمارا رزق بننا اس کی طرف ہاتھ بڑھانے۔ ہاتھ سے منہ میں رکھ کر دانتوں سے چبانے پر موقوف ہے۔ اور یہ ایسی شرطیں ہیں جن کے بغیر وہ کھانا فطرت کے عام اصول کی بنا پر ہماری غذا اور ہمارا رزق نہیں بن سکتا۔ اب ہم اگر سوچیں کہ ہم کو خدا پر توکل کرنا چاہیے۔ اور شرط توکل عدم سعی و طلب ہے اور ہاتھ کو کھانے کی جانب بڑھانا اور اس سے اس کو دھن تک لانا پھر دانتوں سے چبانے کا تمام امور سعی و حرکت و عمل ہیں۔ لہذا ان کو چھوڑ کر خدا پر اعتماد کرنا چاہیے۔ وہ خود کھانے وہ خود کھائے دین تک پہنچا دے گا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا خیال مجنونانہ ہوگا۔ اس کو توکل سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ صورت مذکورہ میں "حقیقت توکل" تو یہ ہوگا کہ ہم ہاتھ بڑھائیں اور کھائیں۔ اور اس کام میں رزاق حقیقی کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ اثناء عمل میں ہاتھ شل ہو جائیں۔ یا ایسے حالات و اتفاقات پیدا ہو جائیں جن کی وجہ سے سامنے رکھا ہوا کھانا ہمارا رزق نہ بن سکے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

ادب اللہ لعلہ لعلہ ان یطلبوا منہ
مقاصدہم بالاسباب الی سببہا
لذلک و امورہم بذلک ط
(جامع السعادات ص ۵۳۴)

کرنے کا حکم دیا ہے۔
نظر و مقصد و عمل کے اعتبار سے اسلام کا نظام معیشت ایک قسم کا

مقتدل نظام اشتراکیت و مساوات ہے۔ اشتراکیت سے مراد زمانہ حاضرہ کا نظام اشتراکیت کیونترزم نہیں ہے۔ کیونکہ اس نظام کے بعض بنیادی نظریات اگرچہ نظام اسلام سے ماخوذ ہیں مگر طریق کار میں بہت زیادہ اختلاف ہے چونکہ اسلام کو اشتراکی نظام کہتے ہیں۔ مخالف اسلام اشتراکیت سے اس کا التباس و اشتباہ پیدا ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ گناہ بتر ہو گا کہ اسلامی نظام اخوت و مودت و عدل۔ و مساوات کا نظام ہے۔ جو سرمایہ داری اور سرمایہ دارانہ ذہنیت اور ان تمام اسباب کا دشمن ہے جن کا انجام یہ ہو کہ مال و دولت مخصوص طبقوں میں سمٹ کر محدود ہو جائے۔ عام بندگان خدا مبتلائے فقر و احتیاج ہو جائیں چند افراد دولت و ثروت کے اندر لوٹے رہیں۔ اور سرفرازانہ تعیش پرستی میں زور و مال لٹا دیں۔ اور دوسرے خدا کے بندے نان شبینہ کے محتاج ننگے بھوکے بے رحمان پھرتے اور سامان معیشت کے لئے ترستے ہوں۔ ان مقاصد سے بچنے کے لئے جو امور ضروری تھے۔ ان کا مکمل بند و بست نظام اسلام کے پیش نظر ہے۔

د امر اول) فاسد سرمایہ داری اور مال و دولت کا ذخیرہ اندوزی کا مذموم جذبہ

جن اسباب سے پیدا ہوتا ہے ان کو ایک حدیث میں گویا بیان فرمایا ہے :-

لا یجتمع المال الا بخمس حصاں
شدید و امل طویل و حس
غالب و طبیعتہ السخیم و ایتھاسرا
الدنیا علی الآخرة۔ (ربکارم)

نظام اسلامی نے ان تمام فاسد خصال ہر انسان کو پاک رہنے کا ہدایت فرمائی ہے۔

بخل کی مذمت لَا تَحْسَبَنَّ النَّاسَ
يَسْجُلُونَكَ بِمَا أَتَاهُ اللَّهُ مِنْ
نِعْمَةٍ هُوَ خَيْرٌ لِّهَمَّكَ هُوَ
شَرٌّ لِّهَمَّكَ سَيُطَوَّقُونَ مَا
يَسْجُلُونَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
(آل عمران)

طوق بنا کر عنقریب قیامت کے دن ان کے گناہ میں پھنسا دیا جائے گا۔
وہ جس نے بخل کیا اور بے نیا زوے پر را
بنا اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اسے
تنگی (و بد حالی) میں ڈال دیں گے۔ اور
جب وہ ہلاک ہو گا تو اس کا مال اس کے
کچھ بھی کام نہ آئے گا۔
(سورۃ الليل)

حدیث نبوی ہے۔

إِيَّاكُمْ وَالشَّيْخَ فَاثَهُ (صَلَاتُ)
مَنْ كَانَ تَبْلُغَ حُلُمِهِمْ أَنْ يَسْجُلُوا
دَمَاءَهُمْ وَيَسْتَحْلُوا مَحَارِمَهُمْ
(جامع السعادات)

نیز حضرت نے فرمایا۔

البخل شجرة ينبت في الناس

تم بخل کی خصلت سے بچو کیونکہ وہ اگلی
امتوں کی ہلاکت کا سبب بن چکی ہے
اسی نے انھیں فون بنانے اور مردوں کو
برباد کرنے پر آمادہ کیا تھا۔

بخل ایک درخت ہے جو دوزخ کی آتش

ولا يسلح الناس إلا بخيل ط زمین میں آتا ہے اور بخیل ہی دوزخ کی آگ میں اگل گیا۔
نیز آپ کا ارشاد ہے۔

ادوی الداء البخل۔

البخل بعید من اللہ بعید من
الناس بعید من الجنة قریب
من الناس (جامع السعادات)

طول المل کی مذمت اذکرهم
یا کلموا ویتمتعوا ویلهمهم
الامل فسوف یعلمون ط

خفت رکھیں عن قریب (اس کا انجام) انھیں معلوم ہو جائیگا۔
حدیث نبوی ہے۔

ان اشت ما اخاف علیکم خصلتان
اتباع الهوی وطول الامل اما اتباع
الهوی فانه یعدل عن الحق واما
طول الامل فانه یحب الدنیا۔

اور لمبی آرزوئی محبت دنیا پیدا کوئی ہیں۔
نیز حضرت کی ایک دعا یہ ہے۔

اللهم انی اعوذ بک من دنیا تمنع
الاخرة و اعوذ بک من حیات
اس دنیا سے جو آخرت کی سعادت میں رکاوٹ

وہ بدترین سرگن کج دہی ہے۔
بخل خدا سے دور ہے ان لوگوں سے دور
جنت سے دور ہے۔ دوزخ کی آگ
سے قریب ہے۔

انھیں (ان کے حال پر) چھوڑ دو کہ کھائیں
(پئیں) اور (دنیا کی چند روزہ زندگی میں)
چین کر لیں اور ان کی آرزوئیں انھیں گرفتار

وہ مجھے تم پر جن باتوں کا خوف ہے ان میں
دو خصلتیں سب سے زیادہ سخت ہیں۔
خواہشوں کی پیروی اور لمبی لمبی آرزوئیں
خواہشوں کی پیروی حتیٰ سے پھرتی ہے

تمنع خیر المہات و عوذ بک من
اصل يمنع خیر الاصل۔

(جامع السعادات ص ۱۹)

ہوتی ہو۔ اور اس زندگی سے جو اچھی
موت مرنے سے مانع ہو اور اس آرزو

اس دعا میں حضرت نے تین چیزوں سے اپنا راز فرت فرمایا ہے۔ اور خدا سے پناہ
مانگی ہے۔ ایسی دنیا جو خیر آخرت مانع ہو۔ ایسی زندگی دنیا جو اچھی موت مرنے سے
روکے۔ ایسی لمبی آرزو میں جو حسن عمل و خوبی کردار سے مانع ہوں۔

حرص و طمع نہ کرو | لا تَمُدَّنَّ
عَيْنِي إِلَى مَا مَتَّعْتَهُ أَزْوَاجًا
منہم ساء صرة الحيوة الدنيا
” (اسے پیڑ پالیا ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں
کو زندگی دنیا کی رونق کے سامان دیے
ہیں تاکہ اس ذریعہ سے ہم ان کو نکالیں
تم ان مردمانوں کی طرٹ نظریں نہ بڑھاؤ

قطع رحم کی مذمت صلہ رحمی نہ کرنا موجب لعنت خدا ہے

” وہ لوگ جو خدا کے عہد کو اس کے مصیبت
کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور جن (باہمی تعلق)
سے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں قطع
کرتے ہیں زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اللہ
ہی لوگوں کے واسطے برا کرم (دور زنا) ہے
” اس خدا سے ڈرو جس کے ذریعہ سے
تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اور

صلہ رحمی کا تا کیدی حکم (۱۲۱)
وَتَقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسْتَعِينُونَ

بِهِ وَالْأَسْخَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ
سَاقِيبًا (نساء)

قطع رحم (قرابت اردو کے حقوق کا پھندا
میں کوتاہی کرنے سے بھی درد بیشک
ہذا التمار انکراں ہے۔

حلیت نبویؐ ہے۔

ان ابغض الاعمال الى الله تعالى الشك
بالله ثم قطيعة الرحم۔

” خدا کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند کام
شرک ہے۔ اور اس کے بعد قطع رحم یعنی حقوق

(جامع السعادات ص ۳۳) قرابت کو عنایہ کرنا۔

قطع رحم باعث تعجل فنا اور سلب نعمت | جناب امیرؑ نے ایک خطبہ میں فرمایا
اعوذ بالله من الذنوب التي تعجل الفناء اوس وقت ایک شخص نے اٹھ کر یحیا
” کیا ایسے بھی گناہ ہیں جو جلد فنا کو دے جائیں! آپؐ نے فرمایا:۔

۱۰۹۸
۸۷

نعم و تلك قطيعة الرحم ان اهل
البيت ليحتمون ويتواسون دهم
فجاءت فيهم ففهم الله عز وجل و
ان اهل بيت ليسف قون و يقطع
لبعضهم بعضا فيحرمهم الله دهم
القيام۔

” ہاں قطع رحم ایسا ہی گناہ ہے۔ بعض گھر
والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو باہم اتفاق
رکھتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ہمدرد
رہتے ہیں تو باد جو داس کے کہ بدکار رہوں۔
خدا ان کو صلہ رحمی کا بدولت رزق عطا کرتا
ہے اور بعض گھرانے والے جو اخلاق پسند

ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے قطع تعلقات کر لیتے ہیں تو خدا ان کو رزق

سے محروم کر دیتا ہے۔ اگرچہ وہ بہریر کار ہوں۔

صلہ رحمی نہ کرنے سے مال ستر یروں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے | نیز آپؐ فرمایا:۔

وَمَا كُنْزُ الشَّيْءِ إِلَّا لِمَا
وَيُجِبُونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (مجن)

سکر ترغیب دیتے ہو اور میراث کے مال
در حال حرام کچھ سمیٹ کر رکھ جاتے ہو

اور مال کو بے حد عزیز رکھتے ہو

۱۳) إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ
إِنَّ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ لَاشْهَادًا إِنَّهُ
يُحِبُّ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (وہاویات)

یقیناً انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا
ہے اور وہ یقیناً خود بھی اس پر گواہ ہے
اور بے شک وہ مال کا سخت حریص ہے

۱۴) يَا أَيُّهَا كَاثِبُ الْقَاصِيَةِ مَا أَعْنَىٰ
عَنِّي مَالِيَّةٌ هَلَكْتُ عَنِّي سُلْطَانِيَّةٌ
مَدُّوا وَلَا فَخْلُهَا شَمَّ الْجِي حَيْمُ
صَلُّوا ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ دُرِّ عُمَّا
سُبُحُونَ ذُرَّاعًا فَاسْلِكُوا إِنَّهُ
كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَلَا
يُحْضِرُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمُسْكِينِ (الحاقہ)

تمام کر دیا ہوتا۔ میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔
(ہائے امیر! اقتدار مجھ سے جاتا رہا، پھر حکم خدا
ہوگا) اسے گرفتار کر کے طوق پہنا دو۔ پھر
اسے دو زنج میں جھونک دو۔ پھر اسے
ایک ایسی زنجیر جو ستر گز کی ہے خوب
جکڑ دو (کیونکہ) یہ نہ تو عظمت واسے
خدا پر ایمان لاتا تھا۔ اور نہ محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔

۱۵) فَلَا تَحْبِرْكُمُ أَمْوَالُهُمْ وَلَا
أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَ
بِمَا فِي الْجِبُولِ الذَّالِقِينَ ط

وہ ان کے مال و اولاد کی (فراوانی) تمہیں تعجب
میں نہ ڈالے (کیونکہ) خدا کا ارادہ تو یہ ہے
کہ ان کے مال و اولاد کی بدولت انہیں
عذاب میں گرفتار کرے۔

۱۶) اذْذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولَىٰ النَّعْمَةِ
مَد (ابن عمر) مجھے چھوڑ دو اور ان فاسق

وَيُكَلِّمُهُمْ قَلِيلًا إِنَّ لَدَيْنَا أَشْكَالًا وَ
جَعَلْنَا طَائِفَتَهُمْ قَوْمًا يَسْأَلُونَ (میں اللہ سے سمجھ لوں گا)

(۱۷) جب کوئی نظام معاشی مساوات و عدل کی بنیاد پر قائم کیا جائے
ان کے لئے یہ بھی لازم ہو گا کہ ضروریات زندگی حد اعتدال پر رکھے۔ اور غیر ضروری
اشیاء کو لازم زندگی میں داخل کرنے سے باز رہنے کی ہدایت کرے۔ آج دور ارتقا
میں ہمارے سامنے زندگی کی مشکلات کا اس لئے بھی ہجوم ہے کہ ہم بے ضرورت
اشیاء کو بھی ضروریات زندگی میں داخل کر لیا ہے۔ اور بیدل کا یہ شعر ہمارے
پیش نظر نہیں ہے۔

حرف قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں
انچہ ما در کار داریم اکثرے در کار نیست

جو نظام معیشت اصول عدل و مساوات پر قائم کیا جائے گا اس میں لباس و خوراک
مسکن اور دیگر اسباب زندگی کی تحدید ضرور ہوگی۔ وہ ہر انسان سے بے جا قیشت۔
انفرادی راحت طلبی و عشرت پرستی۔ فضول زینت و خود آرائی۔ طفلانہ لہو و لعب
سے بچنے اور زندگی کے سائر سامان کو حیدر اعتدال و دائرہ ضرورت و احتیاج
تک محدود رکھنے کا مطالبہ کرے گا۔ اسلامی نظام معیشت نے بھی اس مقصد
کے پیش نظر "اصول قناعت" اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور افراد پیش
پرستی و تن پروری کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔

۱۸) فَلَا تَحْبِرْكُمُ أَمْوَالُهُمْ وَلَا
أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَ
بِمَا فِي الْجِبُولِ الذَّالِقِينَ ط

وہ تو تم انہیں چھوڑ دو کہ بک بک
کرتے اور کھلتے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ من

يَذَرُ مَقُولَهُ إِلَى الْمُتَقَرِّبِ وَلَا
تَسْطُرُهَا كُلُّ الْبَسِطِ فَتَقَعُ مَقُولُهُ مَا
خَسِرَ سِرًّا -

(۱) سبب دیگر آخر میں ملامت زدہ اور گرفتار حضرت ہو کر بیٹھ جاؤ۔

رَسْمٌ وَاللَّيْثُ إِذَا انْفَقَوُا الرَّيْسَ قُوًّا
وَلَمْ يَقُوْهُ وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ
قُوًّا مَّا - (فرقان)

کہ (سبب دیگر) آخر میں ملامت زدہ اور گرفتار حضرت ہو کر بیٹھ جاؤ۔

(۲) کلو امین شہرہ اذا اشمس
والنوا حقہ یوم مہ صا دہ
لا تسب فدا انہ لا یحب
المسب فینہ (انعام)

ان دونوں باتوں کے درمیان اوسط درجہ
کا ہوا کرتا ہے۔

والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اسراف و اقتصاد کے حدود حدیث نبوی میں ہے :-

(۵) ماعال من اتقصد -

(۶) نیز حضرت کا ارشاد ہے :-

من عطل من یخرج حق فقد اسرف

ومن منع من حق فقد قدر

”اقتصاد“ اور ”اسراف“ کے حدود کی پوری توضیح جناب امام جعفر صادق

علیہ السلام نے ارشاد ذیل میں فرمائی ہے :-

(۷) عن صادق علیہ السلام قال اتروا
الله اعطی من اعطی من کرمتہ علیہ
يمنع من منع من هو ان بہ علیہ
لا لیکن المال مال الله یضعہ
عند الرجل ودائع وجوزہ لہم
ان یا کلو اقصا ویش بوا
نقد اریبوا اقصا وینکحوا
نقد اویرو کبوا اقصا وایودوا
بما سوی ذلک علی الفقراء المومنین
ویلو ابہ شعتم من فعل ذلک
کان مایا کل حلالا ویش ب
حلا لا یرکب حلا لا وینکح
حلا لا وماعدا ذلک کان حراما
ثم قال ولا تشوا انہ لا یحب
المس فین اتروا الله التمن
راجلا علی مال حول لہ ان لیشری
نوسا بعشرہ الاف دس ہم
یحز بہ فہا س بعشرین
دسہما الح (تفسیر صافی ص ۱۱۰)

”جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا
تمہارا یہ خیال ہے کہ خدا جسے نعمت دینا چاہتا
ہے تو اس لئے دیتا ہے کہ اس کی عزت اس
کی نگاہ میں ہے۔ اور جسے نہیں دیتا تو
اسی وجہ سے کہ وہ اس کی نظر میں ذلیل
ہے؟ ایسا نہیں ہے مال و دولت تو خدا
کی ملکیت ہے وہ آدمیوں کے پاس
بطور امانت رکھتا ہے اور اس کی اجازت
دیتا ہے کہ اس سے اپنے لئے کھانے
پینے پہننے کا سامان ہیا کریں۔ شادی
بیاہ کریں اور سواری سے جانور خریدیں۔
مگر ان تمام باتوں میں اعتدال و اعتدال کا
محافظہ رکھیں۔ اور جو مال اس کے بعد
بچ رہے اس سے با ایمان محتاجوں کی
مدد کریں۔ اور ان کی پریشان حالی سے
سکریں۔ جس آدمی کا یہ طرز عمل ہوگا اس کا
کھانا پینا گھوڑے خریدنا۔ نکاح کرنا حلال
ہوگا۔ اور اس کے ماعدا و حرام ٹھہرے گا۔
پھر حضرت نے فرمایا تم لوگ فضول خرچی

رہزاد۔ خدا فضل خیر کرنے والا کو دوست نہیں رکھتا۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جس کو خدا نے اپنے مال کا امانت دار بنایا ہے اس پر یہ تفضل اس واسطے فرمایا ہے کہ وہ گھوڑا میں ہزار درہموں پر خریدے۔ حالانکہ اس کے واسطے بیس درہم قیمت کا گھوڑا کافی ہو سکتا ہے۔

(۸) نیز حضرت نے فرمایا:۔

انما الاسراف فيما اتلف المال و
بالبدن۔ (تفسیر صافی)

(۹) اسحاق بن عمار راوی ہیں:۔

قلت لا يبعد الله يكون للومن عشرة
اقصته قال نعم قلت عشر دن قال
نعم قلت ثلاثون قال نعم ليس هذا
من الاسراف انما السرف ان تجعل
ثوب صونك ثوب بدنك۔
(تفسیر برہان)

یہ ہے کہ عزت کے خاص مواقع پر پہننے کے کپڑوں کو روزمرہ کا لباس بنادیتے۔
زندگی کا سب سے کامیاب طریقہ زندگی کے مسائل میں کتاب و سائل کی محنت ہی
اہم مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ سوال اس سے کم اہمیت نہیں رکھتا کہ اقتصاد کا نقطہ نظر
زندگی کا کون سا معیار بہتر ہے؟ کیا نعمات دنیا سے جی بھر کر صداؤں کی طرح خدا اٹھانا
چاہئے اور فاسف زندگی کا مسک "زیستن برائے خوردن" قرار دے کر بنا چاہئے یا خدا

کے بے شمار عطیات و نعمات سے ہم تن ہزار و دست کش ہو جانا چاہئے؟ آغاز مضمون
میں ہم نے یہ گزارش کی ہے کہ یہ دونوں طریقے خلاف فطرت اور باعث فساد عالم
ہیں۔ اور دونوں افراط و تفریط کی طرف لے جاتے ہیں۔ جس کا انجام یہ ہے کہ
تمدن اور معاشرت کی حالت ابتر ہو جائے۔ یا قدرت کے ذخیرے فطرت کے
خزانے۔ خدا کی نعمتیں اور انسانی قوتیں یوں ہی بے کار و ضایع اور لا حاصل
ہو جائیں۔ ان دونوں خلاف اعتدال طریقوں کے درمیان ایک اور طریقہ بھی
اور اس کا خلاصہ دو جملوں میں یہ ہے کہ "دنیا کی لذتوں کا لطف اٹھاؤ اور
پھر نفس کی خواہشوں پر قابو رکھو"۔ اقتصادی اور معاشی نقطہ نظر سے یہی زندگی
کا سب سے زیادہ کامیاب اور قابل عمل طریقہ ہے۔ دنیا کی نعمات و لذات سے
لطف اندوز ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں اور زندگی کے معاشی معیار کا مناسب
درجہ تک بلند ہونا غشاء فطرت ہے اور نہ نعمات الہیہ کا بہترین طریقہ بھی
مناسب درجہ اقتصادی نظر سے یہ ہے کہ معیار زندگی کی بلندی، تن پروری و عیش پرستی
و فضول عشرت طلبی کی حد تک پہنچ کر زندگی کے دوسرے اعلیٰ مقاصد کو دل سے محو
نہ کر دے۔ باعث فساد و اخلاق و خرابی صحت جسمانی نہ ہو۔ اور زندگی کی تمام
حاجتوں اور ضرورتوں کے حسب مراتب رفع ہونے میں خلل انداز نہ ہو۔

سورہ اعراف کی آیت منقولہ بالا میں جہاں اسراف سے رد کا گیا ہے وہاں
اسراف کے ساتھ ہی بدون فاضلہ یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ اس سے مقصود مناسب
معیار زندگی کو پست کرنا نہیں ہے فرمایا ہے:۔

لَا تَمْنُنْ هَسْ هَسْ يَنْتَهَ إِلَهُ الْآخِرَةِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ

”اے پیغمبر! ان سے کہو کہ خدا نے زمین کے جو سامان اور کھانے کی چیزیں چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں ان کو حرام کرنے والا کون ہے؟“

حاصل کلام ربانی یہ ہے کہ زمین کے ساز و سامان اور رکھنے کی یا گینہ چیزیں خدا کی عطیہ ہیں اور اُن سے ان کو بندوں ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ پھر ان کو حرام کرنے والا کون ہے؟ اسی سے تو ان کی خلقت کی غرض و غایت ختم ہو جاتی ہے اور یہ طریقہ ان کی پیدائش کو حکمت و مصلحت سے خالی ٹھہرانا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ خدا ان کو اپنے بندوں کے فائدہ کی غرض سے پیدا کرے۔ پھر ان کے جائز و مستقل سے منع فرمائے۔؟

زندگی کے اعلیٰ معیار کو پائدار و برقرار رکھنے ہی کے لئے خرچے میں اعتدال و اقتصاد کا طریقہ اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ نیز مقصود مشروع یہ بھی ہے کہ اتالیق و فردوں کے لئے اس طرح کچھ مال بسجائندار بھی کیا جائے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

”لَا خَيْرَ فِي مَنْ لَا يَحِبُّ جَمْعَ الْمَالِ - نہ جو آدمی مال جمع کرے۔ پسند نہیں کرتا اس میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے۔“

سرمایہ دارانہ ذہنیت کی تاریخ بہت قدیم ہے | سرمایہ دارانہ ذہنیت کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ کے عہد سے لے کر زمانہ خاتم النبیین تک کتنے ہی انقلاب دنیا میں گزرے مگر اس ذہنیت اور اس کے فاساد و فسادات کے خور و خوت۔ قبول حق سے نفرت، باطل سے رغبت میں کوئی تغیر نہ ہوا۔ طوفان نوحؑ بھی ان کو ہمیشہ کے لئے غرق کرنے سے عاجز رہ گیا۔

جن نفوس امارہ میں سرمایہ دارانہ ذہنیت کی پرورش ہوتی ہے ان کے نزدیک

انسانیت اور اُس کا کمال مادی اسباب ہی میں سمجھا جاتا ہے۔ ان کی غلط بین نگاہوں

میں انسان اور کامل انسان وہی ہو سکتا ہے۔ جس کے پاس زر و جواہر کی کثرت،

مال و اسباب - حشم و خدم کی فراوانی - زخارف دنیوی و سامان معیشت کی افراط،

ہو۔ ان کی پرداز تخیل مادیت کا فضا سے باہر نہیں ہو سکتی۔ وہ دولت و مال کے

خزان عامرہ - اطلس و زربفت کے بلبوسات فاخرہ - سرنگ عمارتوں اور پر تکلف

غذاؤں ہی کو معیار انسانیت اور معراج کمال انسانی سمجھتے ہیں۔ اور معیار شرافت

و مدار عزت ان کے نزدیک انھیں مادی چیزوں میں سمجھا جاتا ہے۔ اس قسم کی

ذہنیت رکھنے والے اپنی منصب داروں اور انسانیت کے سچے نمائندوں - عالم

بشریت کے فملہ سرہیوں کی حقانیت - سچائی اور خلوص تسلیم کرنے سے محض اس

بنا پر انکار کرتے تھے کہ ان کے پاس مالی وسعت اور دنیوی دولت و ثروت کی فراوانی

نظر نہیں آتی۔ سونے کے کنگن موتیوں کے ہار اور بلبوسات فاخرہ سے آراستہ نہیں ہیں۔

ان کی پیروی کرنے والے ان پر ایمان لانے والے غریب مزدور - مفلس و بے مایہ عوام

ہیں۔ جناب نوحؑ کی ناصحانہ تبلیغ سرمایہ دار طبقہ میں اسی لئے اثر رہی کہ آپ کے

ماننے والے اور اطاعت کرنے والے ان کے نزدیک اور اذل یعنی مزدور پیشہ عوام تھے۔

”قَالُوا اَنْزِلْ مِنْ لَدُنْكَ وَاتَّبِعْ“ ”تمہاری پیروی کرنے والے تو بیت طہ

الکاسر ذکون۔“

کے لوگ (مزدور و غیرہ) ہیں پھر ہم تم پر کیا ایمان

”قَالَ نوحٌ“ ”میں نے کہا کہ ہم تو

تمہیں اپنا ہی سا ایک آدمی دیکھتے ہیں اور

”قَالَ الْمَلَا الْاَنْزِلْ مِنْ لَدُنْكَ“ ”میں نے کہا کہ ہم تو

تمہیں اپنا ہی سا ایک آدمی دیکھتے ہیں اور

مَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ يَكُن مَعِيَ وَلَا يَزَالُ لِي خَلِيلٌ
 هُمْ أَرَادُوا بَاطِلًا عَلَى الْحَقِّ
 (سورہ ہود)
 ان کے قبول ایمان کی شرط یہ تھی کہ غریب طبقے کے لوگوں کو اپنے گرو درپیش سے

سُادیں۔ جس کا جواب یہ ملا۔
 وَمَا أَنَا بِطَائِفٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ إِن
 أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (شعرا)
 اختیار ہے میں تو صرف (عذاب خدا سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔
 يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا
 إِن أَجْرِي عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا
 بِطَائِفٍ مِّنَ الَّذِينَ آمَنُوا أَنفُسُهُمْ
 مَلَأَ قُدْرًا سَخِيمًا لِّكُنِّي أَسْأَلُكُمْ
 قَوْمًا يَجْهَلُونَ (ہود)
 اے میری قوم! میں اس کے بدلے میں تم سے
 مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو خدا ہی پر ہے
 اور میں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں
 نکال نہیں سکتا۔ وہ یقیناً اپنے پروردگار سے
 ملنے والے ہیں۔ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ تم ہی
 لوگ جہالت و نادانی میں مبتلا ہو۔

جناب موسیٰ کی نبوت و رسالت تسلیم کرنے سے روکنے والی سرمایہ دارانہ
 ذہنیت ہی تھی۔ قرآن مجید کا بیان ہے۔
 قَدْ جَاءَكَ فِي هَذِهِ نَذِيرٌ
 يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكٌ مِّثْلُ هَذَا
 هَذِهِ الْأَشْجَارُ أَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا فَلَا
 تَبْصُرُونَ أَمَّا الْآخِرَةُ مِنْ هَذَا
 فرعون نے اپنے لوگوں سے پکار کر کہا کہ اے
 میری قوم! کیا یہ ملک میرا نہیں ہے؟ اور یہ
 نہریں جو میرے (شاہی محل سے) نیچے بہتی ہیں
 تبصرہ نہ کرنا۔

الَّذِينَ هُمْ يَكْفُرُونَ وَلَا يَكْفُرُونَ فَلَولا
 الْقِيَمَةُ عَلَيْهِمْ لَاسْتَوْدَعُوا مِنْ ذَهَبٍ
 أَوْ جَاوَعُوا مَعَهُ الْمَلَائِكَةَ مُقْسِمِينَ
 (سرخساف)
 (میری نہیں) کیا تم نہیں رد کیجئے ہو کہ
 میں اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلیل رد
 ہے صاف لکھتو بھی نہیں کر سکتا اگر
 خدا کا بھیجا پیغمبر ہے تو اس پر سونے کے
 کنگن کیوں نہ آمارے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے جمع ہو کر آتے؟

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :-
 "جناب موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس آئے بالوں کا لباس
 پہنے اور عصا ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے۔ انھوں نے فرعون سے وعدہ کیا
 کہ اگر اسلام قبول کر لے گا تو اس کا ملک باقی اور اعزاز برقرار رکھا جائے گا
 فرعون اپنی قوم سے کہنے لگا کہ تم لوگ ان دونوں کی باتوں پر متعجب نہ
 ہوئے کہ یہ لوگ مجھ سے بقاء ملک و عزت کا وعدہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ
 خود ان کی فقیری و ذلت کی جو حالت ہے وہ تمہارے پیش نگاہ ہے
 ان کو خدا کی طرف سے سونے کے کنگن کیوں نہیں ملے۔ فرعون نے یہ
 بات اس وجہ سے کہی کہ سونے کی اور اس کے جمع کرنے کی عظمت اس کی
 نگاہ میں تھی۔ اور لباس صوف کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔"

(ہنج ابلاغہ)
عہد ظالوت کے سرمایہ داروں کا قبول اطاعت سے انکار
 عہد ظالوت کے سرمایہ داروں کو ان کی بادشاہی تسلیم کرنے سے اسی بنا پر انکار
 تھا کہ ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی نہیں تھی۔

أَنَّا يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَعَلَّكُمْ رَءُوفٌ
سَعَةِ مِنَ الْمَالِ
”وہ لوگ کہنے لگے کہ اُس کی حکومت ہم
پر کیونکر ہو سکتی ہے۔ حالانکہ مالی فراوانی

اس کو نصیب نہیں۔“

ہر پیمبر کی نبوت ماننے سے اُسکے زمانہ کے امیروں نے انکار کیا

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ
إِلَّا قَالُوا مُتْرَفُوهُمْ إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ
بِهِ كَافِرُونَ - وَقَالُوا لَوْ كُنَّا كُفْرًا
أَمْوَلًا أَوْ دِلَادًا أَوْ مُخْنًا
مُعَدِّينَ ط (سبا)

”ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا پیمبر
بھیجا تو وہاں کے بڑے خوشحال لوگوں نے
یہ کہا کہ ہم تو اُن احکام کے کبھی ماننے
والے نہیں جنہیں دے کر تم بھیجے گئے ہو
اور انھوں نے یہ کہا کہ ہم تو مال و دولت
میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم عذاب میں ڈالے جانے والے نہیں“

عہد رسالت کے سرمایہ داروں اور سرداروں کی پر غرور ذہنیت
حضرت رسالت کے عہد میں یہ فاسد و جاہلانہ ذہنیت کمال عروج پر پہنچی
ہوئی تھی۔ ایک طرف تو ساری قوم میں نسلی و طبقاتی مفاخرت و منافرت کا مضر عام
تھا۔ دوسری طرف اس مفلس و فلاکت زدہ قوم میں جن لوگوں کو سرداری و سرمایہ داری
نصیب تھی اُن کے سر پر غرور و نخوت و فخر و تمکنت کے آسمان ہنقم سے بھی بلند
ہو رہے تھے۔

عَبَسَ وَتَوَلَّى أَن جَاءَهُ الْأَعْمَى ط
وَمَا يَدَّبُّ رَبِّكَ إِلَّا زَيْدًا مِّنْ دُونِ
قَتَقَعَهُ الدِّكَاسُ ط
”وہ (مادامہ) اتنی بات پر چین برصین ہو گیا
اور روگرداں ہو گیا کہ جس سے پاس ایک
مونا بنایا گیا۔ تم کو کیا معلوم شاید وہ
قَتَقَعَهُ الدِّكَاسُ ط

پاکیزگی حاصل کرنا یا نصیحت سُنتا۔ اور وہ اس کے لئے سو مند ہوتی۔“
بِزَّارٍ شَدِيدٍ أَوْ نَدِيٍّ ط

وَأَرْسَلْنَا فِي الْمَكَّةِ بَيْنَ أُولَى النَّعْمَةِ
دَعَاهُمْ قَلِيلًا ط
”اور مجھے ان دولت مند مجھلانے والوں
سمجھ لینے دو اور ان کو تھوڑی مہلت دے۔“

عزت و افلاس کی ماری عوام سو سائیں بھی اپنی ذلت و حقارت کی بنا پر مال و دولت
میں کہ وجہ شرافت و عزت سمجھنے لگی۔ اسی لئے کہتی تھی۔

لَوْلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ
مِّنَ الْفَرِيقَيْنِ عَظِيمٍ ط
”آخر یہ قرآن دونوں بستیوں (مکہ و طائف)
کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔“

نظام اسلام نے ہزاروں برس کی قائم شدہ سرمایہ دارانہ ذہنیت کے مفاسد
سے دنیا کو بچانے کی سب سے زیادہ موثر تدبیر کی طرف دلیرانہ قدم بڑھایا۔ اور مال
و دولت، استغناء و سرمایہ داری کو معیار عزت و شرافت نہیں رکھا اور اعلان عام
کر دیا کہ زرد جواہر کے خزانے اُس کی نظر میں بحیثیت معیار عزت و شرف درجہ اعتبار
سے ساقط ہیں۔ تمام بنی آدم اصل خلقت میں برابر ہیں:-

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وَاحِدَةٍ ط
”خدا نے تم سب کو ایک ہی شخص (آدم) سے
پیدا کیا۔“

النَّاسُ مِنْ جِهَةِ التَّمَالِ الْفَاءِ
الْبُؤْمِ أَدَمُ وَالْأُمَّ حَوَّاءُ ط

”عز و شرف و کبر و قدرت کا دار ایمان۔ اچھے اعمال اور پرہیزگاری ہے۔“
(۱) لِّلَّهِ الْغَنَاءُ وَلَيْسَ سُوْلِيْهِ ط
”عزت تو خدا اور رسول اور ایمانداروں

ہی کے لئے ہے۔

وَاللَّهُ مُنِینٌ
(۱۲) اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتْقَاكُمْ۔ تم میں سب سے زیادہ باکرامت و بابرکت
وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار رہے۔

(۱۳) حدیث قدسی میں ہے:-

لَيْسَ الشَّرِيفُ إِلَّا مَنْ شَرَّفَتْهُ شَرَفٌ وَالْأَبْسُ دِهْنٌ شَفِيفٌ يَبِي جَعْلٍ مِثْرَى
طاہری۔
بندگی نے شرف بخشا ہو۔

(۱۴) اَمْسِلُونِ اِخْوَةَ لَسْكَافُوْ
در مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور
ان کے خون کی قیمت برابر ہے۔

زبان اور وطن کو انسانی شرافت و کرامت میں دخل نہیں۔ جناب رسالت
وجہ شرافت و مدار کرامت تقویٰ ہے۔

(۱۵) اِيْهَا النَّاسُ اِنَّ الْحَرْبِيَّةَ لَيْسَتْ
باب والی و انما هو لسان ناطق
وسیدہ پیدا نش ہوتا ہے۔ یہ تو ایک زبان
ہے جو بولی جاتی ہے۔ جو شخص یہ زبان بولتا
ہے وہی عربی ہے۔ لہذا عربی قومیت کا
مدار زبان عربی نہیں ہے۔ تم خب آدم کے
بیٹے ہو۔ اور آدم کی اصل خاک ہے۔ تم میں زیادہ کرامت و عزت والا
وہ آدمی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ (بخاری جلد ۱۵)

نیز آنحضرت کا یہ ارشاد اس باب میں اسلام کے اصول و نظریات کو اور دلائل کو
لاحسب التقاضی ولا علی الاقوال الا بتقویٰ ولا علی الا بلینة

ولا عبادة الا بحفقه، کسی مرد قرشی اور عربی کے واسطے شرف و عزت نہیں کہ
تواضع کی وجہ سے۔ اور کرامت نہیں ہے مگر تقویٰ کی بدولت۔ اور مدار عمل بس نیت
ہے اور عبادت بس وہی عبادت ہے جو علم و فہم سے ہو۔ (بخاری جلد ۱۵)

اس اصول مساوات کی بنا پر اسلامی قوانین کی نظر میں سلطان اور خاک روبرو دونوں
بکثیت انانیت برابر ہیں۔ دونوں کے خون کا درجہ مساوی ہے۔ سلطنت و حکومت
کے جہاں و جلال اور ذخائر و مال سے کسی بادشاہ کو ایک غریب مزدور پر قدر و قیمت
میں امتیاز و تفریق حاصل نہیں ہوتا۔

مفسرین اور غریبوں کی اخلاقی حالت بلند رکھنے والے ہدایات!
غریب دے بے مایہ عوام کی ذہنیت اور اخلاقی حالت کو بلند کرنے کے لئے یہ ہدایات
دیئے گئے۔

(۱) حدیث نبوی میں ہے:-

مَنْ اَكْرَمَ الْغَنَى نَحْنَاهُ سَمِيٌّ فِي
السَّمَاوَاتِ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الْاَنْبِيَاءِ
دلائل استجاب لہ دعوت و لا یقضی
لہ حاجۃ

اور نہ اس کی دعا بارگاہ خدا میں قبول ہوتی ہے اور نہ اس کی حاجت رد کی جاتی ہے۔
(۲) نیز آنحضرت کا ارشاد ہے:-

لَعَنَ اللَّهُ مَنْ اَكْرَمَ الْغَنَى نَحْنَاهُ
ولا یفعل ذلك الا منافق۔ مال و دولت کی وجہ تعظیم کرتا ہے اللہ کی قسم تو منافق ہی ہے۔

(۳۰) جناب امیر المومنین نے فرمایا ہے :-

ما احسن تواضع الغنى للفقير " مالدار کا فقیر سے جھک کر ملنا ثواب
ساعة في ثواب الله - احسن منه
تية الفقير على الغنى ثقة بالله
و توكلا عليه :-

(۳۱) ارشاد نبوی ہے :-

من عظم صاحب دینا واجبه " جو شخص کسی صاحب دنیا کی تعظیم اور
بطح دنیاہ سخطا لله عليه
رفنا الاخبار

(۳۲) مردی ہے :- سال این الله
نقال عند الملك قله بهم -
خدا کہاں ہے؟ تو فرمایا ان لوگوں کے
پاس جو شکستہ دل ہیں -

ارشاد علوی - عوام کی رضا مندی خواص کی خوشنودی پر مقدم ہے -

جناب امیر المومنین علیہ السلام کا مفصل فرمان مالک اشتر کے نام پنج ابلاغہ
میں منقول ہے - اس کے چند اقتباسات مناسب مقام یہ ہیں :-

(۱) ان سخط العامة یجحف برضی " عوام کی ناراضی خواص کی رضا مندی
الخاصة وان سخط الخاصة
یغتفر مع رضا العامة -

ناقابل التنازل ہوتی ہے -

گذشتہ زمانوں کا ذکر نہیں ہے آج بھی دنیا میں جہاں نظام سرمایہ داری چل
رہا ہے وہاں کے ارباب حکومت کی نگاہیں سرمایہ داروں ہی کی رضا جوئی پر
لگی رہتی ہیں - رضا مندی عوام کی انھیں پر دہانیں ہوتی کیونکہ دولت مند اور
مالدار طبقے ہی کا اثر ان پر غالب ہوتا ہے - اس کا انجام بد ہماری آنکھوں کے
سامنے ہے - عزیز دے چارہ عوام بیدار ہو چکے ہیں - احساس خودی ان کے
دلوں میں تڑپنے لگا ہے - قوت ضبط و نظم کی بھی کمی نہیں ہے - سرمایہ داری کے
خلاف منظم صف آرائی ہو رہی ہے - اور طریقہ کی اس کشمکش کی بدولت رزق و
دنیا امن و سکون کی نعمت سے محروم ہوتی جاتی ہے - اگر حکومتیں جناب امیر المومنین
علیہ السلام کی اس حکمت عملی پر چلتیں تو سرمایہ داری دے مانگی کی موجودہ کشمکش
امن سوز عالم نہ بن سکتی :-

(۳۲) انما عماد الدین و جماع المسلمین " وہ فقط عوام اس ہی ہیں جو دین کے
والعدۃ للاعداء العامة من الامم
ستون دور نظام مسلمین کا دار و مدار ہے

فلیکن صفور و لہم و میلک معہم
ہیں اور دشمنوں کے مقابلہ میں فوج کا
کام دیتے ہیں - ہذا اہتمام ارجمان خاطر اور میل قلب عرف انھیں کی طرف ہونا چاہیے

رہنمایان اسلام کیلئے خدا کے مخصوص احکام
دہایات سادہ سادہ طرز زندگی اختیار
کریں - شایانہ طریقہ اختیار نہ کیے جائیں

عزیموں کی زہنیت و خیالی کو بند
رکھنے اور منطقی کی کیفیت سے پرانی
کے واسطے حکومت الہیہ و سلطنت
ربانیہ کے نمائندوں کو یہ ہدایت
دی گئی ہے کہ مادہ سے سادہ طرز زندگی اختیار کریں - معیار معیشت دینی سے

ادنیٰ ان لوں کے برابر بلکہ ان سے بھی کمتر رکھیں۔ نہ امیرانہ جاہ و جلال ہو۔ نہ سرمایہ دارانہ
تمکنت، نہ شاہانہ شان و شوکت، نہ حکمانہ دریکیانہ طرز زندگی۔ بلکہ وہ مسکین ہوں
اور مسکینوں کے ساتھ بے تکلف بیٹھنے والے اور سیوت نبویہ "مسکین جالس
مسکینا" پر چلنے والے۔

آداب شاہانہ کی ممانعت | حضرت ابو ذر ^{رضی} ناقل ہیں :-

سأنت سلمان و بلا لا یقبلان الی
ابنی اذا انکب سلمان علی قدم رسول
الله یقبلها فیما فی البنی عن ذالک
ثم قال له یا سلمان لا تصنع لی ما
تصنع الی عاجم یملو کھا انا عبد من
عبد الله اکل مما یاکل العبد
واقعد کما یقع العبد - (بخاری جلد ۱۶)
خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ غلاموں کی غذا میری غذا ہے اور
غلاموں ہی کی طرح سے میرا اٹھنا بیٹھنا ہے۔

آنحضرتؐ کے سیر و آداب کے ذیل میں مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا :-
حسن لا ادعھن حتی الملمات الاکل علی
الحضین مع البعید و سرکوبی الحمار
موکفا و حبس الغریب و علی و لیس الصو
و التلمیم علی الصبیان لکون سنۃ منی
(بخاری جلد ۶)

جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

ان الله جعلني اما ما خلقه و قد اذنہ عالم نے مجھے خلق کا امام بنایا ہے
فرض علی التقویٰ فی نفسی و مطعی
و مشابہی و ملبسی کف عفاء الناس
کی تقویٰ الفقیوہ و لا یطعن
الغنی بغناہ - (اصول کافی)
تو مجھ پر یہ بات فرض کر دی ہے کہ اپنے ذاتی
اسسائش اور کھانے پینے۔ پہننے میں اتنی
تنگی کروں کہ طرز زندگی عزیزوں کی طرح
ہو جائے۔ تاکہ فقراء ہمسرہ فقیرانہ طرز زندگی
کی پیروی کریں۔ اور اغنیاء اپنی مالداری کے بل بوتے پر ہمسرہ کش نہ بن سکیں۔
علامہ مجلسیؒ نے اس کلام امامؑ کی شرح میں فرمایا ہے :-

”حاصل یہ کہ محتاج جب اپنے امامؑ کو دیکھیں گے کہ ادنیٰ درجہ کی معیشت
پر راضی ہیں تو وہ بھی اپنی فقیری و مفلسی پر رضامند ہو جائے گا۔ اسی طرح
سرمایہ دار جب ان کو فقیرانہ طرز زندگی میں دیکھے گا تو اس کی سرمایہ داری
اس کو سرکشی پر اکل نہ کر سکے گی۔ اور وہ یہ جانے لگا کہ اگر مالداری میں کوئی
خیر و خوبی ہوتی تو امامؑ اس کے لئے ادنیٰ ہوتے اور اس خیر و خوبی کو نہ چھوڑتے۔“

حکومت الہیہ کے نمایندوں کے مخصوص خرافات :-

نقال عاصم یا امیر المومنینؑ فعلی
ما انتقصت فی مطعہ علی
المسکین و فی صلب علی الخشونۃ
نقال و یحک ان الله عزوجل
فرض علی الامۃ العدل
ایک طویل روایت میں ہے :-
”عاصم نے عرض کی اے امیر المومنینؑ ابھر کس
وجہ سے آپؑ نے بے مزہ کھانے اور مسکین
پر زور پر اکتفا کی ہے؟ تو فرمایا کہ خدا
نے ائمہ عدل کا یہ فریضہ قرار دیا ہے کہ

ان تقدس وانفسهم لضعفة الناس
 طریقہ زندگی کو ضعیف الحال غریبوں کے
 کیلا یبتغ بالفقیر قطرة -
 برابر رکھیں تاکہ فقیروں کو ان فقر ہلاک نہ ہوں

علا رجبی اس کلام امام کی شرح میں فرماتے ہیں :-
 ۱- یجب علی الامام العادل ان یشبه
 یعنی امام عادل پر واجب ہے کہ اپنے نفس
 نفسه فی لباسه وطعامه لضعفه
 کو لباس و غذا میں ضعیف الحال غریبوں
 الناس کیلا یحکات الفقراء من
 کے شاہرہ بنائے تاکہ اہل فقر ہلاک نہ ہوں
 الناس فانهم اذا ساءوا اصابهم
 جبکہ وہ دیکھیں گے کہ اوفی کے امام
 بتلك الهيئة وذلك الموضع
 انھیں کی ہیئت و صورت میں رہتے
 کان ادعی لهم الى سلوان لذات
 اور انھیں کے ایسے کھانے کھاتے
 الدنیا والصبر عن شهواتها -
 ہیں تو یہ بات لذات دنیا سے محرومی
 برآن کے لئے وجہ تلی بنے گی۔ اور نفسانی خواہشوں پر خیر کرنے
 کا داعی اور ذریعہ ہے۔

حاکم بصرہ کے نام جناب امیر کا ایک پُر زور فرمان
 اور ایک لہار کی دعوت قبول کرنے پر ملامت ختم نہائی
 یا ابن حنیف فقد بلغتني ان حشلا
 من فتية اهل البصرة دعاء
 الى ما دبة فاسعت اليها
 تستطاب لك الالوان وتنقل

الملك الجفان وما ظننت انك
 تجيب ال طعام نوم عاقلهم
 مجفو وغنيهم مد عوا -

نبول کرانگے جن کے محتاجوں کو دسترخوان سے دور نکال دیا جاتا ہے۔
 اغنیاء کی ضیافت کو جاتی ہے۔

سلسلے چنے جاتے تھے اور پیارے
 تھماری طرف بڑھائے جا رہے تھے
 مجھے تو یہ خیال نہ تھا کہ تم اس قوم کی دوست

میرے لئے سیر ہو کر سونا مناسب نہیں جبکہ ملک بھوک پیٹ اور جلنے کا علاج موجود

اس فرمان کا آخری حصہ یہ ہے :-
 ولشئت لا اهتديت الطريق
 الی مصفی هذا العسل لباب هذا
 القمح وتسابع هذا القن ولكن عشت
 ان یغلبني هداي ولقد دنی جشعی
 الی الخیر الاطعمة ولعل بالجحاشا
 الایاماتہ من لا طبع له فی النقص
 ولا تھل له بالشیع اور بیت صبطانا
 وحوالی بطون عنی واکباد حری
 او کون کما قال القائل وحسبنا
 الالان تبیت ببطننا وحوالک
 الی قدامتی من نفسی

”اگر چاہتا تو میں بھی شہر مصفی اور گندم بھل
 اور جامعہ ہائے کشمیر کی طرف راہ پاسکتا
 تھا لیکن انوس کا مقام ہو گا کہ میری
 خواہش نفس مجھ پر غالب آجائے۔ اور
 حرم مجھے عمدہ کھانے پر مذکور نے کی
 طرف کھینچے جاتے۔ در آنجا ایک حجاز
 دیوار میں ایسے عزیز لوگ موجود ہوں
 جن کو ایک روٹی کی بھی آس نہ ہو۔ اور
 وہ جانتے ہی نہ ہوں کہ پیٹ بھرنا کسے
 کہتے ہیں۔ کیا میں پیٹ بھر کر چین سے
 سوؤں جبکہ بھوکے پیٹ اور جلنے جگر

بان يقال امير المؤمنين * ولا
انشاركم في مكاره الدهر او اكون
اسوة لغيري في حبسوبة العيش -

(نسخ البلاغة)

میرے پاس موجود ہوں وہ کیا میں دیا
بن جاؤں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے - یہی
بیاری کا واسطے کافی ہے کہ تم بیٹ بھرے
راتوں کو سوؤ۔ وراں حالیکہ تمہارے گرد
پیش ایسے جگہ موجود ہوں جو ایک ایک ٹکڑے گوشت کے لئے آرزو مند و ناکہ کر کے
کیا میں اپنے نفس کے لئے بس اسی بات پر قناعت کروں کہ لوگ مجھے "امیر المؤمنین"
کہیں۔ اور زمانہ کی سختیوں میں اُن کا فخر یک حال اور زندگی کی بے نگرانی میں اُن
کے لئے لائق پیروی پیشوانہ بنوں۔

حضرت امیر نے زمانہ خلافت میں نہ گھر بنوایا نہ کسی کو کوئی جاگیر دی۔

کان فی زمان خلافتہ الظاہرۃ
خمیس سنین وفی خبر الاثلاثۃ اشھر
وفی ہذا المدۃ ما وضع وجبۃ
علی اجارۃ ولا لبنۃ علی لبنۃ ولا
اقطع قطیعیۃ وکان قد سرق
حبیبہ عند الحیاط و وضع فیہا
سبعین ساقۃ حتی قال واللہ
انی استخی من سارقہا ان یرتجھا
مرۃ اخری -

حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام کا زمانہ
خلافت ظاہر کی پانچ سال یا بعض روایات
کا بنا پر اس سے بھی تین مہینہ کم - مگر اس
میں آپ نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی
کوئی جاگیر عطا کی۔ درزی سے اپنے جلیں
بیوند سلواتے تھے۔ اور ستر بیوند اس میں
ہر جگہ تھے تب خود فرمایا کہ مجھے درزی
اب یہ کہتے شرم آتی ہے کہ ابھی اوپر بیوند تشنوں بہ فی آخر تک و ما
لکاتے۔

حضرت امیر المؤمنین کا سادہ سادہ طرز زندگی

حضرت امام جعفر
علیہ السلام نے فرمایا -

کان علی یا کل اکلۃ العبد و
یجلس جلیستۃ العبد و یا کل
عنی الحفیض دینام علی الحفیض
وکان یحطب و یسقی و یکین
(نالی الاخبار)

حضرت علی علیہ السلام غلاموں کی طرح
کھاتے تھے۔ غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے
زمین پر کھاتے تھے اور زمین ہی پر
سو تے تھے۔ خود اپنے ہاتھ سے گریباں
لاتے پانی بھرتے گھر میں جھاڑو دیتے تھے۔

شاہانہ تعظیم و اجلال کی شدید ترین مخالفت
ذلت پسندی کی زہدیت غلامانہ رسوم کا سد باب

نسخ البلاغہ میں منقول
ہے :-

قال وقد لقیہ عند میسر
الی اشام و ہا قین الانبا س
فترجلوا الہ و اثنوا و ابین یدہ
ما ہذا الذی صنعتموہ لفقاروا
خلق منا لعظم بہ امرانا فقال
اللہ یتقہ بہ امرکم و انکم
تسبون علی انفسکم فی دنیاکم
اب یہ کہتے شرم آتی ہے کہ ابھی اوپر بیوند تشنوں بہ فی آخر تک و ما
لکاتے۔

"اشام و من شام انبار کے کچے زمیندار آکر
سے، حیب سا غم آئے تو تعظیم کے لئے
سوار یوں سے اتر کر پیدل چلوں دوڑتے
ہوئے چلے۔ یہ دیکھ کر حضرت نے پوچھا
کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ کیوں یا پیادہ اس طرح
چلنے لگے؟ انھوں نے عرض کیا ہماری
خصلت ہی یہی ہے ہم اپنے امراء کی
اسی طرح سے تعظیم کیا کرتے ہیں۔ یہ سن کر
حضرت نے فرمایا - تمہاری اسی حرکت سے

و اسبح الدعة معها الامان من
 ہمارے امیر دل کو فائدہ نہیں پہنچتا۔
 اور تم اس عادت کی وجہ سے دنیا میں اپنی
 الناس۔
 جانوں کو ناحق تکلیف میں ڈالے ہو۔ اور آخرت میں بد نصیب قرار پائے
 ہو۔ اور وہ شقیّت جسمانی کتنی نقصان دہ ہے جس کا انجام عذاب آخرت
 ہو۔ اور وہ بدنی راحت کتنی سودمند ہے۔ جس کے ساتھ دوزخ کی آگ
 سے بھی امان نصیب ہو۔“

شارحین پنج البلاغۃ علامہ ابن الجوزی اور علامہ ابن میثم نے اس کلام کی
 شرح میں فرمایا ہے کہ مقصود کلام جناب امیر اس بات پر تنبیہ کرنا تھا کہ غیر خدا کے سامنے
 جھکنا اور خضوع کرنا معصیت ہے۔ غیر خدا کی ایسی تعظیم جو صرف ہزار اور ہزار ہوں کا
 اسلامی تعلیمات کا رد عمل مسلمانوں کی طرف سے
 حضرت رسالت کی چند پیشگوئیاں واقع ہو چکیں

کامیاب عزت و شرافت ہونا ہی دولت طلبی و جمع مال و متاع کی ہوس پیدا کرتا ہے
 اور مستحق اعزاز و اکرام ہونے کی خواہش ہی ذخائر دولت فراہم کرنے کی ترغیب
 دیتی ہے۔ جب یہ بات نہ رہی تو حُب مال و متاع کی بنیاد ہی ختم ہو گئی۔
 اسلام کا یہ نظریہ دنیا میں قائم رہ جاتا اور اس کے مال و متاع کی قدر و قیمت
 افراد انسانی کا نگاہ میں گھٹانے کی اس عملی تدبیر کا خود مسلمانوں ہی کی طرف سے
 رد عمل نہ ہو جاتا تو سرمایہ داری کی فاسد ذہنیت اور اس کے برے اثرات
 دنیا کی تمام سے خاتمہ ہو جاتا۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کے بدلے ہوئے شر

حضرت رسالت پناہ کی ان اخبار غیب کے اک اک حرف کی سیجائی بہت جلد ظاہر
 کر دی۔ اور عالم اسلامی اسی بلا میں گرفتار ہو گیا جس سے نجات دلانا اسلام کا سب
 سے بڑا مقصد تھا۔

(۱) عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال
 اذا فتحت علیکم فارس والہند
 ای قوم انتم۔ قال عبد الرحمن
 بن عوف نکون کما امونا اللہ
 قال رسول اللہ ﷺ اد غیر ذلک تتنا
 فسون ثم تنحاسدون ثم
 تتدابرون ثم تتباغضون
 ادخوددک ثم تنطلقون فی
 مساکن الہاجرین فتجعلون
 لبعضہم علی سراقاب بعض۔

(مسلم کتاب الزہد)
 چلو گے اور بعض کو بعض کی گردن پر سوار کر دو گے۔
 حدیث کے آخری جملے ”ثم تنطلقون“ الخ کے متعلق حاشیہ سن ابن ماجہ
 ص ۲۹ میں ہے۔

لا یکفیک ہذا الصفت حتی
 تاخذون حقوق مساکین
 ”انہیں صفتوں پر اکتفا نہ ہوگی۔ بلکہ
 یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ مسکین

المهاجرین ولا یبقی لہم صائر تحلون
و غریب ہاجرین کے حقوق پر قبضہ کر کے
ان کے پاس اتنا بھی نہ رہ جائیگا جو ان کے لئے زادِ راہ بن سکے۔

رس ما الفقر اخی علیکم ولکن
اخی علیکم ان تبسطوا (الدنیا)
علیکم کما بسطت علی من کان
قبلکم فتنا فضوہا کما تافضوہا
فتھلکوا کما اھلکھم

(مسلم کتاب الزکوٰۃ)
میں نے اچھے اچھے لوگوں میں ہونے کے ہیں۔ اور یہ رغبت دنیا تمہیں
بھی اسی طرح ہلاک کر دیگی جس طرح ان کو ہلاک کر چکی ہے۔

اسلامی نظام معیشت مال و زر کی ذخیرہ اندوزی کو بدترین جرم قرار دیتا ہے

اسلام کا نظام معیشت مال و متاع کی ذخیرہ اندوزی اور دولت و ثروت
سے خزانے بھر لینے کی عادت کو سنگین اور قابلِ تہدید جرم قرار دیتا ہے۔

الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
وَلَا يَفْقَهُوْنَ سَبِيلَ اللَّهِ
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ
عَلَيْهِمْ فِي نَارِ جَهَنَّمَ تَتَكَبَّوْنَ بِهَا
حَبِيبًا مُّحَمَّدًا رَّجُولًا

جو لوگ سونے اور چاندی کے ذخیرے
جمع کرتے ہیں اور ان کو خدا کی راہ میں
خرچ نہیں کرتے (اے رسول!) ان کو
دردناک عذاب کی خبر سننا دو جس دن
وہ سونا چاندی جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔

هَذَا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ
مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ (توبہ)
پھر اُس سے ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھو

ان سے کہا جائیگا یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے لئے جمع کر کے رکھا تھا۔
(اب) اپنے جمع کئے ہوئے خزانے کا مزہ چکھو۔

ضرورت سے زیادہ زر و مال تمہیں اس لئے نہیں دیا گیا کہ اس خزانے جمع کر رکھو

حدیث میں ہے:-
انما اعطاکم اللہ ہذا الفضل
من الاموال لتو جھوہا حیث
وجھہا اللہ تعالیٰ ولم یعطکم
لتکنزوها۔
(تفسیر صافی ص ۲۲۲)

اُس نے محض اس زبانی تہدید اور اخروی نتائج کی غرابی سے تحذیف ہی پر
اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس بری عادت کے انداد کے لئے ایک عملی قدم یہ بھی اٹھایا
ہے کہ سونے چاندی کے سکوں کے ہر اُس ذخیرہ پر زکوٰۃ واجب کر دی جو سال بھر
ایک جگہ بند پڑا رہے۔ کسی کاروبار میں نہ لگایا جائے۔

اسلام کے اس قافذ کی مصلحت، و غرض ظاہر ہے۔ ایک طرف ذخیرہ اندوزی
کی غرابیوں سے بچانا مقصود ہے۔ دوسری طرف کاروبار کی ترقی کے طریقوں کو فروغ
دینا جو صرف روپے کی گردش ہی پر موقوف ہے۔ بند پڑے ہوئے ذخائر سے دینا

کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ دوسروں کا کیا ذکر جو ان کے مالک ہی کو اون سے
تازہ منفعت حاصل نہیں ہوتی ایسے ذخائر مال پر زکوٰۃ فرض کر کے یہ ہدایت کی ہے
کہ اصل فائدہ ان کو کاروبار میں لگانے میں ہے نہ کہ خزانوں کے اندر مقفل رکھنے میں

اسلام کا ایک عام معاشی اصول

دولت کی گردش صرف دولت مندوں کے طبقے میں محدود نہ رہنے پائے

قرآن مجید صاف و صریح الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ سرمائے کا طبقہ اغنیاء کے
اندر محدود ہو کر عوام کی تکلیف و افلاس و فلاکت کا باعث بن جانا بدترین جرم ہے
جس کا انداز نظام اسلامی کا اعلیٰ و اہم مقصد ہے۔

مَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ جِوَالِ خِذَانِے اپنے رسول کو گاؤں
آهْلِ الْقُرْبَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ والوں سے بے لڑے دلویا ہے۔ وہ
دینِی الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ خدا در رسول (اور رسول کے) قرار دیا
الْمَسْكِينِ وَالْأَسْفَلِ اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں
يَكُونُ دَوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ کا ہے تاکہ تم میں سے جو لوگ دولت مند ہیں
(سورہ حشر) دولت کی گردش ہر پھر کر اغنیاء کے

اندر محدود نہ ہونے پائے

زرو مال کے خرچ کی بابت تاکیدی احکام جس طرح کسب مال و دولت کا حکم
دینے میں اسلامی نظام نے اہتمام خاص ملحوظ رکھا ہے اور اس فطریہ کی ہر ممکن ترقی
سہا کر دی ہے کہ ہر آدمی کو بقدر استطاعت محنت و مشقت برداشت کر کے اپنا معیشت

خود حاصل کرنا چاہئے۔ اس طرح طرح مال و زر کے تاکیدی احکام بھی جاری کئے ہیں
اور خرچ کی مدت بھی بھراحت بتا دی ہیں۔

اسلامی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ مناسب طریقہ سے دولت کا اور نفع خلق
کے اعلیٰ مواقع میں خرچ کر دے۔ صرف چند احکام یہاں نقل کئے جاتے ہیں ان میں
سے اس بات کا اندازہ ہو سکے گا کہ اسلام کا نصب العین کیا ہے؟

۱۱) لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وَجْهًا
قِيلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا يَكُنْ
الْبِرُّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ
وَالنَّبِيِّينَ وَالَّذِي الْمَالُ عَلَى رَحْمَةٍ
ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَأَبْنِ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي
الدَّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى
الزَّكَاةَ وَالْمُؤْتُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا
عَاهَدُوا وَالصَّادِقِينَ فِي الْبَايَعَاتِ
وَالصَّالِحِينَ وَالنَّاسِ أُولَئِكَ
الَّذِينَ صَدَقَ قَوْلُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

(بقرہ آیت ۱۷۷)

دنیکے کچھ بھی بات نہیں ہے کہ (نمازیں) اپنے
مشرقی و غربی یا یحییٰ کی طرف کرو۔ بلکہ نیک تو وہ
ہے جو خدا اور اہل عتق کے دن اور رشتہ
اور خدا کی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان
لائے اور اس کی محبت میں اپنا مال قربان
اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور
غریب مانگنے والوں کو دے اور (دوڑو
غلاموں کے آزاد کرانے میں (صرف کوشش
اور غناز کا پابند ہو۔ اور زکوٰۃ دیتا
ہے اور عہد و پیمان کو سزے کے بعد پورا
کرنے والے سادہ سادگی اور تکلیف
اور عہد کے کھن وقت میں ثابت قدم
رہنے والے سادہ سادگی اور تکلیف
نے ایمان کے وعدے کو سچ کر دکھایا اور یہی لوگ برہیزگار ہیں۔

اس آیت مبارکہ تمام کمالات انسانیہ مذکور ہیں | عقیدہ اور عمل دونوں کے اعتبار سے جتنے کمالات انسانیہ تصور میں آسکتے ہیں وہ سب اس آیت مبارکہ میں یکجا جمع کر دیئے گئے ہیں۔ صرف اسی کو پیش نظر رکھ کر یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کا برترین نصب العین کیا ہے اور وہ انسان کو کمالات و سعادت کے کن و علما مراتب پر فائز دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی لئے حضرت رسالت مآب صلعم نے فرمایا ہے :-
 من عمل بهذه الآية فقد استكمل
 ایمان کمال کریا۔

قل الآية كما ترى جامعة للكمالات الانسانية باسرها دالة عليها صريحا وضمنا فانها بكثرتها وتشتملها مخصصة في ثلاثة اشياء صحة الاعتقاد وحسن المعاشرة وتكذيب النفس وقد اشير الى الاول بقوله من آمن الى والبنين والى الثاني بقوله والى المال الى وفي السقاب - والى الثالث

علمائے کبار نے کہا ہے کہ یہ آیت جیسا کہ تم دیکھتے ہو جملہ کمالات انسانی کی جامع ہے اور ان سب کی طرف صریحا یا ضمنا اشارہ کرتی ہے اور کمالات انسانیہ میں چیزوں میں منقسم ہیں۔ (اول) صحیح عقائد۔ (دوم) حسن معاشرت۔ (سوم) تہذیب نفس۔ "من آمن" سے لے کر "البنین" تک قول خداوندی میں پہلی چیز یعنی صحت اعتقاد کی طرف اشارہ ہے۔ اور دوسری چیز

بقوله واقام الصلوة الى اخرها ولذلك وصف المستبح بها بالصدق نظر الى ايمانه واعتقاده وبالنقوى اعتبا سرا بمعاشرتهم للخلق ومعاملتهم مع الحق - (تفسير صافي ص ۲۸۵)
 یعنی حسن معاشرت کا "وقای المال سے" "وفي السقاب" تک تذکرہ ہے۔ اور تیسری چیز یعنی تہذیب نفس کا تذکرہ "اقام الصلوة" سے آخر آیت تک ہے۔ اور ان صفات کمال کے جامع انسان کا وصف بنظر اس کے ایمان و اعتقاد کے "صدق" سے کیا ہے اور خلق کے ساتھ حسن معاشرت اور حق تعالیٰ کے ساتھ خوبی معاملہ کے اعتبار سے اس کو تقویٰ سے موصوف کیا ہے۔

مال خدا کا ہے وہی مالک حقیقی ہے

اور انفقوا مما جعلکم مستخلفين فيه فالذين آمنوا منكم وانفقوا لهم اجر كبير - (حدید)
 "اور جس مال میں خدا نے تمکو (اپنا) نائب بنایا ہے اس میں (راہ خدا میں) خرچ کرو۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہوں ان کے لئے بڑا اجر ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسباب معیشت کا مالک حقیقی خدا ہے اور اس نے اپنے نائب کی معیشت سے بندہ کو عطا فرمایا ہے تاکہ وہ عقدا روں تک پہنچائیں۔
 حدیث قدسی ہے

مال میرا ہے مالدار میرے وکیل ہیں اور فقراء و اہل احتیاج میرے
عیال ہیں۔ پھر اگر میرا وکیل میرے عیال کو میرے مال سے خرچ نہ
دے گا تو میں اس کو جہنم میں داخل کر دوں گا۔ اور مجھے اس کی کچھ پروا
نہ ہوگی۔ (نکالی الاخبار)

مال واردوں پر زکوٰۃ خمس ایسے واجب حقوق کے علاوہ دوسرا انسانی حقوق

(۳) وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلنَّاسِ لِكُلِّ فِرْقٍ
مَّحْرُومٍ كَمَا تَعْلَمُ يَوْمَ الْحِسَابِ
اس آیت میں زکوٰۃ خمس ایسے صدقات واجبہ کا ذکر نہیں جن کا ادا ہر صاحب
مال پر فرض کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کے علاوہ بھی مالداروں پر انسانی حقوق عاید
کئے گئے ہیں۔ انھیں کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ ردایات ذیل اس پر
شاہد ہیں:-

(الف) بعض صحابہ نے حضرت رسالتاً سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ مال
میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور حق بھی ہے؟ تو فرمایا:-

نعم بدر السحرم اذا ادبرت و
صلۃ الجاس المسلم فما امن لی
منبات دجال المسلم جالع
ہاں صلۃ رحمی اور ہمسایہ سے حسن سلوک
وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں رکھتا جو میر
ہو کر رات کو بسر کرتا ہے جبکہ اس کا ہمسایہ
بھوکا ہے۔

نیز دوسری حدیث میں ہے:-
ما امن لی من بات شعباناً
مجھ پر وہ شخص ایمان نہیں لایا جو بیٹ

و جاسۃ جالع۔
(نکالی الاخبار)

(ب) ابو بصیر راوی ہیں۔

کنا عند ابی عبد اللہ و مع بعض
اصحاب الاموال فذکر والنزکوٰۃ
فقال ابو عبد اللہ ان اکثر کوٰۃ

لیس یجد بھا صاحبھا انما
ہو شی ظاہر انما ہو حق
بہ دمہ و سہی مسلماً وان علیکم
فی اموالکم غیر النکوٰۃ فقلت
اصحیث اللہ دما علینا فی اموالنا
غیر النکوٰۃ فقال سبحان اللہ

اما تسمع اللہ یقول فی کتابہ
وَالَّذِینَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ
مَّعْلُومٌ لِّلنَّاسِ لِكُلِّ فِرْقٍ
ہو۔ زکوٰۃ کے علاوہ ہمارے اموال میں اور کون سے فرائض
ہم پر عائد ہیں؟ فرمایا سبحان اللہ! کیا تم نے سنا نہیں کہ
خداوند عالم اپنی کتاب میں فرماتا ہے وَالَّذِینَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ
حضرت امام علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا:-

بھوکہ رات کو سوتا ہے جبکہ اس کا ہمسایہ
بھوکا ہے۔
اسم لوگ جناب ابو عبد اللہ جعفر صادق
علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے
اور ہمارے ساتھ کچھ دولت مند لوگ
بھی تھے۔ "زکوٰۃ" کا تذکرہ ہوا تو
حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے
فرمایا کہ زکوٰۃ پر صاحب زکوٰۃ مستحق
تقریب و ثنا نہیں ہوتا۔ وہ تو ایک
ظاہر چیز ہے۔ جس کے ذریعہ سے
انسان کا خون محفوظ ہوتا ہے اور
اس کی وجہ سے وہ مسلم کہا جاتا ہے
تم پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی مالی خیرات لکھی
عاید ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کی اور

الحق المعلوم الشی یخ جہ
 من مالہ لیس من الشکوۃ
 ولا من الصدقة المفروضة
 فقال له الرجل فما یصنع
 فقال یصل بہ سرحاً ویقوی
 بہ ضعیفاً ویجمل بہ کلاً
 ویصل بہ احوالہ فی اللہ -

v. 5 mp (لنالی الاخبار)

محتاجوں کی مالی امداد کی عظمت کا اظہار -

۱۳) اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ
 یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ
 وَیَاْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَ اَنَّ
 اللّٰهَ هُوَ الْوَّاسِعُ السَّحِیْمُ

اس آیت مبارکہ میں یہ کہا گیا ہے کہ خیرات و صدقات جو محتاجوں کو دیے جاتے ہیں وہ خیرات کے ہاتھوں میں جاتے ہیں - حدیث نبوی ہے -

ان الصدقة تقبلی ید اللہ
 قبل ان تصل الی ید السائل

یہ انداز بیان محتاجوں اور حقداروں کی مالی امداد کی عظمت و اہمیت

ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے -

کار خیر کی اہمیت (۱۵) وَمَا تَنْفِقُوْا
 مِنْ خَیْرٍ فَلَیْلَافِیْکُمْ وَمَا تَنْفِقُوْنَ
 اِلَّا یَتَغَاوٰ وَجْہُ اللّٰهِ وَمَا تَنْفِقُوْا
 مِنْ خَیْرِ یُوفِّیْکُمُ الْبَلَدُ الَّذِیْ اَنْتُمْ
 لَا تَظُنُّوْنَ ط

” اور تم جو کچھ کار خیر میں خرچ کرو گے تو
 اپنے لئے اور تم خدا کی خوشنودی کی
 طلب کے سوا اور کام میں خرچ کمرست
 ہی نہیں اور جو کچھ کار خیر میں خرچ کرو گے
 (بروز قیامت) تم کو پھر وہیں مل جائے گا
 اور تمہارا حق مارا نہ جائے گا۔“

نخل کی مذمت (۱۶) مَنْ یُّوقِ

شَیْءَ نَفْسِہٖ فَاَدْلٰتْ ہُمُ الْمَطْرُوحِ
 (۱۶) مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالِہُمْ
 فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ
 سَبْعَ سَبَیْلِ فِی کُلِّ سَبِیْلَةٍ
 مِائَةِ حَبَّةٍ وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ

” جو شخص اپنے نفس کی لالچ سے بچا لیا گیا
 تو ایسے ہی لوگ اپنی دلی مراد پائیں گے۔“
 ” جو لوگ راہ خدا میں اپنے مال خرچ کرتے
 ہیں ان (کے خرچ) کی مثل اس دانے کا
 ہے جس کی سات بائیاں نکلیں اور ہر بائی
 میں تلو (ستو) دانے ہوں اور خدا جس کیلئے
 چاہتا ہے دہنا (بھی) کر دیتا ہے۔“

کس قسم کے لوگوں پر اتفاق کرنا چاہیے - اس سلسلے میں چند آیتیں اور روایتیں
 بیان کی جاتی ہیں :-

باب کے حقوق (۱۷) وَفَقِیْ

بَلٰکَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِلٰہَ
 اَحْسَنَ مَا

” اور تمہارے پروردگار کا یہی حکم ہے کہ
 اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور
 ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔“

مالی امداد کے مستحقین اور ان کے درجات

(۱) یَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ
قُلْ مَا أَنفَقْتُ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ الْغَنَاءُ
وَالْأَلَاءُ تَرَيْنَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَأَجْنَ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ
خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

وہ (تمہارے) مال باب اور عمر ابتدائی اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے اور جو اچھا کام کرو گے خدا اس سے ضرور ملاقف ہوگا

خود وار غریبوں پر خاص نظر عنایت

۳۳ تَلْفِقْ أَعْيُنَ الَّذِينَ أَحْصَوْا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ
حَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسِبُهُمُ
الْجَاهِلُ أَعْيَاءً مِنَ التَّحْفِ
تَحِيَّهُمْ لِسَمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ
النَّاسَ الْخَفَافَ وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ
خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

وہ (تمہاری طرف سے مالی امداد) خاص ان مجاہدین کا حق ہے جو خدا کی راہ میں لڑ رہے ہوں اور روئے زمین پر اگر جانا چاہیں تو چل نہ سکتے ہوں۔ نادان قف ان کو امیر سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ یہ بلحاظ خود دار کسی سے سوال نہیں کرتے لیکن تم ان کی صورت ہی سے پہچان جاؤ گے (کہ وہ محتاج و مستحق امداد ہیں اگرچہ لوگوں سے جیٹ سے سوال نہیں کرتے۔ اور جو کچھ تم میں خیر میں خرچ کرتے ہو خدا اس کو ضرور جانتا ہے۔
۳۴ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ
وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا

۳۵ مال زکوٰۃ (وغیرہ) تو بس فقیروں اور محتاجوں کا حق ہے اور ان کا

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ
وَالْغَارِ مِثْنًا وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَأَجْنَ السَّبِيلِ فَسَبْعَةٌ مِّنْ
اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

کار جن کے متعلق ان کا وصول کرنا ہے اور ان کا جن کی تالیف قلب کی گئی ہو اور غلاموں کو آزاد کرانے اور ان قرضہ کا قرض ادا کرنے میں (جو نادار ہیں) اور خدا کی راہ میں (جہاد وغیرہ) اور مسافروں کی امداد میں خرچ کرنا چاہئے (یہ حقوق) خدا کی طرف سے واجب قرار دیئے گئے ہیں اور خدا بڑا عالم اور صاحب حکمت ہے۔

انسانی حقوق دوسرے کا رخصت پر مقدم ہیں

۱۱۱ ساجل الی ابی بنی یسارین
فقال یا رسول اللہ اسید ان اجمل
بھما فی سبیل اللہ قال اللہ والدا ان
واحد ہما قال نعم قال اذهب و
انفقھا علی والدیک فهو خیر لك
ان تحمل بھما فی سبیل اللہ فرجع
فقال یا رسول اللہ قد فعلت
۱۱۲ ان دینار ان اریں ان اجمل
بھما فی سبیل اللہ قال اللہ والدا
۱۱۳ ان قال نعم قال اذهب فانفقھا

ایک شخص حضرت رسالت کا خدمت میں دو اشرفیاں لیکر حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میں ان کو راہ خدا میں خرچ کرنا چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا۔ کیا تیرے مال باب ہیں۔ یا ان میں کوئی ایک ہے اس نے کہا ہاں، تو فرمایا کہ جا اور ان اشرفیوں کو مال باب پر خرچ کر یہ بات تیرے حق میں راہ خدا میں صرف کرنے سے بہتر ہوگی۔ وہ گیا اور تعمیل حکم کو کے دو اشرفیاں لے ہوئے پھر آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں حکم بحال آیا اور یہ دو اشرفیاں

۱۰۰

علی و لولہ فہو خیر لک ان تحمل ہیں ان کو راہ خدا میں صرف کرنا چاہتا ہوں
فاتاکہ بدینا ربین اخذین فقال حضرت نے فرمایا کہ تیرے کوئی لڑکا ہے؟
یا رسول اللہ قد فعلت و ہذا ان اُس نے عرض کی ہاں، حضرت نے فرمایا
دینا ان ارید ان احمل بھما فی جا اور ان دینا روں کو اپنے لڑکے پر
سبیل اللہ فقال اللہ شر و جبہ خرچ کر یہ بات تیرے لئے بہ نسبت راہ خدا
قال نعم، قال انفقھما علی زوجتک میں صرف کرنے کے بہتر ہے۔ وہ پلٹا اور
فہو خیر لک ان تحمل بھما فی سبیل تعمیل ارشاد کر کے دو اشرفیاں لئے ہوئے
اللہ فرجع نفعل فاتاکہ بدینا ربین پھر حاضر خدمت ہوا اور انھیں راہ خدا
اخذین فقال یا رسول اللہ قد میں خرچ کرنے کی خواہش کی تو حضرت نے
فعلت و ہذا ان دینا ان ارید نے فرمایا کہ تیرے پاس زوجہ ہے؟ اُس نے
ان احمل بھما فی سبیل اللہ فقال کہا ہاں، تو فرمایا کہ جا اور ان دینا روں کو
اللہ خادم، قال نعم، قال فلاہب اپنا زوجہ پر خرچ کر یہ امر تیرے لئے
والنفقھما علی خادمک فہو بہ نسبت راہ خدا میں خرچ کر سنا
خیر لک من ان تحمل بھما فی بہتر ہوگا۔ وہ واپس گیا اور بوجہ
سبیل اللہ ففعل فاتاکہ بدینا ربین حکم عمل کر کے دو اشرفیاں لئے ہوئے
اخذین فقال یا رسول اللہ انی ارید پھر آیا اور حسب سابق راہ خدا میں خرچ
احمل بھما فی سبیل اللہ فقال احملھا کرنے کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا
واعلم بانھا یسا با فضل من دنا نیرک کہ تو کوئی خدمت گزار رکھتا ہے؟ اُس نے کہا
(النالی الاخبار)

پر صرف کر۔ یہ امر تیرے لئے راہ خدا میں خرچ کرنے سے بہتر ہوگا۔ اس نے
اس ارشاد پر عمل کیا۔ امدد و اشرفیاں لئے پھر حاضر خدمت ہوا اور راہ خدا
میں خرچ کرنے کی خواہش کی۔ تو فرمایا۔ اچھا مگر جان لینا کہ یہ دونوں دینا
تیرے سابق دینا روں سے بڑھ کر نہ ہونگے۔
(۲) نیز حدیث نبوی میں ہے :-

لا صدقۃ و ذو رحم محتاج « صدقہ نہیں جبکہ قرابت دار محتاج ہوں »
کس قسم کی چیزوں کو راہ خدا میں صرف کرنا چاہئے :- اس قسم کی

چیزیں صرف میری صرف کرنی چاہئیں اس کے متعلق چند آیات ہیں :-
(۱) لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا
تُحِبُّونَ ۚ
جس سے تم ان چیزوں میں سے جس سے
محبت رکھتے ہو خرچ نہ کرو گے ہرگز نیکی کا
درجہ نہیں پاسکتے۔

(نساء)

(۲) یا ایھا الذین آمنوا انفقوا
من طیبات ما کسبتکم و مما
اخرجا لکم من الارض و لا یحب
الکفر منہ تنفقون و لست
بالخذیۃ الا ان تفضوا فیہ
و اعلموا ان اللہ غنی حمید

یہ کہ اس کے لینے میں (خدا) آنکھ پڑاؤ اور جان لو کہ خدا بے نیاز اور سزاوار مدد ہے۔

اے ایمان والو! اپنی پاک کامی اور ان
چیزوں میں سے جو تم نے تمہارے واسطے
زمین سے نکالی ہیں (راہ خدا میں) خرچ
کرد۔ اور بری چیز کو (جو حد میں) خرچ کرنے
کا قصد بھی نہ کرو۔ حالانکہ ایسی چیز کوئی تمہیں
دینا چاہے تو تم اس کے لینے والے نہیں۔ مگر

یہ کہ اس کے لینے میں (خدا) آنکھ پڑاؤ اور جان لو کہ خدا بے نیاز اور سزاوار مدد ہے۔

ارشاد نبوی ہے :-

(۳) اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا الطَّيِّبَ دُخَانِ پاك ہے اور پاك ہی کو قبول کرتا ہے۔
راہ خدا میں رہنے کے حدود و قیود کو بھی اسلام نے نفاذ نہیں کیا ہے۔ اس

سلسلہ کی چند آیتیں ملاحظہ ہوں :-

اپنے احسانوں کو احسان جتا کر اور دکھ دیکر ہر بار نہ کر دو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ
بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُبْفِثُ مَا
لَهُ سَاءَ مَا يَحْكُمُ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تِلْكَ كَمَثَلِ صَفَرٍ
عَلَيْهِ تَرَابٌ فَأَصَابَهُ دَابٌّ فَتَرَكَهُ
صَلْدًا وَلَا يَذُوقُ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا
كَسَبَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ
اسے ایمان والوں! اپنے صدقوں کو احسان
جتانے اور دسالی کو (دکھ دینے سے
اکارت نہ کرو۔ اس شخص کی طرح جو اپنا مال
بھنی لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے
اور خدا اور اسے خیریت کے دن پر ایمان نہیں
رکھتا۔ اس کی (خیرات کی) مثال اس صاف
چٹان کی سی ہے جس پر مٹی ہو۔ پھر اس
پر زور کا مینہ برے اور اسے (مٹی کی مٹی بہا کر) بالکل صاف بکٹی چھوڑ دے۔

ربا گاروں کو اس خیرات میں سے جو انھوں نے کی ہے کچھ بھی بھانپ نہ سکتے گا اور

خدا کافروں کو نازل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

سچی خیرات کی اعلیٰ مثال

مَثَلُ الَّذِينَ يُبْفِثُونَ أَصْوَابَهُمْ بِتَفَاءٍ
مِّنْ رِّمَاسَاتِ اللَّهِ وَتَنْتِيَامُ فِيهِمْ
كَمَثَلِ جَنَّةٍ يَرْبُوَّةٌ فَأَصَابَهَا
دُخَانٌ مِّنْ أَعْيُنِ النَّاسِ
انے دی مصروف اعتقاد سے خرچ کرتے ہیں
ان کی مثال اُس (سرسبز) باغ کی سی ہے جو

A very important information on Successful
horticulture
دابل فائٹ اگلا ہاضفین
کسی ادنیٰ زمین پر لگا ہو پھر اس پر زور کا

مینہ برے تو وہ درگت پھیل لائے

ربا شرک اصغر ہے | حدیث نبوی ہے :-

عليكم الشرک الا صغر قبل دما
الشرک الا صغر قال الربیع
سبب زیادہ ڈراونی چیز جس کا بھگے تم سے
دکھ ہے شرک اصغر ہے۔ کسی نے پوچھا کہ
"شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا "ربا گاری"

چھپی ہوئی خیرات کی فضیلت

اِنَّ تَبَدُّوا الصَّدَقَاتِ فَنِعْمًا هِيَ
وَاِنْ تَخْفُوْهَا دُونَ هَٰذَا فَقَدْ
فُتِحَتْ لَكُمْ وَنُكِفَ عَنْكُمْ مِثْرُ
شَيْءٍ تَكْرَهُهُ وَاللَّهُ يَجْمَعُ الْعَمَلُ
خَيْرُهُ
اگر تم صدقات کو کھلے طور پر دوتو یہ (بھی)
اچھی بات ہے اور اُس کو چھپا کر محتاجوں
کو دوتو یہ تمہارے لئے بہتر ہے (اسے
خفیہ) تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دینگے
اور تم جو کچھ کرنے ہو خدا اُس سے جہزدار ہے۔

اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال غریبوں پر خرچ کر دو۔

سَلَامُكَ مَا ذَا يُبْفِثُونَ قُلِ الْعَفْوَ
خدا میں کیا خرچ کریں تو تم (ان سے) کہو کہ جو کچھ تمہاری ضرورت سے بچے۔
جناب امام شافعی صلی علیہ السلام نے فرمایا :-
الْعَفْوُ هُوَ الْوَسْطُ مِنْ غَيْرِ اسْرَافٍ
"العفو" سے مراد اوسط درجہ ہے جس

میں نہ فضل خرچی ہو نہ تنگ دلی۔

نیز امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

ما فضل عن قوت السنة "العفو" سے مراد وہ مال ہے جو سال بھر کی خرچ خوراک سے بچ رہے ۲

ایک اور روایت میں ہے :-

ما فضل عن الاهل والعيال "العفو" سے مراد وہ مال ہے جو اہل و عیال کے خرچ سے بچ رہے یا مال

خدا اعتدال کا خیالی رکھو۔ راہ خدایں خرچ کرو مگر ملاکت میں نہ بڑھاؤ۔

وَأَتَّقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

حدیث میں ہے :-

لو ان من جلا انفق مافی ید یہ

فی سبیل اللہ ما کان احسن ولا

ادفق۔ الیس یقول اللہ وَلَا تُلْقُوا

بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ یعنی

المقتصدین ۵ (تفسیر برہان)

میں اقتصاد و اعتدال اختیار کرتے ہیں ۶

خیرات میں سب مال و سرمایہ خرچ کر کے خود محتاج نہ بنیاد ۷ حدیث نبوی ہے :-

یحيٰ احدکم بما لہ کلمہ یتصدق بہ ۲ تم میں سے کوئی شخص اپنا تمام مال خیرات و مجلس یتکففت الناس النسا الصدقة عن ظہر غنی ۳

(کنز العرفان)

خوش حالی باقی رہے ۴

مقتصد یہ ہے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے مال کا ایک حصہ مستقبل نظر کرتے ہوئے محفوظ رکھنا چاہئے۔ صرف کرنے کے بعد بھی کچھ مال پس انداز ہونا چاہئے تاکہ بوقت حاجت کام آئے۔ اتنا نہ صرف کر دیا جائے کہ مغلص ہونا پڑے اور دوسروں کے سامنے دست موال پھیلانا پڑے۔

حالات انسانی اور نفوس کی قوت جبر و غبطہ مختلف ہوا کرتی ہے۔ عام حالات اور عام نفوس کے اعتبار سے حکم شرع اسلام وہی ہے جو منقولہ بالا آیات و احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر مخصوص حالات اور خواہی افراد کے لئے "ایثار علی النفس" اول و افضل قرار دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ باوجود ذاتی حاجت کے دوسروں کو ترجیح دینا اخلاق کا بلند ترین درجہ کمال ہے۔

ملکہ ایثار اخلاق کا بلند ترین درجہ کمال ہے

ارشاد خداوندی ہے :-

اگر یہ ان کو ذاتی حاجت سے تنگی ہی کیوں

نہ ہو مگر وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح

دیتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنے نفس کو

یوشدون علی انفسہم و لو

کان یلہم خیرا حصہ دمن یوق

نفسہم فاولئک ہم المفلون ۵

۵

حرف سے بچائے گئے وہی اپنی دل مراد پادیں گے۔ (سورہ حشر)
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ابان راوی ہیں کہ میں نے حضرت
کی خدمت میں عرض کی کہ میں پریشان کیا ہوں ہے تو فرمایا :-

یا ابان تقاسمہ شطرا مالک " اے ابان! تم اپنا مال اوس کے اور اپنے
غم نظر الی ذرا ہی مداخلتی تھا
یا ابان اما تعلم ان اللہ قد دکر
الموتیرین علی انفسهم قلت بلی
فقال اذا انت قاسمتہ فلم
توشرة بعد انما انت وھو سواہ
انما توشرة اذا اعطیتہ من
النصف الآخر

جب تم نے اس برا درموش کو اپنے مال کا نصف حصہ دیا تو ابھی تم نے
ایشی نہیں کیا۔ کیونکہ ابھی تو تم اور وہ دونوں برابر ہیں۔ ایشی تو اس وقت
ہوگا جب تم اپنے نصف حصہ میں سے بھی اس کو کچھ دیدو۔

زندگی میں اپنے ہاتھ سے مستحقین پر مال تقسیم کر دینا اس سے بہتر ہے کہ مرنے کے بعد
خیرات کر نیکی وصیت کی جائے

مروی ہے کہ

ان رجلاً شایاناً من الانفس جمع " ایک مرد انصاری نے بہت سال بطریق حلال
مالاً کثیراً من الحلال فی من دعاہ جمع کیا اور بیمار ہوا۔ آنحضرتؐ ایک جماعت

رسول اللہؐ فی جماعۃ فقال لہ یا رسول
اللہ! وعیلت ان تصدق اموالی کلھا

علی الفقراء والمساکین بید و بعد
وفاتی فقبل رسول اللہؐ وصیتہ فلما
مات امر بنسبۃ اموالہ ثم ذهب فی
دائرہ و تصدق اموالہ کلھا بید

فقال الراوی آتت فی نضی للاغنیاء
خیبر الدینا والآخرۃ فنظر رسول اللہؐ
الی و علم ما اعنی تہ فاخذ تمرۃ من
مالہ و سرفع یدہ حتی ظہل بطنہ ثم
نظر لی فقال ما الذی بیدی فقلت

جعلت فداک تمرۃ واحدة من

التمرات فقال والای ارسلی بالحق

بنیاصد قالو تصدق ھذا الرجل ببیدہ

تمرۃ واحدة مکان خیبر او ہما تصدقتم

ایک دانہ خرما ہے۔ فرمایا اس خدا کی قسم میں نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا اگر

اس شخص نے اپنے ہاتھ سے ایک دانہ خرما تصدق کر دیا ہوتا تو اس تمام ذخیرے

سے اس کے حق میں بہتر ہوتا۔ جو میں نے اس کی طرف سے خیرات میں
تقسیم کیا۔

note ۱۲
your future guide

صحابہ کے ہمراہ اس کی عبادت کر تشریف لائے
تو اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میری وصیت ہے

کہ آپ میری وفات کے بعد مراکل مال فقیروں
اور محتاجوں پر اپنے ہاتھ سے تصدق کر
دیجئے گا۔ آنحضرتؐ نے اس کی وصیت قبول
فرمائی۔ جب وہ مر گیا تو اس کے تمام مال کو

جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور خود اس کے گھر تشریف

لیجا کر اپنے دست مبارک سے محتاجوں پر تقسیم

کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنے جی

میں کہا کہ مالدار ملک کے لئے خیر دنیا و آخرت

دونوں ہیں۔ اس پر آنحضرتؐ نے میری طرف

دیکھا اور میرے دلی خیال پر مطلع ہو گئے تھے

آپ نے ایک دانہ خرما ہاتھ میں لیکر بلند کیا،

پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ میرے ہاتھ میں

کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کی میں آپ پر خدا

کی قسم

حوا کر خیر و صی کے ذریعہ سے مقصود ہو وہ جیسے ہی خود کر عباد
جناب امام جعفر علیہ السلام سے مروی ہے۔

اعن جھانراک و قد مرنا دل و کن "اپنا سامان خود ہیا کر د۔ اپنا زاد و سفر پہلے بھی
و صی نقلت و لا نقل لغيرک بیوت اپنا دھن آپ بنو سل یعنی جو کچھ دھن کے ذریعہ
الیٹ ہما یصلحت سے کرنا مقصود ہو وہ خود کر عباد کسی غیر
سے نہ کہو کہ تمہاری بھلائی کا سامان تمہارے بعد تمہاری طرف بھیجے۔

ایک دوسری روایت میں ہے :-
دراهم يعطيه الرجل في صحة خيرون "تندرستی کی حالت میں دیا ہوا ایک درہم بوقت
عنتی سابقہ عند الموت (نکال الاخبار) موت ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔
صاعون یعنی روزمرہ کے استعمال کی ضروری
اشیاء کے دینے میں نخل کی شدید مذمت
جو اشیاء روزمرہ کی ضروری
کی ضروریات زندگی
میں داخل ہیں۔ اور

خانہ داری کے جس ساز و سامان کی حاجت ہو نا ہر امیر و غریب کو ہوا کرتی ہے مثلاً پانی
مک۔ آگ۔ چراغ۔ خروتن۔ فروتن۔ اور ایسے ہی دیگر اثاث البیت۔ حساب
ضرورت کو ان کے دینے میں نخل کرنا نہایت قابل مذمت فعل قرار دیا ہے۔ ارشاد بانی
قویل للمصلین الذین ہم عن "ان نمازیوں کے لئے بتا ہی ہے جو اپنی نماز
صلاحتہم ساھون والذین ہم سے غافل رہتے ہیں۔ اور جو دکھانے کے کام
یرواؤن دینعون الماعون ط کرتے ہیں۔ اور وہ سب کی چیزیں روکتے ہیں

جو عام طور سے دیکھا جاتا ہے :-

"ماعون" کی تعریف جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :-
لھو ما یقادر الناس بینہم من الود "وہ اشیاء جن کو لوگ عام طور سے عادت
والناس و ما لا یمنع کالماء و الملح کے طریقہ پر دیا جاتے ہیں۔ مثلاً دول بکری
چیرنے کا آلہ اور وہ چیزیں جن پر روک ٹوک نہیں ہے جیسے پانی۔ ملک۔
نیز دوسری روایت ہے :-

مثل السراج والناس والخنیر "مثلاً چراغ۔ آگ۔ چنیر اور اس قسم کی
واشیاء ذلک مما یحتاج الیہ وہ چیزیں جن کی لوگوں کو ضرورت عام طور
الناس۔ (تفسیر صافی) سے ہوا کرتی ہے۔

اسلام کا اصول تقسیم دولت
قانون
"تقسیم بالسویہ"

اور ان میں حق تصرف تمام انسانوں کے لئے برابر ٹھہراتا ہے۔ اور اس کا عام اصول یہ
ہے کہ دنیا کی پیداوار تمام انسانوں پر تقسیم ہونی چاہئے۔ اور یہ تقسیم مساواة
کے اصول پر ہو۔ بانی اسلام نے اپنے زمانہ میں بھی تقسیم بالسویہ کے اصول پر
عمل فرمایا۔ اور اسی اصول پر عہد رآمد کی بنیاد پڑی جس نے جانشینوں کی بھی مدد فرمائی۔
تقسیم بالسویہ کی اہمیت شارع اسلام کی نظر میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے

نفاک کے ذیل میں ارشاد ہوا۔ اقسمہم بالسویۃ "وہ سب سے زیادہ
برابر تقسیم کرنے والے ہیں۔"

خاتم الادب و اشراف الدین حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی
تعریف ان الفاظ میں فرمائی :-

ابشکم بالملہد می یرضو عنہ " میں تمہیں "مہدی کی بشارت دیتا ہوں
ساکن السماء والارض یقسمہ " اُن سے آسمان کے رہنے والے اور
المال صحاحا..... ویملأ " زمین کے بسنے والے سب ہی رضا
قلوب امۃ محمد غناء ہوں گے۔ وہ مال کو صحیح طور پر تقسیم کرینگے
اور امت محمدیہ کے دلوں کو استغناء سے بھر دیں گے۔ "

کسی نے دریافت کیا کہ مال کی صحیح تقسیم کیا فرمائی؟ یہاں اللہ تعالیٰ نے
انسان " تمام انسانوں میں برابر کے حصے تقسیم کرے گا۔ "

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے عہد میں جب طریقہ بنویہ پر عمل ہوا اور سرمایہ
کی تقسیم مساوات کے اصول پر کی گئی تو اپنے طبقے کے صحابہ میں اس طریقہ کا رے سے ناراضی
و برہمی پھیلی تو ان کے اظہار عقاب و ناراضی پر حضرت نے فرمایا :-

اصول تقسیم مساوات کے اتمام میں کیا مجھے تمہارا یہ حکم ہے کہ (تمہاری) دولت
متعلق حضرت امیر کا نقطہ نظر انی اطلب

النفس بالجور فینم ولیت علیہ و
ما اظہر ما سمی سمیر و ما اشد

منجم فی السامد بخا لوکان المال
لی لستیت بنیہم فلیکف وانما
المال مال اللہ الا ان اعطوا المال

فی غیر حقہ تبریر و اسراف و
ھو یس فح صلحہ فی الدنیا
ویضعہ فی الاخرۃ۔

جسکہ وہ مال خدا ہے کیونکہ مساوات کا لحاظ نہ رکھوں؟ ہاں سمجھ لو!
کہ بغیر استحقاق مال کی بخشش و فیاضی فضول ہرچی اور اسراف بیجا
ہے جو اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کرتا ہے مگر آخرت میں پست
و ذلیل کر دیتا ہے۔ "

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی نظر میں دنیا کی معاشی پریشانی کا سبب
سرمایہ کی غیر مساوی تقسیم ہے

دنیا کے لئے معاشی پریشانی جو عوام کے لئے خوفناک مصیبت بنی رہتی ہے اور
مدارج معیشت میں جو تباہ کن نشیب و فراز پایا جاتا ہے اس کا سبب برہبران الہم
کی نظر میں سرمایہ کی غیر مساوی تقسیم ہے :-

جناب امیر المومنین نے فرمایا ہے :-

ان اللہ تعالیٰ فرض علی الاغنیاء فی
اموالہم بقدر ما یکفی فقراءہم

فان جاعوا و عسدا و جھدا
فینزع الاغنیاء (مجلد ۶ ص ۱۵۸)

اب اگر وہ بھوکے ننگے اور خستہ حال
نظر آتے ہیں تو اس کا سبب یہی ہوا کرتا ہے کہ دولت مند سرمایہ دار

لوگ اس حق واجب کو ادا نہیں کرتے۔

روم ما اوسع العدل للناس يستغنون در دامن عدل میں کسی قدر وسعت ہے اگر عدل
اذا عدل علیہم (مستدرک) کیا جائے تو سب لوگ خوش حال ہو جائیں گے۔

اسلام کا مقصد انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے | یہ ظاہر ہے کہ

انسان سے محبت و دوستی کا ثبوت انھیں عالمگیر اسباب فقر و افلاس کو دفع کر کے دیا
جاسکتا ہے۔ اسلام خداوند عالم کا یہ اعلان عام بنی نوع انسان تک پہنچاتا ہے کہ اس کا
مقصد تم پر اپنے فضل و کرم کی باریقی گزنا ہے۔ جو نظام معیشت اس کی طرف سے
جاری کیا جائے گا اس کے متعلق خدا کا یہ وعدہ ہے کہ وہ معیشت میں وسعت
و خوشحالی پیدا کرنے والا ہو گا یعنی کہ فقر و افلاس کا باعث!

انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ عالمگیر افلاس و فقر کی ہلاکت
دنیا سے ختم کر دیا جائے۔ اور ایسی صورت پیدا کر دی جائے کہ عالم میں خوشحالی
و فراخی معیشت عام ہو جائے۔ اور کوئی محتاج متلائے فلاکت و افلاس باقی
نہ رہ جائے۔

زمانہ حاضرہ کی اشتراکیت جو دنیا کو اپنے معاشی نظام کی خوبیوں پر فریفتہ
کر رہا ہے وہ قانون ملکیت و حقوق مالکانہ کو ختم کر دینا مدارج معیشت کو
برابر اور معاشی سطح کو ہموار بنا دینا دنیا کے ہمہ گیر مرض افلاس کا واحد علاج
قرار دینی ہے۔

وہ اصول معیشت جو مناسب حال انسان ہو سکتا ہے | اس سے انکار نہیں

کیا جاسکتا کہ وہی اصول معیشت مناسب حال انسان ہو سکتا ہے جو موافق فطرت ہو
لہذا قابل عمل ہی نظام ہو سکتا ہے جو مساوات یا عدم مساوات عرف ایکس رنج کو سنبھال
رکھ کر دوسرے کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہو۔ یہ دوست ہے کہ انسان کی ذاتی قدر
و قیمت مساوی ہے۔ اور وہ بنا بر فطرت مساوی احترام کا حقدار ہے لیکن اسی کے
ساتھ افراد انسان کی استعداد عمل و صلاحیت کار میں فطری اختلاف و تفاوت پایا
جاتا ہے۔ ذہنی و عملی قوتیں تمام انسانوں کی خلقی طور پر یکساں نہیں ہوا کرتیں۔ یہ
قدرتی تفریق تہذیب و تمدن کی رنگارنگی اور گونا گون ترقی کا لازمی پل ہے اور مہم
رکھتی ہے۔ تمدن و تہذیب کے کمال ارتقاء کے لئے مختلف احوال و افعال کی
حسب استعداد فطری ضرورت ہے۔ قوتوں اور صلاحیتوں کے تفاوت میں انسان
کا حال حیوانوں سے مختلف ہے۔ حیوانوں کے اعمال اور عمل قوتوں میں یکسانی پائی
جاتی ہے۔ عالم حیوانیت میں ہر نوع کے تمام افراد طبعی رجحانات اور عملی قوتوں
کے اعتبار سے اختلاف نہیں رکھتے۔ جو کام اور جس طرح کا عمل ایک فرد سے
واقع ہوتا ہے بعینہ وہی دوسرے افراد بھی کرتے ہیں۔ مگر نوع انسان کی فطرت
صلاحیت عمل اور طبعی رجحانات کی تفریق اور ان کے آثار و نتائج کے تنوع
برقائم کی گئی ہے۔ جبکہ ہر فرد کی قوت عمل و صلاحیت کا رادہ رجحان طبعی
دوسرے سے یکساں نہیں ہوتا۔ تو ان اوصاف کے اثرات بھی لا محالہ
انفرادی انسان کی سعی عمل کے فطری تفاوت کی طرف اشارہ و رہنمائی میں

انفرادی انسان کی سعی عمل کے فطری تفاوت کی طرف اشارہ و رہنمائی میں

ان سَعِيَكُمْ كَشْتِي ۝ بے شک تمہاری کوششیں حرج طرح کی ہیں۔
اور اختلاف درجات طبع و تفاوتِ قوائے عمل کے ثمرات و نتائج کے
مختلف ہونے کی جانب اس آیت میں اشارہ ہے۔
وَرَوَاهُ عَلَى شَاكِلَتِهِ ۝ ہر شخص اپنے طریق پر عمل کرتا ہے۔
ان اختلافات کی وجہ سے درجات معیشت میں بھی تفاوت پیدا ہو جاتا ہے

Imp

ام ہے جس کا بیان اس آیت مبارکہ میں ہے۔
وَمِنْ صَمَاتِهِمْ مَّعِيشَتُهُمْ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَسَاوَعْنَا بَعْضُ
قَوْمٍ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيُخَيِّدَ
بَعْضُهُمْ بَعْضًا شَرِيًّا ۝
جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فطرت کے اس مصیحت خیز اختلاف کی

Imp

طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔
خالف بلین ہمہ واداد اتهم
وسائر حلالا تم وجعل ذلك قواما
للعائش الخلق
لیستعین بعضهم بعض فی ابواب
العائش التي بها صلاح احوالهم
اور دینا کل میں مدد دے جو ان کی صلاح حال کا ذریعہ ہیں۔
تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں منقولہ بالا آیت مبارکہ کے متعلق منقول ہے۔

وهذا من اعظم دلائل الله على
التوحيد لانه خالف بين ملكهم
كثيبتهم واصل دانتهم وادواتهم
ليستعين بعضهم على بعض لان
احد هم لا يقوم بنفسه لنفسه
..... وادوات كل انسان
ان يكون بناء نفسه وخطا
لنفسه وحجما للنفسه وجميع
الصناعات التي يحتاج اليها
لما قام العام طرفه عين ولكنه
عز وجل خالف بين همهم
وذلك اعظم دلائل على التوحيد
(تفسیر برہان)

ہے تو عالم چشم زدن بھی قائم نہ رہ سکے گا
..... لیکن خداوند عالم نے بندوں کے انکار و خیالات الگ الگ
بناتے ہیں۔ اور یہ توحید کی بہت بڑی دلیل ہے۔

ان آیات اور ان کی تفسیروں کا حاصل چند امور ہیں :-
(اول) تہذیب و تمدن کی ترقی کے لئے اصول تقسیم عمل لازم ہے۔ خداوند
اور بتوں کے مناسب ضروری کاموں کا ذمہ دار مختلف اشخاص کو ہونا چاہیے۔
اس کے بغیر دنیا کا نظام چل نہیں سکتا۔

”یہ بات خدا کی وحدانیت کی بہت بڑی
دلیل ہے کہ ہوس نے انسان کے ملکات
و قوی میں بھی اسی طرح اختلاف پیدا کیا
ہے جس طرح ان کی صورتیں۔ ارادے اور
خواہشیں مختلف قرار دی ہیں تاکہ ایک
دوسرے سے مدد حاصل کر سکے۔ کیونکہ
ان میں سے کوئی شخص بھی اپنے ضروریات
کا خود کفیل نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ اگر ہر
آدمی اس کا محتاج ہوتا کہ خود اپنا گھر بنا
والا اور کپڑا سینے والا اور حجامت کرنے
والا ہو اور اسی طرح وہ تمام معنی خود
کے جن کی اس کو زندگی دنیا میں حاجت ہوتی

(دوم) اسی ضرورت کے ماتحت قانون قدرت نے انسانی فطرت میں رنگارنگی اور تنوع پیدا کیا ہے قوی علم و عمل میں تفاوت قرار دیا ہے۔ طبیعتوں کے رجحانات انکار و خیالات میں اختلاف رکھا ہے۔ ہمتوں۔ حوصلوں۔ قوتوں اور صلاحیتوں میں فطری تفریق قائم کی ہے۔

اسو صدم مذکورہ باز اختلافات کے ثمرات و نتائج بھی میدان عمل میں لائے مختلف ہوں گے۔ اور اس طرح مدارج معیشت کا تفاوت ایک قدرتی ناگزیر امر ہے جو مصالحت نظم عالم کے ماتحت خود خالق کائنات کی مشیت کا تقاضا ہے۔ ان امور کو پیش نظر رکھنے والے اس بات سے انکار کرنے حق بجانب نہیں ہو سکتے کہ عالم انسانیت کی ضرورت کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ درجات معیشت کے تفاوت کو فطرت ہی سے محدود رکھنے کی کوشش کی جائے اور اس کو بالکل ختم کر دینے کی ہر کوشش دراصل سعی تبدیل فطرت انسانی کے مرادف ہوگی۔ جب تک انسان کی فطرت ہی نہ بدل دی جائے اور اس کے اوصاف و حالات کو بہ لحاظ فطرت برابر نہ کر دیا جائے۔ سطح معیشت انسانی کو ہموار دیکھا جائے گی۔ ہر تدبیر اور خواہش فطرت سے بغاوت اور قدرت سے جنگ قرار پائے گی۔ کیونکہ رد ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو بلند حوصلہ ہمت عالی اور بہترین نوع غنی و استعداد رکھنے والوں کو ان کی فطرت کے مطابق سعی و محنت کی اجازت ہی نہ دی جائے۔ یا ان کے لئے ثمرات محنت سے مناسب فائدہ اٹھانا ممنوع قرار دیا جائے۔ اور ان کی محنتوں کے نتائج و ثمرات ان سے سبزی و پھل لینے جائیں گے۔ یہ دونوں صورتیں خلاف نشانے فطرت اور نوع انسانی بظلم مرتب ہیں

یہ ہو سکتا ہے کہ تمام انسانوں کو بڑی بڑی کارگاہوں اور عالی شان عمارتوں میں رکھا جائے اور حکومت کے مصارف سے ان کو یکساں پر تکلف کھانے کھلائے اور دیدہ زیب لباس پہنائے جائیں۔ ان کے لئے حکومت کی جانب سے مادی و ظاہری یومیہ مقرر رکھے جائیں۔ غرض ان کی دنیوی معیشت کی سطح کو ہموار بنائے اور معاش طبقہ دار کا کو دنیا سے ملنے کی ہر امکانی تدبیر کر لی جائے۔ مگر اس سے حیات انسانی کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ انسان کے فطری قوی عمل کے ابھارنے میں یہ تدابیر کارگر نہ ہوں گی۔ افراد کی زندگی کچھ نہ کچھ عیش و آرام کی زندگی تو ضرور ہوگی مگر ان میں ہر جوش حرکت عمل پیدا کرنے وال کوئی چیز نہ ہوگی۔ زندگی کی انگلیں محو خواب ہوں گی۔ قدرتی صلاحیتیں اور استعداد جمود و خمود کے عالم میں پستی ہوں گی۔

علاوہ اس کے اخلاقی کمالات صرف آزادی عمل ہی کی صورت میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اخلاق کی تربیت اور کردار کے اعلیٰ معیار کا ظہور خالص مجبوریوں کی صورت میں ناممکن ہے۔ جب دولت کمائے اور خرچ کرنے دونوں باتوں میں مناسب آزادی حاصل نہ ہو تو اخلاقی زندگی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اس طرح کی زندگی غلامی کی زندگی سے زیادہ مختلف نہ ہوگی۔ ہر بان آقا اپنے غلاموں کو اچھے سے اچھا کھانا کھلاتا اور بہتر سے بہتر لباس پہناتا ہے۔ مگر اپنی کمائی اور اس کے خرچ پر خود مختار نہیں ہوتے۔ پھر کیا دنیا کے بعض نظامات حاضرہ غلامی کے اسی وصف و خصوصیت کی طرف دعوت نہیں دیتے؟ جس زندگی میں عمل کا بھوش محنت کی انگ۔ کسب کمال کا عزم صہیم۔ ذہنی

و جسمانی قوتوں کے سرمایہ کو تعلیم میں لانے کی ہمت بلند موجود نہ ہو وہ حیات انسانی نہیں جہاں سامان معیشت کی مرادانی آزاد قیچی کے اسباب کی افراط ہو

مگر کسب ہنر میں فطری جوہر دکھانے کے لئے مناسب میدان عمل نہ ہو۔ اور نہ وہاں کے سامان و اسباب پر حقوق مالکمانہ حاصل ہوں۔ وہ جگہ جنت آدم تو ہو سکتی ہے ہماری دنیا ہر صورت نہیں ہو سکتی۔
حاصل کلام یہ کہ اکثر اکیس و ستر ماہ دار کی دونوں مخالف فطرت بشری ہونے میں برابر ہیں۔

اسلام کا عام اصول۔ انسان کی قدر و قیمت اس کا حسن عمل ہے

دہی ہے جس پر اسلام چلانا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک ہر انسان کی قدر و قیمت ذاتی اعتبار سے برابر ہے۔ مگر باعتبار اوصاف یہ مساوات تفاوت درجات سے بدل جاتی ہے اس کا عام اصول یہ ہے کہ قیمت کل امریٰ مایحسنة " انسان کی قیمت کا راز اس کے حسن عمل میں مضمر ہے۔ "

نیز بنا پر اصول اسلام "حق معیشت" عطیہ خدا ہے جو اس کے بندوں میں برابر تقسیم ہوتا ہے اور "مدارج معیشت" میں انسان کی سعی و محنت کو بھی دخل ہے۔ ان اصول کے ماتحت ایک طرف تو دنیا کی پیداوار کو مباح الاصل قرار دے کر

تمام انسانوں کے حقوق انتفاع مادی قرار دیتے ہیں۔ اور دنیا کے وسیع میدان عمل میں بقدر ہمت و حوصلہ درڑ دھوپ کا عام حق تسلیم کیا ہے۔ اس باب میں افراد یا جماعتوں کی ترجیح نہیں رکھی ہے۔ اور نہ کوئی امتیازی حق قرار دیا ہے جو دوسروں کو مرہمت ہوا ہو۔

اس لیے کہ تقسیم بالسویہ کا اصول اسلام کا بنیادی اصول ہے جس سے

انحراف بدون ضرورت مجرم ہے۔ مگر اسی کے ساتھ ہر آدمی کو اس کی محنت کے نتائج و ثمرات میں حق ملکیت بھی عطا کرتا ہے۔ اور اس شخص حق ملکیت میں دیگر مستحق افراد کے حقوق بھی قائم کرنا ہے۔ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلَّذِينَ أَسْلَمُوا وَالْحَقُّ مَرْدُودٌ عَلَى ذَاتِ الْقَابِلِينَ کے بل بڑے پر تحصیل معاش میں دوڑ دھوکہ کر کے کامیابی اور ناکامیابی کا تجربہ کرنے کی راہوں کو سد و نہی کرتا اور

طلب معیشت میں مناسب و معتدل مسابقت کا سد باب روا نہیں رکھتا وہاں ہر فرد انسان کو اس کی یہ ہدایت بھی ہے کہ کامل زندگی تنہائی کی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ فطری طور پر اس کی حیات اجتماعی و تمدنی قرار دی گئی ہے۔ اور اس کی

خیر و بہبود فلاح عام سے وابستہ ہے۔ خیر حقیقی یہ ہے کہ اپنے فائدہ کو دوسروں کے مفاد سے الگ نہ قرار دیا جائے۔ اور یہ مسابقت اور دوڑ دھوپ اس کے طریقے پر ہونا چاہیے کہ اس سے دوسروں کا حق تلف نہ ہو۔ بلکہ ان کو فائدہ پہنچے ہر شخص کے لئے ہر قسم کی جائز ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوں اور ہر آدمی

اپنی محنت کے ثمرات کا مالک متصرف ہو۔ ایسا کوئی طبقہ نہ پیدا ہو جائے جو دوسروں کی محنت کے پھل کھائے جبکہ وہ معمولی ضروریات زندگی کیلئے بھی محتاج ہوں۔ نظام اسلامی کے اساسی نظریات | نظام اسلامی مندرجہ ذیل اصول پر قائم ہے۔

(۱) اعضوا المعروف و اتوا کل احسن " ہر آدمی کے ساتھ ایک سلوک کرو اگر وہ

فان کان اھلہ والا فانہ اھلہ اس کا مستحق ہو تو حیر و نہ تم اس کے مستحق ہو

(۲) جنبوا عن سماء کمد و شئ ادرکم " تم میں سے وہ لوگ ہیں جو سخی ہیں اور

بخلاء کم برے وہ ہیں جو بخیل ہیں "

(۳) مَا يَعْبُدُ اللَّهُ بِمَثَلِ نَقْلِ الْأَقْدَامِ وَدَّ بَهَائِيَّوْنَ كَيْ سَا تَحْ صُنْ سُلُوكِ فِي قَدَمِ
اَلِیْ بَرِّ الْاِخْوَانِ - اٹھانے کی ایسی خدا کی کوئی عبادت نہیں اور

(۴) الْمُؤْمِنُونَ فِي تَبَاسُطِهِمْ وَتَوَاضُعِهِمْ
وَتَقَاطُفِهِمْ كَحَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا انْتَشَلَتْهُ
نَذَاعِي لَهْ سَايَرَةٍ بِالْمَنْهَرِ - مومنین باہمی صُنْ سُلُوكِ اور ہر بانی کے
برتاؤ میں مثل بدن کے ہیں کہ جب ایک
عضو بدن کو کوئی بیماری عارض ہوتی ہے
تو تمام اعضا کو اس کی تکلیف سے نیشہ نہیں آتی -

(۵) اِنْ اَللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا دَامَ
اَلْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ - وہ خدا بندہ کا مددگار ہوتا ہے جب تک
وہ اپنے بھائی کا مددگار رہتا ہے -

(۶) رَأْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الدِّينِ الْفُؤَادُ
اَلِیْ اِنْسَانٍ وَاصْطِنَاعُ خَيْرٍ اَلْیَ كَلِّ
اَحْلَ بَرِّ فَاجِرٍ - اصل عقل بعد دین داری کے لوگوں کی دوستی
و محبت حاصل کرنا ہے اور ہر آدمی کے
ساتھ نیکی کرنا ہے خواہ وہ نیکو کار ہو یا بدکار

(لکائی اخبار و مستدرک)

اسلام کسی انسان کو ایسی اقتصادی مسابقت کی اجازت نہیں دیتا

جو دوسروں کے لئے باعث ضرر ہو

فطری صلاحیتوں اور قوتوں کی کمی کی وجہ سے معاشی دوزخ و صوب اور انصاف
مسابقت میں پیچھے رہ جانا اور بات ہے - اور کسی انسان کا دوسرے انسانوں
کی غیر متبادل اور غیر منصفانہ مسابقت کی وجہ سے در ماندہ و ضرر رسیدہ ہو جانا
دوسرا امر ہے - اسلام دوسری صورت کو گوارہ نہیں کرتا - کسی انسان کو ایسے

طریقوں سے کسب معاش کی اجازت نہیں جس میں دوسروں کا ضرر ہو -
رہ گئی پہلی صورت جس کا تعلق کارخانہ ملکین و نقدیر سے ہے تو اس کے متعلق
اسلام کی تعلیمات غیر معمولی ہمدردی انسان پر مبنی ہیں اور وہ فطری صلاحیت کی کمی
یا قدرتی موانع کی وجہ سے معاشی دوزخ و صوب میں ناکام رہ جانے والوں کو ان کی حالت
بیمارگی و در ماندگی میں نہیں چھوڑتا - بلکہ حکومت اسلامی ان کے تکفل کا بار اپنے
ذمہ لیتی ہے نیز کامیاب افراد کو اپنے مکسوبہ سامان معیشت میں انھیں باعزت شریک
قرار دینے پر مامور کرتی ہے -

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے مالک اشتر والی مہر کو اپنے ایک طویل فرمان
میں ہدایت فرمائی :-

ثُمَّ اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِيْ الطَّبَقَةِ السُّفْلَى
مَنْ اَلَّذِيْنَ لَا حِيلَةَ لِحَمِّ الْمَسَاكِيْنِ
وَالْمُحْتَاجِيْنَ وَاهْلٍ اَلْبُيُوتِ وَالْمَرْغُومِ
فَاَنْ فِيْ هَذِهِ الطَّبَقَةِ قَالُوا وَصَحْرًا
اَحْفَظْ لِّلّٰهِ مَا اسْتَحْفَظَكَ مِنْ حَقِّهِ
فِيْهِمْ وَاجْعَلْ لِّهِمْ قِسْمًا مِنْ بَيْتِ
مَالِكَ وَقِسْمًا مِنْ غُلَاتِ صَوَا فِي
اَلْاِسْلَامِ فِيْ كُلِّ بَلَدٍ فَاَنْ اَلْاَقْصَى
مِنْهُمْ مَثَلُ الَّذِيْ لِلْاَدْنَى وَكُلٌّ مِنْ
اَسْتَرْعِيَتْ حَقَّهُ فَلَا يَشْغُلُنَكَ

پھر خدا سے ڈرو اُس ادنیٰ طبقے کے بارے
میں جو بے چارہ غریبوں - مسکینوں - بچوں
اور آفت رسیدہ لوگوں پر مشتمل ہے
کیونکہ اس طبقے میں فدایت پیشہ فقیر
اور مانگنے والے محتاج دوزخوں ہی طرح
کے لوگ ہیں - اور اُس کے بارے میں
خدا کا وہ حق محفوظ رکھو جس کی نگہداشت
کا اُس نے تم کو حکم دیا ہے اور ان کے
لئے بیت المال اور خاص نواح اسلام
کی ان زمینوں کے غلات میں سے جو

عنہم بطر..... فاعذس
الی اللہ فی تادیۃ حقہ الیہ و
نعمہ اہل الیتیم وذوی المراتۃ
فی السن ممن لا حیلۃ لہ ولا ینصب
لینسلۃ نفسہ وذلک علی
الولایۃ ثقیل وقد یخففہ اللہ -

غنیمت میں حاصل ہوئی ہیں ہر شہر کا ایک
حصہ معین کر دیکونکہ ان میں سے دور
کے مقامات میں بسنے والوں کا بھی ویسا
ہی حق ہے جیسا قریب رہنے والوں کا
ہے اور تم ہر ایک کے حق کے نگراں بنا
گئے ہو۔ پس تمہیں (دولت و حکومت کا)

گھنٹہ ان سے غافل نہ کرنے پائے۔ اور تم ہر ایک کا حق
اُس تک پہنچا کر خدا کے سامنے (پیش کرنے) کے لئے عذر مہیا کر لو۔
ان یتیموں اور بوڑھوں کی خبر گیری کرو۔ جو نہ خود اپنی غیوری کا کوئی
چارہ کار رکھتے۔ اور نہ سائل بن کر دوسروں کے سامنے کھڑے ہوتے
ہیں۔ یہ بات عام طور سے حاکموں پر گواہ ہوتی ہے۔ اور کبھی اللہ اس کو
آسان بنا دیتا ہے۔

رطاف و افلاس کو مٹانا اسلام کا عظیم ترین مقصد ہے

جائز رکھا ہے کیونکہ وہ فطرت کا تقاضا ہے اور اس سے اختلاف فطرت سے نجات
ہے۔ مگر اوس نے اس کا مکمل بندہ بہت کر دیا ہے کہ نظام اسلامی کے تحت کوئی
انسان تنگ دست اور فرد ریات زندگی کے لئے محتاج نہ رہے۔ دنیا سے فقر و فاقہ
عنیت و افلاس کو مٹانا اور خوشحالی و فارغ ابالی کو عام کرنا اس کا عظیم ترین مقصد
اور نصب العین ہے۔

حاجتمندوں کی قسمیں اور ان کی ادا کا مکمل بندوبست

حدیث میں ہے:-

ان اللہ لم یترک شیئاً من صدوق
الاموال الا وقد قسمہ و اعطی کل
ذی حق حقہ الخاصۃ و العامة و
الفقرا و المساکین و کل ضرب
من صدوق الناس

خدا نے کسی قسم کے مال کو تقسیم کے بغیر نہیں
پھوڑا ہے۔ خواص و عوام فقرا و مساکین
اور ہر طبقے کے لوگوں میں سے جس کا جو حق
تھا وہ اسے عطا کر دیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:-

لان فقر الناس جعل اسرا ذاقہم
فی اموال الناس علی ثمانیۃ و لیس
یتی منہم احد و جعل الفقراء قریبات
البنی نصف الجنس فاغناہم بہ عن
صدقات الناس فلم یبق فقیر من
فقر الناس ولم یبق فقیر من فقراء
قرابات البنی الا وقد استغنی
ولا فقیو اعجم (تہذیب الاحکام)

عام حاجت مندوں کی آٹھ قسمیں قرار دی
اور لوگوں سے (بمذکورہ) حاصل شدہ
مالوں میں ان کے رزق مقرر کئے اور حاجتمندوں
میں کوئی باقی نہ رہا جس کا حصہ معین نہ کر دیا ہو
اور جناب رسالت کے قرابت و انس کے لئے
مال جنس کا آدھا حصہ قرار دیا ہے۔ اور اس
طریقہ سے اور ان کو عوام نامی کے صدقات سے
بے نیاز کر دیا ہے۔ لہذا نہ عام فقیروں میں
سے کوئی ایسا فقیر رہ گیا اور نہ قرابت و انس کے
رہا جس کو مستثنی نہ کر دیا ہو۔

علوم ہوا کہ اگر نظام اسلامی پر دیا میں صحیح عمل در آمد ہو تو فقر و افلاس کی

کلفتیں باقی نہیں رہ سکتیں۔ اور درجات کا یہ قابل نفرت تفاوت قائم نہیں رہ سکتا کہ ایک محدود طبقے کی خلاف انسانیت ہو جس پرستی اور حریفانہ دولت طلبی کی بدولت عام بندگان خدا ننگے بھوکے بے خانہاں دبے سر سامان ہیں۔

فطری طور پر ضرورت اس بات کی نہیں ہے کہ درجات معیشت کو برابر کر کے سب کو امیر، یا سب کو غریب بنا دیا جائے۔ بلکہ ضروری کام یہ ہے کہ تمام بندگان خدا کو غذا و لباس و مسکن حسب ضرورت نصیب ہو۔ فکر معاش میں کسی کی زندگی و بال نہ ہو۔ ہر فرد انسان کو ضروریات زندگی با فراغت میسر آئیں۔ نظام اسلامی اس کام کا کفیل اور ذمہ دار ہے۔ اس کے ماتحت عالم انسانیت معاش کشمکش سے نجات پاسکتا ہے۔ نظام اسلامی کا گہرا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ تقسیم دولت اس کا نہایت ضروری اور عظیم الثانی مقصد ہے۔ جسے وہ فطری اصول کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ نہ کہ غیر فطری طریقوں سے اور زمانہ حاضرہ کے نظام اشتراکیت کے مقابلہ میں یہ اس کی نمایاں خصوصیت ہے۔

سرمایہ داری و اشتراکیت کا اسلام سے موازنہ

حاضرہ میں "جمہوریت" کی پر فریب اصطلاح قرار دی گئی ہے، انسان کی خود غرضی۔ ہوا پرستی حرص و آز اور طول امل کی غیر محدود جو لا نگاہ اور بے پایاں میدان عمل ہے۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت صرف زمین اور اصل سرمایہ کی قیمت قرار دیتی ہے۔ انسان کی محنت و عمل کی اس دنیا میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اس دنیا میں شخصی خیر اور ذاتی منفعت کو عام اجتماعی بہبود سے متوافق بنانے کی پروا نہیں کی جاتی۔

ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے اور ہر شے کا ایک انجام ہوا کرتا ہے۔ سرمایہ داروں کی چیرہ دستی خواہش فہر دغلبہ اور انسانی ہمدردی سے بے گانگی۔ حقوق عوام سے بے پروائی کا رد عمل شروع ہوا۔ عوام کے سینے آشکدہ جذبات انتقام بن گئے۔ نظام اشتراکیت مرتب ہوا۔ اور نظام سرمایہ داری سے اس کی جنگ کا آغاز ہو گیا۔ اور آج ہماری دنیا پر اس جنگ کے ہولناک خطرات چھائے ہوئے ہیں۔

اس نظام جدید یعنی اشتراکیت کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرنے والے اس کا اثر کرنے پر مجبور ہیں کہ اس کی بنیاد نوع انسانی کی حیرت طلبی سے زیادہ سرمایہ غیر معتدل جذبہ انتقام پر قائم کی گئی ہے۔ اس نے اس شعلہ فشاں جذبے کے ماتحت "زمین" اور "اصل سرمایہ" کو بحیثیت عاریل پیدا کر کے سامان معیشت درجہ اعتبار سے بالکل ساقط کر دیا ہے۔ صرف "محنت" اشیاء کی قدر و قیمت کی بنیاد قرار دی گئی۔ اس کی نظر میں قدر و قیمت فقط "محنت" ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نظریہ پر بھی بے اعتدالی کا سایہ پڑا۔ یعنی محنت بھی اصول اشتراکیت کی نظر میں ناگزیر محتاج زندگی ہی کا ایک ہلکا سا حق پیدا کرتی ہے۔ جس کو حق ملکیت نہیں کہہ سکتے۔

جذبہ انتقام کی افراد شعلہ فشاں نے نہ صرف سرمایہ داری کے خلاف جنگ کا آغاز نہیں کیا۔ بلکہ شخصی ملکیت کے حق استیصال کر کے وہ فطرت کے خلاف بھی برسرِ پیکار ہے۔ اگر اشتعال جذبہ انتقام نے عقل کو فکر صحیح سے عاجز نہ کر دیا ہوتا تو یہ بات چھپی نہ رہ جاتی۔ کہ کسی بیمار عضو کی بہتر تدبیر علاج یہ نہیں ہے کہ اس کو کاٹ دیا جائے۔ بلکہ مناسب فطرت علاج یہ ہے کہ اس کو برقرار رکھتے ہوئے صحت مند بنایا جائے۔ دراصل انفرادی و شخصی حقوق ملکیت باعث فساد نظام معیشت

ہیں ان کی لادینہ فرائض، طغیانی اور اعتدال و توازن کا فقدان تمام مفسدات کا اصل سبب ہے۔ حقوق ملکیت کا استیصال کرنا انسان کے افکار و فہم اور قواسم عقل کو دعوت جہود و تعطل دینا ہے اور فطرت کے خلاف جنگ مول لینا ہے۔ (معلوم ہوا ہے کہ حق تعالیٰ میں ملکیت بلکہ وراثت کو اب تسلیم کر لیا گیا ہے ممکن ہے مستقبل اور ترقی کرے۔ ناشر)

ضرورت اس بات کی ہے کہ حقوق ملکیت شخصی و انفرادی اور شفقت عمومی و اجتماعی میں اعتدال و توازن برقرار رکھنے کی تدبیر کی جائے۔ اسی صورت سے صلاح حال حاصل ہوگی عام ممکن ہے مگر اس قسم کا عادلانہ نظام قائم کرنا بہت حرجی ہوا کے پرستار اور جذبہ نظام کے طوفانی جہازوں میں سوار انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔

اسلام الہی نظام ہے وہ سرمایہ دارانہ مفسد اور اشتراکیت کے مخالف فطرت رحمانات، دونوں کا سبب باب کرتا ہے۔ گہری نظر سے اس کا مشاہدہ کریں یہ محسوس کر لیں گے کہ وہ نظامات عالم کی خوبیوں کا حامل اور ان کی جملہ فساد انگیز بے اعتدالیوں سے پاک ہے۔ وہ جہاں شخصی ملکیت کا حق دیتا ہے وہاں اس سے پیدا ہونے والی فساد کی راہ بھی بند کرتا ہے۔ اور جہاں اشتراکی مساوات کا نظریہ قائم کرتا ہے وہاں اس کا بندوبست بھی کرتا ہے کہ فطرت سے بغاوت اور قدرت سے جنگ لازم نہ آئے۔ قرآن مجید - احادیث اور فقہ اسلام کی کتاب میں موجود ہیں۔ ان سے اس نظام کی جامعیت و اعتدال پسندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس مختصر مضمون میں عام وسائل معیشت کے متعلق صرف چند عام اصول کا تذکرہ ممکن ہے۔

قرآن مجید اور معاشیات | اگرچہ قرآن مجید میں معاشیات کے موضوع پر تفصیل بحث نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ معاشیات کی مستقل کتاب نہیں ہے۔ پھر بھی انسان کے لئے بقیہ وسائل معاش ہو سکتے ہیں ان سب کو پانچ قسموں میں جمع کر دیا ہے۔ اور ہر ایک کی جانب صراحت یا اشارہ انسان کو توجہ دلاتی ہے۔ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

اما جاء في القرآن من ذكر معاش الخلق واسبابها فقد اعلنا سبحانه ذلك من خمسة ادجہ دجہ الامانة دجہ العمارۃ دجہ التجارۃ دجہ الصدقات دجہ تجارت - دجہ صدقات -

دجہ امارت و وسیلہ حکومت | دجہ الامارۃ سے حضرت کا مقصد یہ ہے کہ حکومت و سلطنت کا نظر ولسق اور خدمت ملک و ملت بھی معاش کا ایک ذریعہ ہے اس مطلب کی پوری توضیح تو اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ اسلامی نظریہ حکومت دمارت کو زیر بحث لائے۔ جو اس مضمون کے موضوع سے خارج ہے۔ تاہم عرب دو آیتیں پیش کرتا ہوں جن سے ظاہر ہو جائے گا کہ اسلام دنیا میں کس قسم کی حکومت پسند کرتا ہے۔ اور کس طرح کی حکومت سے اس کو نفرت ہے۔ طرز حکومت کے متعلق اسلام کا عام نظریہ - اسلام کی پسندیدہ حکومت

الَّذِينَ اِنْ مَكَّنَّا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ

اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَآمَنُوا
بِالْمَعْرُوفِ وَكَفَرُوا عَنِ الْمُنْكَرِ وَاللَّهُ
عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (حج)
طاقت دیدیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔
زکوٰۃ دیں گے اور اچھی باتوں کا حکم دیں گے۔
اور بری باتوں سے روکیں گے۔ اور سب
کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

اسلام کی نظر میں قابل نفرت حکومت کے اوصاف

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ
فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ وَإِذَا قِيلَ لَهُ
اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْجَنَّةُ بِأُذُنِهِ
فَهُوَ مَرْجُوٌّ فِي الْأَحْزَابِ
اور جب حاکم بنے تو زمین میں اس کا دم
اڑھر دڑھو دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ
فساد پھیلائے۔ اور کھیتی اور نسل (انسان)
وہیوانی کو ہلاک کر ڈالے اور خدا نافر
کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا
جاتا ہے کہ خدا کا خوف کر تو اس کو عزت (کا جھوٹا فخر و غرور) پکڑ کر گناہ
میں لگا دیتا ہے۔ تو اس کے لئے دوزخ ہی کافی ہے اور یقیناً وہ بری جگہ ہے۔

اسلامی معاشیات کا ایک بنیادی اصول

تعاون على البر والتقوى

وَلَا يَجْعَلْ مَعَكُمْ شُكَّانًا فَذَرِكُوا
أَن تُصَدِّقُوا مَعَهُ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
أَن تَتَنَادَوْا دَعَاؤًا عَلَى الْبَرِّ
کسی قوم کی یہ دشمنی کہ ان لوگوں نے تمہیں
مسجد حرام (میں جانے) سے روکا تم کو اس
بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم (اس پر)

وَالْتَقُوا دَلَالًا وَنُورًا عَلَى الْإِيمَانِ
وَالْعَدْلَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ أَنَّهُ
شَدِيدُ الْعِقَابِ (مائدہ)
کرنے لگو۔ اور (تمہارا توحید طریقہ ہونا چاہیے)
کہ نبی کی اور پرہیزگاری پر (ایک دوسرے کی
مدد کر وادار گناہ و زیادتی پر ایک دوسرے
کی امداد نہ کرو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بیشک خدا (بدی کی)
سخت سزا دینے والا ہے۔

وجہ عمارۃ یعنی زمین کی آباد کاری ذریعہ معاش حاصل کرنا

وجہ عمارۃ کے متعلق حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا :-

واما وجه العمارۃ فقوله نسوا
النشأ کم من الارض واستخرجکم
فیہا فاعلمنا سببنا نہ قد اھم
بالعمارة لیكون ذلك سببا
لعمالتھم بما یخرج من الارض
من الحب والتمرات وما شاكل
ذلك مما جعله الله تعالى
معاشا للناس (بخاری)

”وجہ عمارۃ“ یعنی آباد کاری کے ذریعہ کے
بارے میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔ چھوڑا
النشأ کم من الارض واستخرجکم
فیہا (اسی خدا) نے تم کو زمین پر پیدا
کیا اور تم کو اس میں بسایا۔ خداوند عالم
نے اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ انسانوں
کو اس کا یہ حکم ہے کہ زمین کو آباد کریں۔
تاکہ زمین سے پیدا ہونے والے غلے
اور پھل اور اسی طرح کی دوسری چیزیں خلق کے لئے اسباب معیشت بنیں۔

حاصل کلام ایہ ہے کہ زمین معاش انسانی کا مرکز ہے۔ خداوند عالم نے یقیناً
کرنے باغ رکھنے، اور ان شریف طریقوں سے معاش حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور کلام ربانی **هُوَ الشَّارِعُ مِنَ الْأَرْضِ**۔ "اُسے کچھ فیہا" میں اس شمار

خداوندی کا اظہار اور اسی امر ربانی کا اعلان ہے۔

زمین اور زراعت | زمین کے متعلق اسلام کے معاشی نظام کا نصب العین اشتراکی ہے اور وہ مندرجہ ذیل اصول پر قائم کیا گیا ہے :-

اول :- **الارض لله** - دوزمین خدا کی ہے۔

دوم :- **المخلوق عيال لله** - خلق عیال خدا ہے۔ اور خلق اللہ میں خدا

فاحب المخلوق الی اللہ من نفع عیال کو سب سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جو عیال خدا کو نفع پہنچائے۔

مسوم - بندگان خدا کو ضرر پہنچانے سے بڑا کوئی شر نہیں :-
ارشاد نبوی ہے :-

خصلتان لیس فوقهما شر لشرک باللہ والارض للعباد اللہ۔
دو بری عادتیں ایسی ہیں جن سے بالاتر کوئی اور شر نہیں (۱) شرک باللہ (۲) شرک بالارض

خدا کو ضرر پہنچانا :-

جیسا سرحد :- انسان کی محنت اور اس کا عمل قابل احترام ہے اور اُس کو اپنی محنت کے پلے سے صرف انتفاع ہی کا مجاز نہ کیا جائے۔ بلکہ اس پر مالکانہ حیثیت سے ہر طرف

کے تصرف کا حق ملنا چاہئے اشتراکیت کی سب سے بڑی پست نظری یہ ہے کہ وہ مال کو انسان کے لئے جنت آدم بنا چاہتی ہے۔ جہاں اجازت انتفاع تو ہو مگر حق ملکیت

صرف مالکانہ شجرہ ممنوعہ ہو۔ اس کے برعکس اسلام انسان کو یہ بتاتا ہے کہ تم آخرت کی طرح دنیا کے بھی مالک ہو دنیا میدان عمل ہے۔ بقدر حوصلہ حدود مقررہ کے

اندھی محنت کر دو گے۔ تو اس کے ثمرات کے تم مالک ہو گے۔

دوسروں کے ثمرات محنت پر دست درازی کا سد باب کرنے والے اصول

دنیا کے میدان عمل میں دوسروں کی محنت کے ثمرات پر دست درازی کا سد باب کرنے کے لئے دو اصول بتائے :-

اول :- **لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى** - انسان کیلئے بس وہی ہے جس کی وہ کوشش کرتا

دوم :- **من سبق الی صالہ لیسبقہ** - جو آدمی اس چیز کی طرف سبقت کر جائے جس

الیہ مسلم فہو احق بہ پر اس سے پہلے کوئی مرد مسلم سابق نہ سوا ہو تو وہ اس چیز کا زیادہ حق دار قرار پائے گا :-

زمین کے اقسام اور ان کے احکام
پہلی قسم "موات بالاصالة"
شرعیات اسلام میں باعتبار زمین کی کئی حالتیں قرار دیکر ہر ایک کے احکام جدا گانہ بیان کیے گئے ہیں :-

کتاب مکاسب میں ہے :-

الارض اصوات واما عاصرة زمین بخر (غیر آباد برقی) ہے یا آباد ہے۔

کل منھا اما اصیلة او عرض لھا اور یہ دونوں وصف اس کے اطلاق میں

ذک فلا تقسم اصلا بعة لا خاس یا عارض ہوئے ہیں۔ لہذا زمین کی چار

قسمیں ہوتی ہیں۔ پانچویں کوئی قسم نہیں ہے :-

بھر ہر قسم کی تعریف اور اس کا حکم شرعی بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

اول مالکان صوات بالاصالة دو پہلی قسم وہ زمین ہے جو اصالتہ بخر ہو۔

ان لکن مسبوقة بالعمارة اور وہ آباد ہونے کے بعد عودہ نہ ہوتی ہو۔

ولا اشكال ولا خلاف صافي كونها
بلا صا منم ابيع التصرف فيها
بالاحياء بلا عوض
اس میں کوئی اشکال ہے اور نہ اختلاف
اس طرح کی زمین امام کی ملکیت ہوگی۔
ہاں اس میں بغیر کسی عوض کے تصرف آباد کاری کا

ذریعہ مباح ہو گا۔

اس کلام سے دو باتیں ظاہر ہوئیں :-

(۱) "موات بالاصالة" وہ زمین ہے جو ابتدا سے بخر اور ویران ہو۔ اور
کسی کی ملکوتہ و مقبوضہ نہ ہو۔

(۲) اس طرح کی زمین قانونی طور پر خدا کے حکم سے نمائندہ حکومت الہیہ یعنی رسولؐ اور
آپؐ کے جانشین امام کی ملکیت ہوگی۔ مگر اس کو آباد کرنے اور مزید تعمیر بنانے اور اس سے
نفع ہونے کی بغیر کسی مصادفہ کے اجازت عام ہے اور اس پر احادیث نبویہ شریفیں

غیر آباد یعنی بخر زمین کے معاملہ میں اسلام کا نظریہ اشتراکی

صورتات الارض لله ورسوله " بخر زمین در اصل خدا و رسولؐ کی ملکیت
ثم هي لكم مني ايها المسلمون " ہے۔ پھر اسے مسلمانوں کو تمہارے لئے ہے۔
اسلام کا کمال وسعت نظر۔ ہر قوم کے لئے تصرف مالکانہ کا اذن عام ہے۔

اگرچہ اس حدیث میں خطاب اہل اسلام سے ہے۔ مگر دوسری حدیثوں سے ظاہر
ہوتا ہے کہ بخر زمینوں کی آباد کاری اور ملکیت کے متعلق شریعت اسلام کا نظریہ
مذہب و ملت کا تفریق سے بالاتر ہے۔ وہ ہر انسان کو بلا تفریق ملت و مذہب اس
قسم کی آراہی کو آباد کرنے اور مالکانہ حق انتفاع پیدا کرنے کا اذن عام
دیتا ہے۔ وہ احادیث یہ ہیں :-

(۱) ایما قوم احيوا شيئا من الارض " جس قوم نے کسی زمین کو آباد کیا۔ اور
وحي وها نهر احق بها وحى لکم " بسایا تو وہ لوگ اس کے زیادہ حقدار
ہوں گے اور وہ انہیں کا حق ہوگی۔

(۲) من احيى ارضا مواتا فهي له " جس نے کسی بخر زمین کو آباد کیا تو وہ
اس کی ہوگی۔

(۳) من غرس شجرة او حفص واديا " جس نے درخت لگایا یا (زمین) کھود کر
بدیا بالمیسیقہ الیہ احد و احيى
ارضاً ميتة فهي له قضاء من
اللہ ورسوله۔
پانی کا راستہ بنایا اور اس کام میں اس
پہل کی۔ اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔
اور کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو بحکم خدا
در رسولؐ یہ چیزیں اسی کی ملکیت ہوں گی۔

(۴) ابو بصیر راوی ہیں :-

سالت ابا عبد الله عليه السلام " میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام
عن شراع الارض فبين من اهل الله
فقال لا بأس بان يشتري منهم
اذا عمر ودها و احيوها فحي ارضهم
وقد كان رسول الله حين ظفهم
على خيبر و فيها اليهود خا و جهم
فكان رسول الله عليه السلام حين
يلاهم ايسر و ايسر فقال (فروا كافي د)
میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اہل ذمہ (یہود و
نصاری) سے زمین خریدنے کا حکم کیا ہے؟
آپؐ نے فرمایا ان سے خریدنے میں کوئی
مضائق نہیں۔ جب انہوں نے اس کو بسایا
آباد کیا تو وہ ان کی ملک ہوگی۔ حضرت
رسالتاً صلعم نے فتح خیبر کے بعد وہاں کی
زمین کا معاملہ یہ دیکھ کر لیا تھا۔ اور

ان کو انہیں کے قبضے میں چھوڑ دیا تھا کہ ان سے روزی گمانیں اور ان کو آباد رکھیں۔

معاشیات میں مسلمان و کافر کا فرق نہیں علامہ مجلسی نے شرح حدیث میں فرمایا ہے :-

تفصیل القول فی ذلک ما ذکرہ
الشہید الثانی حیث قال من
احیی النصار و قتلہ تمککہ فی
غیبۃ الامام یمککہ فی ذلک
المسلم و الکافر لعموم من احیایا۔
تو وہ اس کا مالک ہو جائیگا۔ اس بارے میں مسلمان اور کافر دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ حدیث میں لفظ "من احیایا" عموم پر دلالت کرتا ہے۔

دلایقلاح فی ذلک کو تھا للامام
لکون سائر حقوقہ کذلک فی
الیدی اناس علی جمیعہ الملک۔
(شرح فروع کافی جلد ۳ ص ۴۹)

زمین کی دوسری قسم الثانی
ما کانت عاصرة بالاصالة ای
لا من عمر و الظاهر انه ایضا
للامام دھو ظاہر

اطلاقاً تو لہم وکل اسرض لہم
علیہا ملک مسلم فهو للامام هل
یمکک ہذا بالخیارۃ و جہان
من کونہ مال الامام و من عدم
صافۃ للتمکک بالخیارۃ کما
یمکک الاموات بالاحیاء صح
کونہ مال الامام فدخل فی
عموم النبوی من سبق الی مالہ
یسبق الیہ مسلم فهو حق بہ۔

(ہر وہ زمین جس پر کسی مسلم کی ملکیت نہ ہو
ہوئی ہو وہ ملوکہ امام ہوگی) کے اطلاق
پہی ظاہر ہوتا ہے۔ اب رہ گیا یہ امر کہ وہ
بغرض نگہداشت قبضہ کر لینے سے کسی کی
ملکیت بن جاتی ہے یا نہیں تو اس کے متعلق
دو وجہیں ہیں۔ (۱) اس کا مال امام ہونا۔
اور (۲) اس بات کا بوجہ "خیارۃ"
کسی کی ملکیت بن جانے کے لئے منافی نہ ہونا
(یعنی مال امام ہوتے ہوئے وہ زمین اس

شخص کی ملکیت میں آجائے گی۔ جو اس پر تصرف کرے گا اور وہ اس
حدیث نبوی کے عموم میں داخل ہو جائے گا کہ جو آدمی کسی ایسی شے
کی طرف سابق ہو گا جس پر کسی مسلم نے پہلے سے قبضہ نہ کیا ہو تو وہ
اس کا زیادہ مستحق ہو گا۔

اس کلام سے بھی دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

(۱) عناصر بالاصالة وہ زمین ہے جو قدرتی طور پر آباد اور بغیر کسی آباد کرنے والے
کائنات و سہی کے پیداوار سے مالا مال ہو اس قسم کی زمین بھی غنائم و حکومت الیہ
ام کی ملکیت ہوگی۔

(۲) اس پر قبضہ کرنے اور اپنی نگرانی و حیا خیرۃ میں لے لینے کا اذن عام ہے۔ ہر شخص
حق "خیارۃ" کی بنا پر اس کا مالک قرار پا سکتا ہے۔ اور اس بارے میں زمین کا

رسول و امام کی ملکیت ہونا مانع نہ ہوگا۔ جس طرح بنجر اور آفتادہ زمین بنابر حق آباد کاری مال امام ہونے کے باوجود آباد کرنے والے کی ملک میں جاتی ہے۔ وہی صورت اس زمین کی بھی ہوگی۔ جو "عاص بلا صالۃ" ہے اور وہ اس قانون عام کے اندر داخل ہوگی جو اس حدیث نبوی میں مذکور ہے کہ من سبق الی مالہ لم یسبق الیہ مسلم فهو احق بہ۔

زمین کی تیسری قسم (الثالث) وہ زمین جو بنجر رہنے کے بعد آباد ہوئی ماعرضہ لہ الحیات بعد الموت۔ ہو۔ اس قسم کی زمین کا حکم یہ ہے۔ وہ اس شخص کی ملک ہوگی جس نے اسے آباد کیا ہے۔ مگر ان شرائط کے ساتھ جو

المذکورۃ فی باب الاحیاء۔ جو احیاء موات (مردہ زمینوں کی آباد کاری) کے باب میں مذکور ہے۔

زمین کی چوتھی قسم (الرابع) جو آباد رہنے کے بعد بنجر اور پرتی ہو گئی ہو۔

ماعرضہ لہ الموت بعد العاسۃ۔ اس زمین کا حکم یہ ہے۔

فان كانت العاسۃ اصلية ففی مال الامام وان كانت العاسۃ من ممر نفی بقائہا علی ملک ممر ہا ادر خراجہا عند وصیرہا تھا مگر ان عمرہا ثانیاً خلاف ممر وف فی کتاب احیاء الاموات۔

اگر اس زمین کی آبادی اصلی ہے وہ مال امام ہوگی۔ اور اگر کسی دوسرے آباد کرنے والے کی محنت سے آباد کی گئی ہوگی تو اس کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ پہلے آباد کرنے والے کی ملکیت پر باقی رہے گی یا اس کی ملکیت سے منسلک آباد کرنے والے کی ملکیت ہو جائے گی۔

ممالک مفتوحہ کی آراضی کے متعلق نظریہ اشتراک، ارض خراج کا حکم

ممالک مفتوحہ کی آبادی و مزرعوں کی آراضی کا حکم بھی نظریہ اشتراک و مساوات پر مبنی ہے۔ یعنی وہ تمام اہل اسلام کی مشترک ملکیت ہوں گی۔ اس قسم کی زمین کو اصطلاح فقہ اسلامی میں "ارض الخراج" کہتے ہیں۔ شرائط اسلام اور اس کی تشریح جو اہل الکلام میں ہے۔

کیف کان فلا خلاف اجدہ فی ان عاص الارض عن المفتوحۃ عنوة و قس اوقت الفتح للمسلمین قاطبة بلا حوت۔۔۔۔۔ فلا یملک احد منهم بالخصوص سبقتھا فلا یصح لاحد منهم بخصوصہ منہم فضلا عن غیریہم بیعھا ولا رھنھا ولا ہبتھا ولا غیر ذلک مما یتوقف صحته علی الملک۔۔۔۔۔ فلو ماتت لم یصح احیاءھا علی وجہ یترب علیہ الملک للمی لان الملک لھا بغیر احیاء موقوف وھذا المسلمون قاطبة۔

"میں نے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا کہ وہ زمینیں عام مسلمانوں کی ملکیت ہوں گی جو طاقت و غلبہ سے فتح کی گئیں اور بوقت آباد تھیں۔ کوئی خاص مسلمان ان کا مالک نہ ہوگا۔ (اور وہ کسی کی شخصی ملکیت نہ ہونگا) لہذا مسلمانوں میں سے کسی ایک کے لئے اس کو فروخت کرنا یا رہن رکھنا یا ہب کرنا اور اس طرح کے دوسرے تصرفات جس کی صحت ملکیت ہونے پر موقوف ہے صحیح نہ ہوں گے اور اگر اسی قسم کی زمین پر بی بیڑ جائے اور بنجر ہو جائے تو اس طریقے پر سے آباد کرنا صحیح نہ ہوگا۔ کہ آباد کرنے والے کی ملکیت قرار پائے کیونکہ اس مالک کو معلوم ہیں۔ اور وہ جملہ اہل اسلام ہیں۔

اراضی خراج کی ملکیت کی خاص نوعیت | معلوم ہے کہ بلا و مفتوحہ کی آبادی و
مزدور و اراضی عامہ مسکین کی ملکیت
ہوگی۔ مگر فقہار نے تصریح کی ہے کہ اس ملک کی حیثیت دوسری ملک سے جداگانہ ہے۔

صاحب کا سب فرماتے ہیں :-

انھا غیر مملوكة ملاکھا علی منو سائر " وہ زمینیں اپنے مالکوں کی ملکیت دوسرے
الاملاک فہذا المنکیة نحو مستقل ملک کی طرح نہیں ہوں گی بلکہ یہ ملکیت
من المملکیۃ قد دل علیہ الدلیل ومضا کا ایک مستقل عنوان جداگانہ ہو گا جس پر عمل
صرف حاصل الملك فی مصالح الملائک شاید ہے۔ کیونکہ اس قسم کی ملکیت کے معنی
یہ ہیں کہ " ملک کی آمدنی مالکوں کی مستحق ہے نہ صرف کی جائے " (وہ زمینیں اس
معنی سے تمام مسلمانوں کی ملکیت ہوں گی کہ ان کی آمدنی ان لوگوں کی مصالح
عامہ میں صرف کی جائے۔)

معلوم ہوا کہ اراضی خراج اس معنی سے عامہ مسکین کی ملکیت ہے کہ اس کی
آمدنی زیر نگین حکومت اسلامیہ تقویت دین و استحکام مملکت اور مصالح عامہ و فائدہ عام
کے واسطے کاموں میں خرچ کی جائے گی۔ اور منظم مصالح عامہ سے جو فاضل رقم بچ
جائے گی وہ تمام مسلمانوں پر برابر حصہ میں تقسیم کر دی جائے گی۔ غرض کہ حکومت اسلامیہ
یعنی امام کا اس میں کوئی حق نہ ہو گا۔

صاحب کا سب لکھتے ہیں :-

لیس لنفسه من ذلك وقلیل
ولا کثیر۔

" امام کے لئے اس میں کچھ بھی نہ ہوگا
نہ کم نہ زیادہ۔ "

اراضی مفتوحہ سابق کاشتکاروں کے قبضے میں رکھی جائیگی مقدار خراج
کی بابت اسلام کا منصفانہ نظریہ۔

اراضی الخراج یعنی مالک مفتوحہ کی زمینوں کے متعلق اسلامی نظریہ ہے کہ وہ سابق کاشتکاروں
اور آباد کرنے والوں ہی کے ہاتھوں میں چھوڑ دی جائے گی۔ ایک حدیث میں ہے :-
والارض من التی اخذت بحیل و درکاب " وہ زمین جو فوجی طاقت سے حاصل کی جائے گی۔
فھی موقوفہ متروکہ فی ین من وہ وقف عام ہوگی۔ اور اس کے آباد کرنے
پھر ہا و بحیلہا و یقوم علیہا علی یا ایک شلت یا دو شلت غرض خراج کی وہ
ما صاحبها الی الی علی قد سا طاقتهم من الخراج النصف او الثلث او
الثلثین علی قدر ما یکون لهم صالحا مقدار ملے کریں گے جو ان کاشتکاروں کے لئے
ولایفسر بهم۔ مناسب حال ہو۔ اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہ ہوتا ہو۔ "

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم اسلام اراضی مفتوحہ کا بندوبست انہیں لوگوں
کے ساتھ کریں جن کے ہاتھوں میں وہ پہلے سے ہوں گے۔ اور اس بندوبست میں اس بات
کا لحاظ رکھنا ہو گا کہ خراج ان لوگوں کی طاقت برداشت سے زیادہ نہ ہونے پائے
ایسی مقدار خراج نہ ہو جو ان کے واسطے باعث ضرر بن جائے۔

غیر مسلم کاشتکاروں کے ساتھ رعایت | شریعت اسلام اراضی مفتوحہ کو سابق
کاشتکاروں کے ہاتھوں ہی میں رکھے جائے

کام نہیں دیتی۔ بلکہ وہ ان کاشتکاروں کے لئے بھی حق تصرف مالکانہ بخوبی کرتی ہو۔

یعنی اُن کو اُن زمینوں کی خرید و فروخت کا بھی اختیار دیتا ہے۔ اس طرح آراہی مفتوحہ کے مالک رد ہو جاتے ہیں۔

(۱) مالک اعلیٰ یعنی تمام مسلمین (۲) مالک ادنیٰ یعنی وہ کاشتکار جن کے ہاتھوں میں وہ فتح سے پہلے تھیں۔ اور بعد میں وہیں کی کسی مسلم کو انھیں اُن کے حق ملکیت سے محروم کرنا جائز نہیں۔ البتہ ان سے اُن زمینوں کو خرید سکتا ہے۔ مگر جو لگان وہ لوگ ادا کرتے تھے وہ خریدنے والے کے ذمہ بھی واجب الادا ہوگا۔

سألت أبا عبد الله عن شراء الأرض من أرض الخراج فكما قال إنما أرض الخراج للمسلمين فقالوا له يشتري بها الرجل وعليه خراجها فقال لا بأس الآن يستحي من عيب ذلك۔

زمین کا خراج (سابق غیر مسلم کاشتکار کی طرح) اس کے ذمہ بھی واجب الادا ہوگا۔ تو فرمایا اس صورت سے خریدے نہیں مضائقہ نہیں۔ اگر اس کو خراج کے عیب سے شرم نہ آتی ہو۔

صاحب مکاسب کہتے ہیں:-

«جیسا کہ تم دیکھتے ہو ظاہر حدیث یہ ہے کہ اس زمین کا بیع کو ناجائز نہیں حتیٰ کہ اگر اس میں کچھ ایسے آثار و نشانات درخت لگان

و ظاہر کما تری عدم جواز بیعها حتی بیع الا ناس المملوكة فیها علی ان تکون جنعة من المبیع فینخل فی

ملك المشتري ثم يكون للمشتري على وجه كان للبائع اعني محض الاولوية وعدم جواز مزاحمة۔

ہیں جو کسی کی ملکیت ہیں تو اُن کے مالک وجہ کان للبائع اعنی محض الاولویۃ وعدم جواز مزاحمۃ۔ کا اختیار نہ ہوگا۔ کہ وہ بھی ان کے ساتھ خریدنے والے کی ملکیت بن جائے۔ البتہ خریدار کا اس زمین پر وہی حق ہوگا۔ بیچنے والے کا تھا۔ یعنی محض اولیہ رہے نہایت دوسرے کے اُس کو حق انتفاع زیادہ ہونا۔ اور منفعت حاصل کرنے میں اس کی مزاحمت و ممانعت جائز نہ ہونا۔

لگان و مالکداری زمین کی اجرت اُس کی تعمین کاشتکار کی رضامندی پر موقوف ہے

لیس للخراج قدر معين بل المنطوق فيه ما تراضی فیہ السلطان ومستعمل الارض لان الخراج هي اجرة الارض من غير حيا بعضی الموجب والمستاجر۔

خراج یعنی زمین کی لگان کی کوئی معین مقدار نہیں ہے۔ بلکہ یہ بات سلطان و سلام اور زمین کے عاملوں کی باہمی رضا مندی پر موقوف ہے۔ اس لئے کہ خراج زمین کی اجرت ہے اور اجرت کا معاملہ موجود اور

مستاجر (مالک اور کرایہ دار) کی باہمی رضا مندی پر موقوف ہونا چاہیے۔ یہ حکم ظاہر کرتا ہے کہ شریعت اسلام حکومت اعلیٰ اور اہل خراج یعنی کاشتکار کے درمیان تعین خراج کا معاملہ دوسرا ہر کے شریکیوں کی طرح طے کرنا چاہتی ہے حکومت خود اپنی طرف سے کوئی مقدار خراج مقرر کر کے ان کو ادا کرے یہ مجبور

ہیں کرے گی۔ بلکہ اس کا تین فریقین کی باہمی رضامندی سے ہو گا۔ معمول دنیا یہ رہا ہے کہ حکومتیں خود زمینوں کی حیثیت اور ان کی مقدار لگان و مالگذا رسی شخص و معین کرتی ہیں۔ زمینداروں اور کاشتکاروں کی رضامندی اس میں شرط نہیں ہے۔ ان کے معاملات موجد و مستاجر کی مادی حیثیت کے اصول پر قائم نہیں ہوتے۔ بلکہ حاکم و رعایا کی حیثیت سے طے کئے جاتے ہیں۔ دنیا میں امت اسلامیہ کی یہ واحد مثال ہے کہ وہ کاشتکاروں کو برابر شریک کی حیثیت دے کر ان کی رضامندی کے بغیر شخص مالگذا رسی و خراج کا معاملہ خود حاکمانہ طریقے پر طے نہیں کرنا چاہتی بلکہ تراخی طرفین اس معاملہ کی بنیادی شرط قرار دیتی ہے۔ اس طرز عمل سے ظاہر ہے کہ نظام اسلامی کاشتکاروں کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔ اور اس کی نظر میں اس طبقے کی کتنی عظمت ہے۔ اس کے طریق کار جاگیردارانہ نظام سے کتنا مختلف ایک ضروری امر کی توضیح | احادیث منقولہ بالا سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہے کہ زمین کی بعض اقسام کا رسول و امام کی ملکیت ہونا۔ اور ریاست کا حق قرار پانا عامہ انعام کے حق انتفاع میں سزا جم و غلل انداز نہیں ہوتا۔ ان زمینوں کی نوعیت نہایت جاگیر اور سلاطین کی زیاتی الماک اور صرف خاص کی جائدادوں کی نہیں ہوتی۔ جن میں رعایا کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اور وہ محض ان کے شانہ و امیرانہ جاہ و جلال کے برقرار رکھنے کا ذریعہ ہوں۔ اور محض ذاتی عیش و عزت کا سامان مہیا کرتی ہوں۔ بلکہ وہ بھی ریاست اسلامیہ ہی کی ملکیت ہوتی ہیں۔ اور ان کا تعلق بھی مفاد عامہ خلافت سے ہو ا کرتا ہے۔ چونکہ شریعت اسلامیہ نے بعض اقسام آراضی کو ملک عامہ مسلمین قرار دیا ہے اور ان کو مملکت

اور رعایا کی عام مصالح کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ اور ملکی ضرورتوں سے فاضل رقم میں تقسیم بالسویہ کا اصول تجویز کیا ہے جس کی رد سے وہ ہر خاص و عام ہر امیر و غریب پر مادی تقسیم کی جائے گی۔ لہذا امر حکومت اسلامیہ کی قانونی حیثیت ان زمینوں کے بارے میں محض متولی و مگردانی کی قرار دی گئی ہے۔ جس کا کام خراج وصول کرنا اور مصالح عامہ میں خرچ کرنا اور فاضل رقم کو عامہ مسلمین پر بالسویہ تقسیم کر دینا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ عام ملکی ضرورتوں کے علاوہ رعایا کی کچھ خاص ضرورتیں بھی ہوتی ہیں۔ جو دانی ریاست و حکومت سے متعلق ہوتی ہیں۔ اور ان میں ہر ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے اختیارات از روئے قانون وسیع رکھے جائیں تاکہ حسب ضرورت و مصلحت مناسب عملدرآمد کر سکے۔ اس واسطے زمین کی بعض اقسام کو دانی حکومت یعنی رسول و امام کی خاص ملکیت قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اس پر اور ذمہ داریاں بھی عاید ہوتی ہیں۔

امیر ریاست اسلامیہ کے مخصوص فرائض اور ذمہ داریاں | بیعتوں کی بردار

فرضوں کا ادا کرنا، قول الہی الٰہی اذکی بالموئینین من انفسہم کی تفسیر میں منقول ہے :-

لما جعل اللہ الٰہی الٰہی اذکی بالموئینین من انفسہم
 "جب خدا نے رسول کو مؤمنین کا باپ قرار دیا تو ان کی کفالت اور ان کے بیعتوں کی بردار
 ہی ان پر لازم کر دی۔ جب ایسا ہوا تو

مالاً فلورثتہ ومن تورک دیناً
 ارضیاً عاً فَعَلٰی والی فالنم اللہ
 نبیہ مایلم الوالد للولد وکذبت
 النمام امیر المؤمنین والنام رسول اللہ
 من بعد ذلک وبعد کالائمه واحداً
 واحداً (تفسیر صافی)

جناب رسالتاً بے سبب پر تشریف لے گئے
 اور فرمایا جو شخص کوئی مال چھوڑے گا وہ
 اس کے وارثوں کا ہوگا۔ اور جو آدمی قرض
 یا قباہ حال عیال چھوڑ جائے گا تو وہ میرے
 ذمہ ہے اور میری طرف (یعنی ادائے قرض
 و تربیت عیال کا میں ذمہ دار ہوں۔)

تو خدا نے اپنے رسول پر وہ بات فرض کی جو باپ پر بیٹے کے حق میں فرض
 ہوتی ہے۔ اسی طرح امیر المؤمنین نے اپنے بعد کے امام پر وہ امر لازم کیا جو
 رسول خدا آپ پر فرض کر رکھے تھے۔ اور یہی آئمہ میں یکے بعد دیگرے جاری رہا۔

کس قسم کے دیون کا ادا کرنا حاکم کا فرض ہے؟
 حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

من کان له علی رجل مال اخذه
 ولم یفقه فی اسراف او فی معصیة
 فتمسک علیہ ان یتقنیہ فعلی من له
 المال ان ینظر لا حتی یرساقہ اللہ
 فیتقنیہ واذ کان الامام العادل
 قائماً فلیہ ان یتقنی عتہ دینہ لقول
 رسول اللہ من ترک مالاً فلورثتہ

” جس شخص کا کسی پر قرض ہو جس کو قرضدار
 نے فضول خرچی اور خدا کے گناہ میں صرف
 نہ کیا ہو۔ اور اس کا ادا کرنا تنگدستی
 کی وجہ سے دشوار ہو جائے تو وہ عیب
 مال کو اسے مہلت دینا اور اس وقت
 تک انتظار کرنا لازم ہے کہ خدا اس کو
 وصعت رزق دے۔ اور وہ قرض ادا

ومن ترک دیناً ارضیاً عاً فَعَلٰی و
 علی الامام ما ضمنہ الرسول مصلی
 اللہ علیہ وآلہ۔ (مستدرک الوسائل)
 من ترک مالاً الخ (جو شخص مال چھوڑے گا تو وہ اس کے ورثہ کا ہوگا
 اور اگر قرض یا قباہ حال عیال چھوڑے گا تو وہ میرے ذمہ ہوگا۔ اور امام پر
 وہ ذمہ داری ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عائد کی ہے۔“

(۳) نیز مروی ہے :-

الامام یتقنی عن المؤمنین الدیون
 خود کاشت کرنیکی ہدایت
 اسلامی نظام معیشت پر آدمی کو یہ حکم دیتا ہے کہ
 ملوک و مقبوضہ آراضی میں خود کاشت کرے۔ اور

حدیث میں ہے کہ جناب رسالتاً بے سبب زمین کے مالکوں سے فرمایا کرتے تھے
 انما ع فی ارضکم ” اپنی زمین میں خود کاشت کرو۔“
 جناب امیر علیہ السلام کی سیرت میں مروی ہے :-
 کان یعمل بیدہ ” حضرت اپنے ہاتھ سے کام کاج کیا کرتے تھے۔“

تالون مزارعت | لیکن خود کاشت نہ کرنے کی صورت میں لگان یا بیٹائی پر
 دوسرے شخص سے زمین کا معاملہ کر لینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور اس کو اصطلاح
 نامہ اسلام میں مزارعہ کہتے ہیں۔
 حدیث بنو موسیٰ ہے :-

لاباس بالما اساعه بالثلث والربح
والخمس و اقل واكثر ما يخرج اذ ۲
كان صاحب الارض لا يأخذ المزارع
الا بما اخرجت -
مزارعہ ربائی کا معاملہ پیداوار کے تیسرے
چوتھے یا پانچویں حصے یا اس سے کم و زیادہ
پر بھی طے کرنے میں مفاہقہ نہیں۔ مگر
مالک زمین کو کاشتکار سے اپنی زمین
کی پیداوار ہی سے وصول کرنے کا حق ہوگا۔

مالک زمین کا مطالبہ صرف اس کی زمین کی پیداوار سے متعلق ہوگا

جناب صدوق ابن بابویہ نے فرمایا ہے :-

لاباس ان تستاجرا الارض
بدسهم (و) بداسهم وتزاسر
الناس على الثلث والربح اقل
واكثر اذ كنت لاتأخذ الربح
الا بما اخرجت اسفك -
اس میں مفاہقہ نہیں کہ تم زمین نقدی لگا
پر اٹھا دو۔ یا مزارعہ ربائی کا معاملہ
ہٹائی چوتھائی یا اور اس سے کم و بیش غلہ
پر کرو۔ جبکہ تم اس آدمی سے جس سے
معاملہ کیا ہے اپنی زمین کی پیداوار ہی میں
سے وصول کرو۔

اسلام کا قانون مزارعت نظام جاگیر داری نہیں
یہ کاشتکاروں کا حامی اور نظام عدل و مساوات
اسلامی - مزارعت
کو اس قسم کے جاگیرانہ
ظالمانہ معاملہ پر

قیاس ذکر نامیہ ہے جو ہندوستان یا دوسرے مالک میں عام طور سے زمیندار
دکاشتکار کے درمیان ہوتا ہے۔ بلکہ وہ ایسا معاملہ ہے جس میں جاہلین کے

حقوق از دستہ انصاف معین اور محفوظ ہوتے ہیں۔ مالک زمین اور کاشتکار دونوں کا
اشتراک اور مساوات کا درجہ اس معاملہ کی روح ہے۔ اس کے شرائع و احکام جو
فقہ اسلام کا کتابوں میں مذکور ہیں میرے اس بیان پر مشاہد ہیں۔ اس مختصر مضمون
میں ان کو نقل کرنا مناسب نہ ہوگا۔ البتہ چند شاہدیاں پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جو یہ
ثابت کر دینے کے لئے کافی ہیں کہ اسلام کا عادلانہ نظام کاشتکاروں کا جتنا اعانی
و ہمدرد ہے اس کی مثال عالم کے جاگیردارانہ و زمیندارانہ نظامات میں نہیں مل سکتی

کسانوں کے حقوق کا تحفظ۔ وقت و فاشارخ اسلام کی وصیت
کاشتکاروں پر ظلم نہ ہونے پائے۔ مقررہ لگان سے زیادہ رقم وصول نہ کیا
بیگار کی مخالفت

علی الاذرق را دسی ہیں :-

(۱) سمعت ابا عبد اللہ يقول
وصی رسول اللہ علیاً عند وفاته
نقال یا علی لا یظلم الفلاحون بحض
ولا یزاد علی ارضی وصنعت علیہما
الاسنحت علی مسلم یعنی الاجیر -
(دستاویز)

”میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کو
یہ فرماتے سنا کہ جناب رسالت اکابر علیہ السلام
نے حضرت علی علیہ السلام کو بوقت وفات
وصیت فرمائی کہ اے علی! کسانوں پر
تمہارے رو برو کوئی ظلم نہ ہوئے پائے
اور نہ زمین کا مقررہ لگان بڑھایا جائے
اور نہ کسی مسلم اجیر سے بیگار لگی جائے۔“

حضرت امیر المومنینؑ کا فرمان کاشتکاروں کی حمایت میں بے گار اور نذرانہ کی ممانعت

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے :-
 کان اصابوا المومنین بکتاب الاعمال " جناب امیر المومنین علیہ السلام اپنے اعمال
 لاتحنی والمسلمین وما سألکم غیر " کو یہ فرمان بھیجا کرتے تھے کہ مسلمانوں سے
 الفاضلہ فقد اعتدی فلا تقطوہ " بے گار نہ لیا جائے (بھر کاشتکاروں سے
 وکان یکتب یوصی بلفلا حین خیراً " خطاب فرماتے تھے کہ جو کچھ واجب الادا
 (دسائل) لگان کے ماسوا تم سے مانگا جائے وہ
 زیادتی و ظلم ہے۔ تم وہ مانگنے والے کو نہ دینا۔ اور آپ اپنے
 فرماؤں میں کاشتکاروں کے حق میں لکھا کرتے تھے۔ کہ ان سے عمدہ
 سلوک کیا جائے۔"

اسلام ممالک مفتوحہ کے غیر مسلم کاشتکاروں کے ساتھ بھی ان نادانانہ فیول
 کو ناروا سمجھتا ہے جو دنیا کے جاگیردارانہ نظامات میں عموماً کی جاتی ہے۔ وہ ان
 کی مرضی کے خلاف بیگار یعنی بدون معاوضہ خدمت لینا یا کوئی اور منفعت حاصل
 کرنا منوع قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ ذیل روایات سے ظاہر ہے۔

۱۱) ان رسول اللہ اعلیٰ ینبغ علیہم من
 علی الشغل فکان ینبغ علیہم من
 ینبغ علیہم دیارہم ان ینبغ
 " جناب رسالتاب نے ہر ارضی مفتوحہ
 بٹائی یہ ضعیف کے یہودیوں کو دینی۔ اور
 آپ کسی کو پیدا دارا درخت کا تخمینہ

لہم ما یا کلون۔ (مستدرک) کہنے سے لئے بھیجتے تھے اور حکم دیتے
 تھے کہ یہودیوں کے پاس اتنا باقی رکھیں جو ان کے کھانے کے واسطے کافی ہو
 (۱۲) سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن السخنة فی القری و
 " حکاؤں میں جو بے گار کا طریقہ ہے۔ اور
 غیر معمولی اور کسانوں سے حکاؤں میں جو
 کچھ (نذرانہ وغیرہ) لیا جاتا ہے۔ اور اس کی
 بابت میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام
 سے پوچھا۔ تو فرمایا کہ تم ان سے
 بطور شرمناکے طے کر لیا کرو۔ نقد و درہم
 (درہم) خدمت یا اس کے علاوہ جو
 کچھ بھی تم کاشتکار سے منگے کرو گے
 وہ تمہارا حق ہے۔ اور تمہیں بغیر معاوضہ
 طے کئے ہوئے ان سے کچھ لینے کا حق
 نہیں۔ اگرچہ ان کو (بنا برودائع عام) اس کا یقین ہی کیوں نہ ہو کہ حکاؤں میں جو شخص بھی (زیندار کی حیثیت سے)
 آئے گا وہ ان سے وہ چیزیں لے گا۔"

خراج کی وصولیابی میں جابرانہ طریقوں کی ممانعت

طریقوں کا انسداد کیا ہے۔ زرد کو ب اور جبر و تشدد کے دوسرے طریقہ اختیار
 کرنا منوع قرار دیا ہے۔ مطالبہ خراج میں آلات زراعت۔ ہل۔ بیل۔ ضروری

لباس سہرا و گرہ۔ سلمان خوراک روزمرہ کے ضروریات زندگی کو قرق یا نیلام کر نیکی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ اگر معاشی مجبوریوں کی وجہ سے کاشت کار خراج ادا کرنے سے عاجز رہے ہوں تو ان کے ساتھ ہر طرح کی مراعات کا حکم دیا ہے۔ اس پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فرماؤں کے مندرجہ ذیل اقتباس شاہد ہیں :-

حضرت امیر المومنین کا فرمان عمال خراج کے نام عام کسانوں

کے حق میں لاثانی ہمدردی

(۱) ولا تبعین للناس فی خراج کسوة " اور دیکھنا خراج (لگان) کے مطالبہ میں ستاع و صیف ولا دابة یعتلون لوگوں کے سردی اور گرمی کے لباس نہ کھانے علیہا ولا عبد ولا تقصر بن احداً کی چیزیں جو ان کا رزق ہیں وہ جانور جن سے سو طاً لکان درہم ولا تمسس وہ کاشت کرتے ہوں۔ اور غلام کو ہرگز مال احد من الناس مصل ولا فروخت نہ کرنا اور نہ ان کو درہم (خراج) معاہدہ۔ کھلے مارنا۔ اور کسی سے مال کو ہرگز ہاتھ نہ لگانا خواہ وہ مسلم ہو یا ذمی و یہود و نصاریٰ وغیرہ۔

حضرت امیر کا فرمان مالک اشتہ کے نام

(۲) وتفقّد امور الخراج بما یصلح اھلہ " معیشت (سامان زندگی) کا دار و مدار ہر خراج میں اہل خراج ہی پر ہے اور خراج وصول کرنے کے

سواھم الاھم لان الناس کلھم عیال علی الخراج و اھلہ ولیکن نظرک فی عمارۃ الاسراض ابلغ من نظرک فی استجلاب الخراج لان ذلک لا یدرک الابا العمارۃ و من صلیب الخراج بغیر عمارۃ اخرج البلاد و العباد و لھم لیتقم امورہم الا قلیلا فان شکرت ثقتا اھلہ او انقطاع شرب او بالۃ او اھالۃ ارض اعتمدھا عن رزق اد اجف بھا عطش خففت عنھم بہائم یصلح بہ امرھم ولا یتقلن علیک شیء خففت بہ المؤمنۃ عنھم فانہ ذخر یعودون بہ علیک فی عمارۃ بلادک و ترسین ولا مع استجلابک حسن ثنائھم و تحجک باستفاضة العدل فانھم افضل قوتھم بھما ذھبات عندھم من اھلک لھم والنقۃ منھم

تمہاری نگاہ زمین کی آبادی پر رہنی چاہئے اس لئے کہ خراج بغیر زمین کی آبادی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جس نے زمین کو آباد رکھے بغیر خراج وصول کرنا چاہا اس نے ملک کو خراب اور بندگان خدا کو تباہ کر دیا اور اس کی حکومت تھوڑے دنوں کے سوا درست نہ رہ سکی۔ پس اگر (کاشتکار) مقدار خراج (لگان) کے بھاری ہونے اور کسی ناگہانی آفت یا ہنر سے سیرابی کے بند ہو جانے یا مینہ نہ برسنے یا زمین کے عزق اب رہنے یا بخوبی سیراب نہ ہو سکنے سے پیداوار کی خرابی کی شکایت کریں تو ان سے اتنی مقدار کم کر دو جتنی میں تم کو اعید ہو کہ ان کی حالت درست ہو جائیگی۔ اور اس مقدار کا کم کرنا تم پر گراں نہ گزرے کیونکہ وہ ان کے پاس جمع رہے گی۔ اور شہروں کے آباد ہو جانے اور ملک کی حالت سدھر جانے کے بعد تمہاری طرف پلٹ آئے گی۔ ساتھ ہی ان کے سکوان کی مدد و ثناء بھی حاصل ہوگی ان

بما عود تم من عدلک علیہم فی قتلہ
 بکم قریباً حدث من الامور ما
 اذا عولت فیہ علیہم من بعد احتملوہ
 طیبة الفہم بہ فان العمران محتل
 ماحملہ وانما یوتی خراب الارض
 من اعوانہ اہلہا وانما یجوسنا
 اہلہا لاشراف النفس الولایۃ علی
 الجمع وسوء ظنہم بالتباعد وقلۃ
 استغاثہم بالعبر۔ (بفتح الباء)
 آبادی و خوشحال وہ سب بار اٹھا سکتے ہیں جو تم اس پر ڈالو گے۔ اور
 کسانوں کا محتاج رہنا ہی زمین کی خرابی کا باعث ہوتا ہے۔ اور
 زیندار مفلس اسی وقت ہوتے ہیں جب عاکوں کے نفس مال و دولت
 سمیٹنے پر مائل ہو جاتے ہیں۔ بقاء منصب امارت کی طرف سے بدگمان
 ہوتے ہیں۔ اور زمانہ کی عبرتوں سے نفع حاصل نہیں کرتے۔

جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا فرمان ان غیر مسلم زمینداروں کے نام جنگی زمینوں
 سے اسلامی افواج گزرنیوالی تھیں

اما بعد فانی قد سیرت جنوداً ہی
 مارة بکم التاء اللہ وقد اذ صیتہم
 اما بعد میں نے فوجوں کو روانہ کیا ہے جو ان
 تعالیٰ تمہارے قریب سے گزریں گی۔

بما یجب اللہ علیہم من کف الاذی و
 وصرف الشدنی وانا ابدء الیکم
 والی ذمتکم من معرۃ الجیش الاجوعۃ
 المضطر لا یجد عنہما مذہباً الی شعبہ
 فنکروا منہم ظلماً عن ظلمہم وکفوا
 ایدی سفہائکم عن مضایر تہم
 والتعرض لہم فیما استثنیۃ لہم
 وانا بین اظہر الجیش فادفعوا الی
 مظالمکم وماعی کم مما یغلبکم من امور
 ولا تطیقون دفعہ الا باللہ دبی فانا
 وغیرہ بمعونۃ اللہ افترقہ۔
 (لے لینا) اس کی بابت اپنی قوم کے عقلوں کی مزاحمت اور پیچھے چھوڑ
 کرنے سے باز رکھنا (اور یہ جان لو کہ گویا) میں شکوہ میں موجود ہوں۔ پس
 جو مظالم تم پر ہوں۔ اور فوجیوں کے طرف سے جو زبردستی تم پر واقع ہو۔
 جس سے دفع کر سکتے ہو تم خود قادر نہ ہو سکو تو وہ مجھے تک پہنچاؤ۔ میں خدا کی
 مدد سے اس کو دفع کر دوں گا۔

معاون کے اقسام و احکام جس طرح زمین کی بعض قسمیں اصلاً غیر ملوک قرار
 دی گئی ہیں۔ اور جو شخص ان پر آباد کاری کی غرض سے پہلے قبضہ کرے گا۔ وہ اس کا حقدار
 بن جائے گا۔ اس طرح کا حکم مورثیات کی بعض اقسام کا بھی ہے۔ اس کی تفصیل علوم

وہ باتیں سمجھا دی ہیں جو خدا کی طرف سے
 ان پر فرض ہیں۔ یعنی وہ ذیت رسائی و
 شرافت کی سے باز رہیں۔ اب اگر ان فوجوں
 سے کوئی ضرر تمہیں پہنچے تو میں تم سے اس
 کا بابت اپنی برأت چاہتا ہوں۔ مگر یہ کہ
 کوئی شخص بھوک سے مضطر ہو کر بغیر کچھ نقصان
 پہنچائے و سیر ہو سکے کی کوئی راہ نہ پائے
 پس جو شخص ان میں سے (بغیر ضرورت) کسی
 شے کو ہاتھ لگائے تو اس کو ظلم کی
 سزا دو۔ مگر ہم نے جو کچھ استثنیٰ کر دیا
 ہے یعنی بوقت ضرورت بقدر احتیاج

کرنے کے لئے شرائع الاسلام کی مندرجہ ذیل عبارت پر نظر کرنی چاہئے۔

معاون ظاہرہ | الطرف الرابع "طرح چهارم معاون کے بیان میں ظاہرہ معاون فی المعاون فالظاہر معخالات تقتضی یعنی جو نکالنے کے محتاج نہ ہوں (ان تک بغیر الی اظہارہا کالمیلح والنفط والقار لا کسی محنت و مشقت کے رسائی ہو سکتی ہو) مثلاً تملك فلا یختص بهذا المعجب و فی جوا نمک اور نفط (مٹی کا تیل اور قیر) تار کول اس قطع السلطان المعاون والمیاء تورد قسم کے معاون کا کوئی مالک نہیں ہوتا اور نہ وہ تجیر (کسی چیز سے روک دینے) کی وجہ سے حجر اخذ حاجتہ اما المعاون الباطنہ ہی (رد کرنے والے) کے لئے مخصوص ہوتے (القی لا تظہر الا بعمل المعاون الذ ہیں۔ اور آیا حکومت کے لئے ایسے معاون والفضة والنحاس محی تملك بالاصیل اور دریاؤں۔ ندیوں کے) پانی کو کسی کی جاگیر قرار دینا جائز ہے۔ تو اس بارے میں تردد ہے۔ جو شخص ایسے معاون اور پانی تک پہنچے گا اس کو بقدر اپنی حاجت کے اس میں سے لینا جائز ہوگا۔

— معاون باطنہ سے مراد وہ ہیں جو بغیر عمل و محنت کے ظاہر نہ ہوتے ہوں جیسے سونے چاندی تانبے کی کانیں۔ اس قسم کے معاون بوجہ احیاء (آباد کرنے) کھودنے نکالنے کے (لک بن جاتے ہیں۔)

اسی عبارت سے ظاہر ہوا کہ معاون کی دو قسمیں ہیں۔ اور ہر ایک

کا حکم جداگانہ ہے۔

(اول) معاون ظاہرہ۔ یعنی جن تک رسائی اور ان سے نفع اٹھانا بغیر کسی محنت و مشقت کے ممکن ہو۔ چونکہ ایسے معاون کی چیز خود بخود باہر آ جانے کی وجہ سے بغیر محنت اور عملی جدوجہد کے قابل انتفاع ہوتی ہیں۔ لہذا وہ بندگان خدا کی مشترکہ ملکیت ہیں اور ان کا شمار منافع مشترکہ میں ہو سکتا۔

(دوم) معاون باطنہ۔ یعنی وہ معاون جن کے کھودنے میں اور نکالنے میں محنت و مشقت اور عملی جدوجہد درکار ہوتی ہے۔ وہ محنت و عمل کی بنا پر انفرادی ملکیت بن سکتی ہیں۔ اور ان کا حکم ان بنجر زمینوں کا ہو گا جن کا ذکر اوپر گذرا۔

چند ضروریات زندگی جن کو اسلام نے اشتراکی سرمایہ قرار دیا ہے اور خلافت کا اشتراکی سرمایہ قرار دیا ہے۔ اور وہ اس حدیث میں مذکور ہے:

قال رسول الله خمس لا یحل منھن المائم والمیلح والکلاء والناس والعلم (مستدرک الوسائل ص ۴۱۲)

"پانچ چیزوں کی روک ٹوک جائز نہیں۔ پانی۔ نمک۔ آگ۔ چوپایوں کا چارہ۔ (سبزہ گھانسی وغیرہ) اور علم (جس مذہب میں علم کو مخصوص طبقہ کا حق قرار دیا گیا ہے وہ سرور گریہ بیان ہو کر پیغمبر اسلام کی اس حدیث پر غور کرے)

ان کے تفصیلی احکام کتب فقہ اسلام سے معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں ان کا گناہ نہیں ہے۔

تجارت کی اہمیت ضرورت اور اشتراکی احکام | حدیث منقولہ بالا میں "وجہ التجار" کے متعلق جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

امام احمد التجارۃ نقولہ تعالیٰ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَيْتُمْ
بَيْنَ يَدَيْنِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَابْتُكُوا
أَلَيْسَ بَيْنَكُمْ كِتَابٌ بِالتَّحْدِثِ
فَمَنْ خَفِيَ سُبْحَانَهُ كَيْفَ يَشْتَرُونَ
الْمَتَاعَ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ وَكَيْفَ
يَتَجَرَّوْنَ ۝

”کسب معاش کے طریقہ تجارت کی طرف خدا
نے اس آیت مبارکہ میں ہدایت فرمائی ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَيْتُمْ
بَيْنَ يَدَيْنِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى الْخُذُوا
اس آیت میں انسانوں کو بتایا ہے کہ سفر
و حضر میں کس طرح متاع تجارت خریدیں
اور کیونکر بیع و شراء کے معاملات کریں۔“

سورہ بقرہ کی چند آیتوں میں خداوند عالم نے نہایت تفصیل سے بیان فرمایا
کہ سفر و حضر میں نقد و قرض کے معاملات کس طرح کئے جائیں۔ حضرت امیر نے انھیں
کی طرف توجہ دلائی ہے۔

زمانہ محاصرہ کے مشاہدات نے اب اس حقیقت کو محتاج بحث نہیں
رکھا ہے کہ قوم کے معاشی فلاح و بہبود کا راز و سائل معاش میں سب سے زیادہ تجارت
میں مضمر ہے۔ اور یہی مبارک پیشہ معاشی نظام کی ترقی و بہتری کا کفیل اعظم بنتا
ہے۔ جس قوم کو تجارت کی برکات میسر نہیں وہ دوسری قوموں کا دست نگر اور
غلام ضرور رہوں گی۔ اگر سیاسی نہیں تو کم از کم اقتصادی و معاشی حیثیت سے
اس کا غلام بن جانا ناگزیر ہے۔ اسی بات کا جانب جناب صادق آل محمد علیہم
السلام نے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے۔ لَا تَدَايُوا فِي التَّجَارَةِ فَتَقْتُلُوا
التَّجَارَةَ وَاجَارِكُمُ اللَّهُ لَكُمْ ”تجارت کی کاروبار نہ چھوڑ دو کہ اس سے تم ذلیل ہو گے
تجارت کرو خدا تمہیں برکت دے“ (اصول کافی)

نیز اس وجہ سے ترک تجارت کو حدیث میں بے عقلی سے بغیر کیا ہے۔ اور
اس کو سبب زوال عقل بتایا ہے۔
من ترک التجارۃ ذهب ثلثا
عقله لا تتركها فان تركها مذنب
للعقل اسع على عيالتك وایات ان
یکونوا هم السعاة علیک (وسائل)

”جو شخص تجارت کو چھوڑ دیتا ہے اس کی
دو تہائی عقل چلی جاتی ہے۔ تجارت ترک
نہ کرو۔ کہ اس سے عقل زائل ہو جاتی ہے اپنے
اہل و عیال کی معیشت کے لئے تم دودھ چھوٹ
کرو۔ اور ایسا نہ ہونے دو کہ وہ تمہارے لئے محنت و سعی کریں۔“

فقہ اسلام میں احکام تجارت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان کے متعلق بڑی بڑی
کتابیں موجود ہیں۔ ان کو دیکھنے سے معلوم ہو سکے گا کہ فقہ اسلام نے تجارت کو ایک
مستقل فن کا مرتبہ دیدیا ہے۔ اور ساتھ ہی تجارت کو ہدایت کی سہیہ کہ کاروبار تجارت
شروع کرنے سے پہلے اس کے مسائل پر عبور حاصل کر لیں۔ جناب شیخ مفید رحمہ
ارشاد خداوندی لَا تَدَايُوا فِي التَّجَارَةِ وَلَا تَدَايُوا فِي التَّجَارَةِ وَلَا تَدَايُوا فِي التَّجَارَةِ
عَنْ تَرَاضٍ ط

اور قول الہی :- اَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ کا ذکر کر سنے کے بعد
فرماتے ہیں :-

فندب الی الاتقاق من طیب
الاکتساب و نفی عن طلب الخبیث
المعیشۃ فمن لم یعرف فراقا ما بین
الحلال من المکتب والحرام لم یکن
حذائے پاک کما فی سے راہ خدا میں خرچ
کرنے کی دعوت دی ہے اور ناپاک روزی
سے منع کیا ہے۔ جو آدمی یہ نہ جانتا ہو کہ
حلال و حرام کما فی میں کیا فرق ہے وہ خبیث

مجتنباً للخبیث من الاعمال ولا کان
عن ثقة فی تفقه من طیب الاکتساب
و اننا پاک کار و بار سے پرہیز نہ کر سکے گا۔ اور
نہ قابل اعتماد علم اس بات کا اسے حاصل ہوگا کہ
کمانے کا عمدہ اور پاک طریقہ کیا ہے۔

وقال ایضاً۔ نیز خدا کا ارشاد ہے :-

ذالک باغتم قالوا انما یبیع مثل الربوا و ذالک باغتم یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ
الربوا و حرم الربوا فی بیعہ ان یبیع
کھتے ہیں کہ جیسا بکری کا کار و بار ویسا ہی سود کا
المخالف للربو یعلم بذلک ما
معاملہ حلال لک بکری کو خدا نے حلال اور سود کو
احل الله و حرم من المتاجر والاکتساب
حرام کر دیا۔ لہذا ہر آدمی کو یہ معلوم ہونا چاہیے
وجاءت الروایۃ عن امیر المومنین ع
کہ وہ بیع جو ربوا کے خلاف ہے اور جو حلال
انہ کان یقول من ابخر بغیر علوف فقد
قرار دی گئی ہے کیا ہے تاکہ اسے یہ علم ہو جائے
ارتطم فی الربا ثم ارتظم من اراد ان
کہ خدا نے تجارت اور اکتساب معاش کے وسائل اور
فلیتفقه فی دینہ قال الصادق علیہ
ذرائع میں سے کسکو حرام قرار دیا ہے۔ اور مردی
السلام یعلم بذلک ما یحل له و یحرم
ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے تھے
علیہ و من لم یتفقه فی دینہ ثم اتجر
کہ جو شخص بغیر علم سے تجارتی کار و بار کرے
تو رطبی الشبہات (مکاسب)
وہ ربوا کے دلدل میں گرے گا اور پھر گرے گا

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو تجارت
کرنا چاہتا ہے اس کو دینی مسائل کا علم ضرور
حاصل کر لینا چاہیے۔ تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ
اس کے لئے کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے۔ اور

مسد

جو شخص بغیر علم سے
وہ شبہات میں مبتلا ہوگا۔ حلال و حرام کی
تمیز نہ کر سکے گا۔

تجارت کے متعلق اس مختصر مضمون میں صرف چند بنیادی اصول اور اساسی
احکام و ہدایت کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔

معاملہ تجارت کی بنیاد و تراضی طرفین پر ہونی چاہیے

فرمان خداوندی ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا
اُمُؤَالَكُم بِبَيْنِكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا
اَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ
اسے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے
کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ مگر یہ کہ باہم تجارتی
معاملات ایک دوسرے کی رضامندی سے
ہوں۔ (سورہ نسا)

اس آیت مبارکہ میں معاملات تجارت کے متعلق فقہ اسلام کے احکام و ہدایات
کی بنیاد واضح کر دی گئی ہے۔ یعنی خرید و فروخت میں کسی طرح کی بے مساوی نہ
ہونی چاہیے اور معاملہ ناجبر اور گاہک کی باہمی رضامندی اور خوشدلی پر
مشتمل ہونا چاہیے۔ صاحب کنز العرفان نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے :-
لھٹا فر وع (۱۲) ش طافی التجارۃ " تجارت میں یہ شرط ہے کہ وہ تاجروں
کو نہا عن تواضی ای صاوسۃ گاہک دونوں کی باہمی رضامندی سے
عن تواضی من المتعاقدين فیخرج واقع ہو جو معاملہ تجارت ایسا نہ ہوگا وہ اباحت

ما لم يكن كذا عن الا باحة - سے خارج ہوگا (جائز و حلال نہ ہوگا)۔
 (ب) قال الشافعي شافعی کا قول ہے کہ تراویح کے
 المراد التفرق عن تراویح فلهما الحیاة ساتھ طرفین کا ایک دوسرے سے جدا ہونا
 قبل التفرق وهو من هب الا صحا مراد ہے - لہذا جب تک صاحب مال اور
 لقوله صلى الله عليه وآله البيعان خریدار متفرق نہیں ہوئے ہیں معاملہ کی
 بالحيات ما لم يفترقا - فسخ کر دینے کا انھیں حق حاصل رہے گا

اور یہی مذہب ہمارے اصحاب (علماء امامیہ) کا بھی ہے - کیونکہ آنحضرت
 کا ارشاد ہے "بائع ومشتري كوخيار حاصل ہے (یعنی انھیں معاملہ
 کے فسخ کر دینے کا حق ہے) جب تک متفرق نہ ہو جائیں۔"

(ج) عقد المکرة باطل نفع لو اجازہ - مجبور کا معاملہ خرید و فروخت باطل ہے
 فیما بعد صحیح لحصول الرضاۃ ہاں اگر بعد حصول اختیار اجازت دے

تو صحیح رہے گا - کیونکہ رضا (جو شرط صحت معاملہ ہے) حاصل ہوگئی۔
 (د) رضا سے وہ رضا مراد ہے جو شرطاً معتبر ہے لہذا بچے - دیوانے - نشہ
 میں سرشار بے عقل اور مفلس (قافض) شریعت کی طرف سے جس کو دیوا لیا اور
 رضا سے وہ رضا مراد ہے جو شرطاً معتبر ہے لہذا بچے - دیوانے - نشہ
 میں سرشار بے عقل اور مفلس (قافض) شریعت کی طرف سے جس کو دیوا لیا اور
 مفلس قرار دیا گیا ہو (معاملاً صحیح نہ ہوگا
 بعد من وال مانع - اگرچہ بعد زوال مانع اسکی اجازت دیں۔

(کنز العمال)
 حق کی لین دین شرط تجارت ہے

التاجر فاجر الفاجر في الناس - تاجر فاجر (بدکار) ہے اور فاجر چھٹی
 الامن اخذ الحق واعطى الحق - مگر جو حق لے اور حق دے۔
 تجارت میں بد معاملگی نہ ہونے پائے | نیز حدیث نبوی ہے :-
 افضل الكسب بيع مبرور - سب سے اچھی کمائی بیع مبرور ہے
 وعمل الرجل بيد - اور دستکاری۔

"بیع مبرور" سے ایسا تجارتی کاروبار مراد ہے جس میں دھوکا، قریب،
 خیانت، بد معاملگی - عز و نقصان، خدا کی نافرمانی مردم آزاری نہ ہو۔

آداب تجارت کی بابت تاجر کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ہدایتیں

مردی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بہ نفس نفیس کو فرمے بازاروں میں
 تشریف لے جاتے تھے اور تاجروں کے مجمع سے یوں خطاب فرماتے تھے -

قد هو الاستخارة وتبرؤا بالسموة - سب سے پہلے خدا سے عز سے طالب ہو۔ اور
 واقترؤا من المتباعين وتزینوا - سہولت و نرمی سے برکت حاصل کرو۔
 بالحلم وتناها عن اليمين وجا - خریداروں سے قریب رہو - دینے بد خلقی
 الكذب وتجاؤا عن الظلم و - نہ کرو کہ وہ تم سے دور ہو جائیں (اور علم
 المظلومين ولا تقربوا السرا - سے آراستہ بنو - تمہارے بازار ہو جو
 داد فوالكيل والميزان ولا - سے بچو - ظلم سے دور بھاگو۔ مظلوموں کے
 بتجسوا الناس اشياء هم ولا تعثوا ساتھ نقصان کرو۔ دیا (سود) کے قریب
 في الاسواق مفسدين - (وسائل) نہ جاؤ ناپ تول پوری کیا کرو۔ لوگوں کی

(خریدی ہوئی چیز کم نہ دیا کرو۔ اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔)

ارشاد نبویؐ تاجر کو پانچ باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے

حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :-

قال رسول الله صلى الله عليه وآله من باع واشترى فليحفظ خمس خصال
والا فلا يشتري ولا يبيع الربوا
والحلف وكتمان العيب والحق اذا
باع والذم اذا اشترى (وسائل)

باتوں کی نگہداشت ضروری ہے۔ اگر نہ کر سکتا ہو تو ہرگز خرید و فروخت کا کاروبار نہ کرے سود لینا قسم کھانا مال کا عیب چھپانا بیچنے کے وقت اپنے مال کی تعریف کرنا۔ اور خریدنے کے وقت دوسرے کے مال کی برائی کرنا۔

چند آداب تجارت۔ ارشاد نبویؐ

ابو امامہ راوی ہیں :-

سمعت رسول الله يقول اربع من كن فيه طاب مكسبه
اذا اشترى لم يعيب واذا باع لم يحد ولا يدين وفيما بين ذلك لا يحلف (وسائل)

میں نے جناب رسالتؐ کو یہ فرمایا کہ جس آدمی میں چار باتیں ہوں گی اس کی کمائی پاک ہے۔ جب خریدے تو عیب نہ لگائے۔ جب بیچے تو تعریف نہ کرے۔

یعنی حلف سے کام نہ لے۔ (یعنی خریدار سے مال کا عیب نہ چھپائے) اور قسمیں نہ کھائے۔

آداب تجارت کے متعلق امام جعفر صادقؑ کی ہدایات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی کو جو سفر تجارت کا قصد کر کے حاضر خدمت ہوئے اور آپ سے مشورہ طلب کیا تو حضرت نے فرمایا :-

عليك بصدق اللسان في حديثك
ولا تكلم عيباً لكون في تجارتك
لا تغبن المسترسل فان غبنه لا يحل
ولا ترض للناس الا ما ترضى لنفسك
واعط الحق وخذ ولا تحف ولا
تخن فان التاجر الصدوق
مع السفرة الكرام البور
القيامة واجتنب الحلف فان اليمين
الفاجرة توسر صاحبها الناس
والتاجر فلج الامن اعطى الحق واخذ
واذا عزمت على السفر وحاجة
همة فاكثر الدعاء والاستخارة فان
البا حديثي عن ابيه عن جده ان
رسول الله كان يعلم اصحابه الاستخارة
كما يعلمهم السورة

اپنی زبان گفتگو میں سچی رکھو اور مال میں جو عیب ہو اسے نہ چھپاؤ۔ جو تم پر معاملہ میں بھروسہ کرے اس کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ اس کا نقصان کرنا حلال نہیں (اس کا مقصد یہ نہیں کہ دوسروں کو کم دینا جائز ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یوں تو عام خریداروں کو نقصان پہنچانا یا کم دینا جیسا کہ پہلے معلوم ہوا جائز نہیں۔ لیکن اس آدمی کے ساتھ یہ برتاؤ تمہاری ایمان داری اور دیانت پر بھروسہ کرتا ہو اور بھی بُرا ہے) اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی وہی بات پسند کرو جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتے ہو۔ حق دو اور حق لو۔ نہ ڈرو اور نہ خائف کرو۔ بیشک سچا تاجر قیامت روز فرستوں ہو قیامت

قال المکیال والمیزان -

پوچھا اسے فرزند رسول وہ چیزیں کیا ہیں؟

فرمایا بیچارہ اور ترزاؤ۔

ناپ تول میں کمی نہ ہونے اور نہ کورہ بالا احکام پر یقینی عمل نہ کرنا
کے لئے مستحب قرار دیا گیا ہے کہ خریدار کو کچھ زیادہ ہی دیا جائے۔

وزن کب پورا ہوگا | جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

لا یكون الوفاء حتی یجیل المیزان - "وزن پر راہیں ہوتا جب تک نہ راندھیں گے۔"

عین حرام ہے | "عین المستوفیٰ سلیمت" جو سودہ کو نہ لیکو کم دینا حرام ہے۔

و"عین المؤمن حرام" - "مومن کو کم دینا حرام ہے۔"

شرط بیع یہ ہے کہ مقدار شے معلوم اور معین ہو۔ | شرایع الاسلام میں ہے۔

دان یكون المبیع معلوماً فلا

یجوز بیع مایکال دیوستان

اد بعد جنّا فاولوکان مشاہداً

کالصبوة ولا بمکیان مجھول ط

اُس کو تخمین اور خیالی اندازہ سے فروخت کرنا ناجائز ہے اگرچہ

وہ شے آنکھوں کے سامنے ہو۔ جیسے کہ غلہ کی ڈھیری۔ اسی طرح چیزوں

کا اسے پیمانہ سے پیمانا بھی ناجائز ہے جس کی مقدار معلوم نہ ہو سکے۔

تاجروں کیلئے قسٹیں اور دستکاروں کیلئے آج اور کل | حدیث نبوی

کے جھوٹے وعدے تباہی کے باعث ہیں۔ | میں ہے۔

دیل لتجاس امتی من لاد اللہ

دبلی واللہ و دیل لصناع امتی

من الیوم و عنداً ط

"آج" اور کل "کے جھوٹے وعدوں سے"۔

حد سے سوانفع خوری کی شدید مذمت | حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام نے ایک

شخص کو جس کا نام "مصادوف" تھا ایک ہزار اشرفیاں دیں دو فرمایا کہ مال

تجارت خرید کر مہر جانے والے تجارتی قافلہ کے ساتھ جائے اور فروخت کر کے

اُس نے سامان تجارت خرید کیا اور روانہ ہوا۔ وہ اور اُس کے رفقاء سفر مہر

کے قریب پہنچے تو ادھر سے ایک قافلہ ایسے آتا ہوا اُن سے ملا۔ ان

لوگوں نے اپنے مال تجارت کی بابت پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ چیزیں وہاں

نایاب ہیں۔ اور وہ ایسی چیزیں تھیں جن کی ضرورت عام طور سے ہوا کرتی ہے

ان لوگوں نے یہ خبر سنی تو آپس میں عہد و پیمان کر لیا کہ ایک اشرفی کے مال

پر ایک ہی اشرفی نفع لیں گے۔ جب وہ اس قرار داد پر سب مال فروخت

کر کے واپس ہوئے اور مصادوف نے حضرت کی خدمت میں واقعہ بیان

کیا کہ کسی طرح اُن لوگوں نے عہد و پیمان کیا اور کیوں کر سامان تجارت گواں

قیمت پر بیچا تو آپ نے فرمایا:-

سبحان اللہ! تخلّفون علی قوم

مسلمین ان لا تبیعوهم الا بربح

"سبحان اللہ! تم کیسے لوگ ہو کہ مسلمانوں کے

بارے میں آپس میں یہ عہد و پیمان کر سکتے ہو؟

انہ نیاس دینا سارتم اخذ الکیسین
وقال هذا اس مال ولا حاجة
لنا في هذا السبع ثم قال يا
مصارف بحالدة السيوف
المون من طلب الحلال -
(فروع کافی)

فرمایا۔ اے مصارف! تلواروں سے لڑنا طلب حلال کی نسبت آسان ہے۔
مجھے اس نفع کی حاجت نہیں ہے۔

جن غریب کا ایک کینہ جس میں ہمارے زمانہ
کے حالات کی تصویریں نظر آتی ہیں :-
نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت امیر المومنین

علیہ السلام نے فرمایا :-

یاتی علی الناس زمان عصفوی
یعنی المومنین علی مافی یدہ
ولم یومرنہ لک قال اللہ
عز وجل ولا تنسوا الفضل
بینکم تمھن فیہ الاشرار
وتستذل الاحیاس ویبایع
المضطرون وقد فی سوال
عن بیع المضطربین -

اور مضطر لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کی جائے گی۔ حالانکہ جناب
رسول ﷺ نے بیع المضطرین سے منع فرمایا ہے :-

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :-
یاتی علی الناس زمان عصفوی
یعنی کل امرء مافی یدہ و
ینسی الفضل وقد قال اللہ ولا
تفسوا الفضل بینکم ثم یبذری
فی ذلک الزمان اقوام یمایعون
المضطربین اولئک کم شرار
الناس - (وسائل)

لوگوں سے خرید و فروخت کریں گے وہ بدترین انسان ہوں گے۔
اسے مضطر سے وہ شخص مراد ہے جو ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے مال و متاع کو

فروخت کر دینا چاہتا ہے۔ ایسے موقع سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور عاصی حاجت
کا ضرورت اور مجبوری کو غنیمت سمجھ کر اس کے مال و متاع کو کم سے کم قیمت پر خرید
لینا چاہتے ہیں۔ شریعت اسلام نے اس فعل کو خلاف دین و مردت قرار دیا ہے۔
اور مقصد یہ ہے کہ مضطر کے ذخیرہ سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اس کے مال و متاع
کے داہمی قیمت ادا کی جائے۔ یا اس کو بقدر ضرورت روپیہ دیدیا جائے۔ اور اس طرح
اس کو اپنا مال و متاع نقصان پر فروخت کرنے سے بچالیا جائے۔ اس صورت میں
بیع کے معنی "شراء" یعنی خریدنے کے ہونگے۔ یا "قبول بیع" مراد ہوگا۔

لیکن جس طرح انسان شدید غرورت سے اپنے مال و متاع کو کم سے کم قیمت پر نقصان اٹھا کر بیچ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح فردریات زندگی کو ہر قیمت پر خریدنے کی مجبوری بھی پیش آتی ہے۔ جبکہ سرمایہ دار اور مالک و متاع و جس ذخیرہ اندوزی و نفع بازی کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اشتیاء ضرورت ان کے قبضے میں ہوتی ہیں۔ اور حاجت مند مفلح ہوتے ہیں۔ کے ادن کی من مانی قیمت ادا کر کے فردریات زندہ گی خریدیں۔ جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عام طور سے ہوتا ہے۔ کہ فردریائی اشتیاء پر سرمایہ داروں اور ذخیرہ اندوزوں کا قبضہ ہے اور ہر شخص ان کی مطلوبہ قیمت خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو ادا کرنے پر مجبور ہے۔ لہذا جس طرح بیچنا و اضطرار سے ہو سکتا ہے۔ اسی طرح خریدنے میں بھی اضطرار کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ حدیث اضطرار کی دونوں صورتوں سے تعلق رکھتی ہے۔ بلکہ الفاظ حدیث سے اضطراری خریداری کا احتمال زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

ہر چھوٹے بڑے امیر و غریب کیساتھ یکساں معاملہ ہونا چاہیئے

حدائق نازہ میں ہے:-
يستحب ان يساوي بين المبتاعين
فالصغير عند لا بمنزلة الكبير
الغني كالفقير والمجادل كالفير والمرا
ان لا يفاوت بينهما والظاهر ان
لوفات يعنى بسبب الدين والفصل
فلا باس تيل ولكن للاخذ قبول ذلك
حتى نقل ان السلف كانوا يكلون في الشراء

”مستحب ہے کہ تمام خریداروں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرے اور مال سب کو برابر قیمت پر دے اور غنی بمنزلہ فقیر کے ہو۔ اور قیمت طے کرتے میں جھگڑنے والا نہ جھگڑنے والے کے برابر ہو۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ قیمت کم کرانے اور نہ کرانے دونوں صورتوں میں انصاف کی نفی فرق نہ کرے۔“

من لا يعرف هرباً من دلف۔
دایا نہ ہو کہ قیمت کم کرانے والے کے قیمت گھٹانے اور جس نے قیمت میں بحث نہ کی اس سے زیادہ دھول کرے۔“

کسی کو دوسرے کے معاملہ میں دخل نہ دینا چاہیئے:-
جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:-

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یدخل الرجل ودوناب رسول نے اس بات سے منع فرمایا ہے
فی سوام اخیه المسلم۔
کہ کوئی شخص اپنے برادر مومن کے سودے

میں دخل نہ کرے یعنی جس چیز کو کوئی مومن خرید رہا ہو اس کی قیمت کم یا زیادہ کر کے خود نہ خریدے۔“

مفسد یہ ہے کہ جس چیز کو کوئی مرد مسلم خریدتا ہو اس کے معاملہ میں دخل دینا اور قیمت کم یا زیادہ کر کے خود لینا بڑا اور ممتنع ہے۔“

”بخش“ حرام ہے:- ارشاد نبوی ہے:-

والناجش والمجوش ملعونان
”ناجش اور مجوش سب کے سب ملعون ہیں۔“

تعریف ”بخش“:-

تعریف ”بخش“ کے متعلق حدائق نازہ

میں ہے:-

دو ”بخش“ کے معنی یہ ہیں کہ تا جہر خریدار کو بچھاؤ کی بد تدبیر کرے کہ کسی شخص کو اس طرح اپنے موافق بنا دے کہ جب وہ مال بیچنا چاہے تو وہ شخص

والظاہرات المراد به
هو ان يطلع الباء سرا جلا
اذا اسراذ بيحاً ان يساوم
بشمن كثير يقع فيه غيرة

یواطئ البایع س جلا اذا اسرا وبعیا
ان یساده بتمن کثیر یتقع فیہ
غیرہ والمشتہور فی کلام الاصحاح
تحریمہ ط
تاکر ناداقف خریدار اس کے فریب میں آجائے اور مشہور یہ ہے کہ بخش حرام ہے۔
دھوکے۔ فریب۔ ملاوٹ کا حکم | حدائق ناظرہ میں ہے :-

الاول فی الغش بالغش کثوب
البن بالماء ولا خلاف فی تحمیمہ
..... اما لو غش بما لا یخفی کالترا
یجملہ فی الخبطہ والردی منها
بالجید فظاهر الا صحاب عدم
التحریم وان کان مکروہا
فمشتہور العیب المذکور للمشتري
فہو انما اشتري را نسیابہ ولعل
وجہ الکراہۃ عندہم انہ قد لیس
المحل وانہ سراجا یغفل عنہ المشتري
سیامع کثرہ الجید اذا خلطہ بالردی

شاید یہ ہو کہ یہ تدلیس ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خریدار اس عیب سے
غافل رہ جاتا ہے خصوصاً جبکہ رچھے گیہوں (یا کسی اور غلے) کی کثیر مقدار میں
حزاب کی مقدار تھوڑی ملائی ہو۔

”غش کی ممانعت میں جس مقدار اتمام پیش نظر فریعت ہے وہ احادیث میں
سے ظاہر ہے۔

لیس من المملین من غشہم۔ ”وہ شخص مسلمانوں کے زمرہ سے خارج ہے جو ان کے
ساتھ غیر حالی مال بیچتا ہے۔“

خرید و فروخت آجائے میں ہونی چاہیے نہ کہ اندھیرے میں |

(۳) ان البیوع فی الظلال غش والغش
لا یجمل۔

عیب ظاہر نہ ہو سکتا ہو غش (دھوکا دینا) کا غش جائز نہیں۔
دودھ میں پانی ملانے کی ممانعت | (۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا۔
نهی البنی ان یشاب اللبن۔ ”جناب رسولؐ نے دودھ میں پانی ملانے
بالماء للبیع۔ کی ممانعت کی ہے۔“

تلقی الرکبان کی مذمت :- اکثر سرمایہ دار تاجروں کا یہ طریقہ ہوتا

تجارت کو شہر سے باہر ہی سستے داموں خرید لیتے ہیں۔ تاکہ شہر میں من مانی
قیمتوں پر فروخت کریں۔ تاجروں کو اس کا موقع نہیں دیتے۔۔۔ کہ بازار
شہر تک پہنچیں اور نرخ سے واقف ہو جائیں۔ اس کو اصطلاح فقہ اسلام
میں ”تلقى الرکبان“ کہتے ہیں۔ اس کو بعض فقہاء حرام قرار دیتے ہیں اور
اس کے فعل مکروہ ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق
فردغ و جزئیات پر اطلاع کتب فقہ اسلام سے حاصل کی جاسکتی ہے
یہاں صرف اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ خرید و فروخت کا یہ طریقہ بے باقی ہے

کے علاوہ متاع قف دیہاتی بیوپاریوں اور عامہ خلائق کے ضرر و غیظ کا اقبال بھی رکھتا ہے اس لیے شرع اسلام نے اس کو ممنوع قرار دیا۔ اور متاع شریعت ہے کہ مال تجارت باندروں میں آجائے۔ اور لانے والوں کو نرخ بازار معلوم ہو جائے۔ اور عامۃ الناس ان سے براہ راست معاملہ خرید و فروخت کرے اور سرمایہ داروں کی من مانی قیمتوں کی گمانبازی سے محفوظ رہیں اسی غرض سے یہ حکم بھی دیا ہے کہ کوئی شہری تاجر ان دیہاتی بیوپاریوں کے انڈوں کا دیکھ کر نہ بے یو مال کی قیمت نرخ بازار کے مطابق نہ جانتا ہو۔ یہ دو قول حکم اس حدیث نبوی میں مذکور ہے:-

لا یتلقى احدکم تجارۃ خادجاً من المصر ولا بیع حاضر نباد والمسلمون یدرؤنہ اللہ یعصم من بعض۔

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص سامان تجارت کو شہر سے باہر نکل کر نہ خرید لیا کرے اور کوئی شہری گاؤں واسے کی طرف سے بیچے۔ خدا احمالوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے رزق پہنچاتا ہے۔

مکاسب شیخ مرتضیٰ رحمہ اللہ ص ۲۱۰

فیجوز ان تكون العلة فی کراہۃ التلقی صاحۃ الרכب فی المیلان ہما لا یصلح بہا متلقی او مظنۃ حبس المتلقین صا اشتد او اذ خاسر عن ائین الناس

و احتمال ہے کہ تلقی الרכبان کے کراہ ہونے کی علت یہ ہو کہ دیہات کے آنے والے بیوپاریوں میں میر چٹھی و نرمی و تساہل کا وہ برتاؤ کرتے ہوں جو متعلق (شہر سے باہر نکل کر مال خرید لینے والا) نہ کرتا ہو

و بیعہ قدسایجا بخلاف صا اذا اتی الרכب و طر حواا متعقہم فی الخانات والاسواق فان لہ اثر یلینا فی امتلاع ائین الناس خصوصاً المضارب وقت الغلام اذا اتی بالظعام۔

ہے۔ یا اس کا احتمال ہو کہ تلقی کر نہ دے خریدی ہوئی جنس و متاع کو اپنے پاس روک لیں گے اور لوگوں کی نگاہوں سے غائب کر کے رفتہ رفتہ نکال کر بیچ بازار کے طریقہ پر ہنگے داموں فروخت کریں گے بخلاف اس کے جب باہر کے بیوپاری بازار

اور منڈیوں میں آئیں گے اور متاع و جنس کو کالوں میں لاکر ڈالیں گے تو عامہ خلائق سے اندر سیر چٹھی کی کیفیت پیدا ہونے میں اس کا نمایاں اثر ہو گا خصوصاً محتاجوں سے اندر جبکہ قحط کے زمانہ میں سامان خوراک لایا جائے گا۔

سامان غذا کی ذخیرہ اندوزی یعنی "احکار" کی حرمت و کراہت

غرض مقصود شریعت تجارتی کامد بار کے ایسے تمام طریقہ کو ممنوع قرار دینا ہے جن سے بیجا نفع خودی کی راہیں کھلتی ہیں۔ اور عامہ خلائق کی ضروریات زندگی کے مہیا ہونے میں تنگی و دشواری پیدا ہوتی ہے ان میں ایک بدترین طریقہ احکار ہے۔ اور اس سے مراد سامان غذا کی اس غرض سے ذخیرہ اندوزی ہے کہ قیمتوں کے گراں ہو جانے کے وقت ہنگے داموں پر فروخت کیا جائے۔ فقہاء نے اس کی تعریف میں کہا ہے:-

هو جمع الطعام وجبہ یتربص غذائی اشیا کو گراہی کے انتظار میں

کنز العرفان میں ہے۔

قيل الاحتكار مكر وده لقول الصا
عليه السلام مكر وده ان تحتك
الطعام وتدنس الناس لاشئ لهم
وقيل حرام وهو الاصح لقوله صلى
الله عليه وآله المجالب موصوم و
المحتك ملعون وانما يكون حراما
لبشرتين احد هما حسب القوت
الذي هو المحنطة والشعير والشمس
والنابيب والسمن والمليح طلبا
للمزادة في الثمن واثانيهما ان
لا يوجد باذل سواه فيجبر ح
على البيع وهل يسر عليه قيل
لحمد لا اتفنت فائدة الجبر و
قيل لا وهو الاصح لقوله عليه السلام
مسلطون على اعدائهم
وقلة ايضا الاسعار الى الله اللهم
الان يطلب شغل طائفة عليه

"کہا گیا ہے" احتکار "مکروہ ہے کیونکہ جناب
صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ
یہ بات مکروہ ہے کہ تم سامان خوراک کے
ذخیرے بند کر کے رکھو اور لوگوں کو ایسے
حال میں چھوڑ دو کہ ان کے پاس کھانے
کا سامان کچھ نہ ہو۔ یہ قول بھی ہے کہ احتکار
حرام ہے۔ اور یہی قول صحیح ترین ہے
کیونکہ رسالتاً نے فرمایا ہے فردیات
زندگی (سامان خوراک وغیرہ) ادھر ادھر
سے لانے والے تاجر پر خدا کی رحمت
ہے اور احتکار کرنے والے (بغرض نفع
خوری ذخیرہ اندوزی کرنے والے) پر
خدا کی لعنت۔ اور احتکار سے حرام
ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک شرط تو یہ ہے
کہ جن چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کی ہے وہ شایہ
خوردنی ہوں۔ یعنی گیہوں۔ جو۔ خوراک
روغن۔ نہ کہ ایسے انہیں غذا کی چیزوں میں

احتکار ہوگا) جبکہ مقصد زیادہ قیمت حاصل کرنا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ
کوئی دوسرا شخص ان اشیاء خوراک کا بیچنے والا نہ ہو۔ اس صورت میں اسکو
بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔ آیا حکومت کی طرف سے اس کا نرخ بھی معین کیا
جائے گا؟۔ تو بعض فقہار نے فرمایا ہے کہ ہاں یہ بات ضروری ہے ورنہ بیچنے
پر مجبور کرنے کا فائدہ ہی کچھ نہ ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ قیمت مقرر کرنے
کا خود مالک کو اختیار حاصل ہوگا۔ یہی قول صحت سے قریب تر ہے۔
کیونکہ حدیث نبوی ہے کہ "لوگ اپنے مال پر تسلط رکھتے ہیں (مال ان کا
ہے ان کو ہر طرح فردخت کا حق ہے) نیز حضرت کا ارشاد ہے کہ نرخ کا
مقرر خدا کے منہ ہے۔ مگر جبکہ مال کا مالک حق سے بہت زیادہ قیمت مانگتا
ہو تو اسی کے اس ظلم و جور کی وجہ سے نرخ مقرر کر دیا جائے گا۔"

احتکار کی مذمت | حدیث نبوی میں ہے۔

ایما سرجل اشتری طعاما فحبه
اربعةین صباحا ید بہ الغلاء
للمسلمین ثم باعه ونقص
بشئنه لم یکن کفلسا لما صنع۔
"جس آدمی نے کھانے کا سامان خریدا اور اسکو
چالیس دن اس لئے روک رکھا کہ مسلمانوں کے
ہاتھ گرواں قیمت پر فردخت کرے پھر اس
نے اس کو فردخت کیا اور اس کی قیمت فحش
پر نقد کر دی تو یہ نقد اس کے برے کو توت کا کفارہ نہ ہوگا۔"

احتکار کی مدت کا تعین، ارزانی کے زمانہ میں چالیس دن اور
گرانی کے زمانہ میں تین دن سے زیادہ سامان غذا کی ذخیرہ اندوزی احتکار ہے
حضرت ابو عبد اللہ امام حنفی صادق علیہ السلام نے فرمایا :-

الحكمة في الحصب اربعون يوماً
وفي شدة والغلام ثلاثة ايام
فما زاد على الاسبعين يوماً في
الحصب فما زاد على الاسبعين
يوماً في الحصب فصاحبه ملعون
وما زاد على ثلاثة ايام في
العصره فصاحبه ملعون

” احمکار “ کی مدت ارزانی و خوشحالی کے
زمانہ میں چالیس دن اور سختی و قحط کا کام
میں تین دن ہے۔ جو شخص ارزانی و خوشحالی
کے زمانہ میں چالیس دن سے زیادہ غذا کا
چیزوں کو روک رکھے گا تو وہ ملعون ہوگا
اور جو آدمی تنگی کے دنوں میں تین دن
سے زیادہ روک رکھے گا وہ ملعون ہوگا

حضرت امیر کا فرمان ” احمکار “ کی مخالفت، ذخیرہ اندوزوں کو سزا دینا

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے مالک اشتر دہلی مصر کو جو حکومت کا بسوا
دستور العمل لکھ کر بھیجا تھا اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا :-

فامنع من الاحتكار فان رسول
الله منع منه وليكن البيع بيعاً
سمياً بمواسرين عدل لا يحجب
لا فرقين من البائع والمتبائع فمن
قارف حكمة بعد هذيك آياه
فانكل وعاقب في غير اسراف

” تم تاجروں کو ” احمکار “ سے باز رکھو کیونکہ
جناب رسول خدا صلعم نے اس کی ممانعت
فرمائی ہے اور لازم ہے کہ فروخت پہلے
(اور سیر چشمی سے) پورے پورے اور
پیر ہو۔ اور ایسے نرخ پر ہو جس سے
مرفیقین و بائع و مشتری) میں سے کسی
کو خسارہ نہ ہونے پلے۔ جو شخص نہارے حکم امتناعی کے بعد بھی
” احمکار “ ذخیرہ اندوزی کا مرتکب ہو اسکو بغیر ظلم و زیادتی کے سزا دے۔“

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ارادی ہیں :-

انه مربا المحتكرين فاصرو
بحكم تهم ان تخرج الى بطون
الاسواق وحيث ننظر الابصار
اليها

وہ بظاہر اساتحاد و ذخیرہ اندوزی کرنے
والے تاجروں کے پاس سے گزرے تو
حکم صادر فرمایا کہ ذخیرہ کئے ہوئے مال کو
وہ بازاروں میں منظر عام پر لائیں۔“

اس حدیث میں جو حکم مذکور ہے اُس کی مصلحت مکاسب کی مذکورہ
بالا عبارت میں بیان کی گئی ہے۔ بازاروں اور منڈیوں میں سامان خوراک کا
بکثرت آنکھوں کے سامنے ہونا ایک نفسیاتی اثر رکھتا ہے۔ اس سبب کی خاطر واطندان
قلب میں اس کو خاص دخل ہو اکر تا ہے۔ جس سے آجکل ہماری دنیا بالکل محروم ہے۔
سال بھر کی خوراک جمع کر لینا پسندیدہ کام ہے

سال بھر کی خوراک کا فراہم کر لینا فعل حق و کار پسندیدہ قرار دیتی ہے۔
ارشاد نبوی ہے :-

ان النفس اذا احسنت قوتها
استقرت

وہ نفس جب اپنی خوراک پوری حاصل کر لیتا
تو مطمئن ہو جاتا ہے۔“

اسی بنا پر ائمہ دین و اکابر اسلام کا سیرت یہی رہی ہے کہ سال بھر کے لئے
سامان خوراک ذخیرہ کو بیٹے تھے ایک طویل روایت میں منقول ہے :-

قال ثمر بن عبد الله بن قيس في فضله وذهده
سلمان و ابو ذر رحمهما الله

” حضرت نے فرمایا۔ سلمان و ابو ذر رحمہما
جن کے فضل و زہد کا حال تم کو معلوم ہے

فاما سلمان فكان اذا اخذ عطاءه
سرع منه قوته لسنة حتى يحضر
عطاءه من قابل فقيل له يا ابا
عبد الله انت في سواد روضه
هذا وانت لا تدري لعلك
تموت اليوم او غدا فكانه جدا
ان قال ما لكم لا ترجون البقاء
كما خفتم على الفناء اما علمتم
يا جهملة ان النفس قد تلتات
على صاحبها اذا لم يكن لها من
العيش ما تعتمد عليه فاذا هي
احسرت معيشتها اطمانت -

(دساکل)

ان کا طریقہ بھی یہی تھا کہ سامان خوراک
اپنے پاس مہیا کر لیتے تھے۔ سلمان جب
اپنا مقررہ وظیفہ پاتے تھے تو اس سے سال
بھر کی غذا کا سامان مہیا کر لیتے تھے۔
کسی نے عرض کیا یا ابا عبد اللہ آپ کا باوجود
زہد یہ طریقہ عمل ہے۔ حالانکہ خبر نہیں
رکھتے ہیں کہ آج موت آجائے گی یا کل؛
تو آپ نے جواب دیا کہ تم کو جس طرح
میرے لئے فساد موت کا ڈر ہے ایسی
طرح میری بقا کی امید کیوں نہیں ہے
(جس طرح یہ احتمال ہے کہ آج یا کل مر
جاؤں گا اسی طرح یہ بھی امید ہے کہ
زندہ رہ جاؤں) اے جاہلو! جب

سامان معیشت جس پر بھروسہ ہو فراہم نہیں رہتا تو نفس پریشانی میں
گرفتار رہتا ہے اور جب اپنی روزی جمع کر لیتا ہے تو مطمئن ہو جاتا ہے۔

زمانہ قحط میں ذخیرہ خوراک فروخت کر دنیا مستحب ہے
راشنگ کے طریقہ کی رضا کارانہ ترغیب

لیکن قحط و گدائی کے زمانہ کے لئے مستحب ہے کہ انسان اپنا ذخیرہ خوراک

فروخت کر دے اور ہر دن بقدر ضرورت خرید لیا کرے۔ اور اس طرح راشنگ
کا جو طریقہ حکومتیں جبر و تشدد سے جاری کرتی ہیں اس کو شریعت اسلام اخلاقی بنیادوں
پر رضا کارانہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔
معتب راوی ہیں :-

قال ابو عبد الله وقد يزييد
السحر بالمدنية كره عندنا من
طعام قال قلت عندنا ما يكفيننا
اشفق اكيث قال احنا جه و
بعه قال قلت له و ليس بالمدنية
طعام قال بعه فلما بعته
قال اشتر مع الناس يوما بيوم
وقال يا معتب اجعل قوت
عياي نصفاً شعيراً ونصفاً حنطة
فان الله يعلم اني واجد ان اجمع
الحنطة على اوجها ولكن اجبت
ان يد الله قد احسنت تفك
المعيشة -

مدینہ میں غذا کا نرخ چڑھ گیا تو حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا کہ
سامان خوراک ہمارے پاس کتنا ہے؟
میں نے کہا۔ اتنا سامان ہے جو کئی مہینے
کے واسطے کافی ہو سکتا ہے تو فرمایا
کہ اس کو نکالو۔ اور بیچ ڈالو۔ معتب
کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ مدینہ میں غذا
کا سامان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا
تم اپنا ذخیرہ بیچ ڈالو۔ جب میں نے
فروخت کر دیا تو فرمایا کہ لوگوں کے
ساتھ روز غذا کا سامان روز خریدو۔
اور فرمایا۔ اسے معتب! میرے عیال
کی خوراک میں آدھا جو رکھو اور
آدھا گھوٹوں۔ خدا کو یہ معلوم ہے کہ

میں ان کو صرف گھوٹوں کھلانے پر دسترس رکھتا ہوں (مگر مجھے
یہ بات پسند ہے کہ خداوند عالم یہ دیکھے کہ میں انداز معیشت اچھا مقرر کیا ہے۔)

اسی صفوں کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا :-

سیرت اکملہ اسلام افانکرا
ان فاکل حمیداً ویاکل الناس روایاً
(وسائل)

دوسری روایت میں ہے :-

کان ابو الحسن صوتاً اذا
اوسکت الثمرة ان نخجھا
فنبیعھا وشتوی مع المسلمین
یوماً بیوم - (وسائل)

شراب اور قمار کی حرمت ایما
ایھا الذین آمنوا انما الخمیر
والمیسر والالصاب والالام
سرجس من عمل الشیطان
فاجتنبوه لعلکم تفلحون انما
یرید الشیطان ان یوقع
بینکم العداوة والبغضاء
فی الکمر والمیسر ولیدکم
عن ذکر اللہ وعن الصلوة قل
انکم متقون ما (اللہم)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا یہ کو یہ
حکم تھا کہ جب خرابے پھیل بچتے ہو جائیں
تو ان کو فروخت کر ڈالیں اور مسلمانوں
کے ساتھ ہر روز کی خوراک ہر روز خریدیں
اسے ایماندارد شراب اور جوا اور
بت اور پاسبے ناپاک اور شیطانی ہی
کام ہیں۔ تو تم لوگ اس سے بچے رہو
تاکہ فلاح پاؤ۔ شیطان تو بس یہی چاہتا
ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور
جوسے کی وجہ سے عداوت اور دشمنی پال
دے۔ اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے
روکے تو کیا تم اس سے باز آئے
دائے ہو۔

اس آیت کے متعلق چند باتیں مجملہ قابل ذکر ہیں :-

(اول) شراب و قمار کو شریعت اسلام نے حرم قرار دیا ہے اور اس کی وجہ
بھی بتائی ہیں۔ کنز العرفان میں ہے :-

انما خص العداوة والبغضاء
بالخمیر والمیسر لان الخمیر موجب
لرؤا المال ومن وال الحقول المال
موجبان للعداوة والبغضاء
تخلات الانصاب والالام
فانھما یوجبان لیخطا اللہ و
الناس لا العداوة بین العابدین -

یو جھنے والوں کے درمیان عدالت کا باعث نہیں ہوا کرتے۔

تجارت مسکرات کی مخالفت شراب اور تمام مسکرات کی تجارت اور ان کے
ذریعہ سے روپیہ پیدا کرنے کی تمام صورتیں بھی حرام قرار دی گئی ہیں اور
اس کے متعلق عام اصول اس حدیث نبوی میں مذکور ہے :-

ان اللہ اذا حرم شیئاً حرام
ثمہ - جب خدا نے کسی چیز کو حرام کیا تو
اس کی قیمت بھی حرام کر دی۔

نیز جابر رضی صوابی راوی ہیں :-
ان رسول اللہ لعن الخمیر

و جابر رسول نے شراب اور اس کے

و شاربها و عاصم بھا و ساقیھا
 و بایعھا و اکل ثمنھا فقام الیہ
 اعرابی فقال یا رسول اللہ انی
 کنت رجلا هذه تجارتي فحصل
 لى من بیع الحن مال فحل بیضی
 المال ان علمت به طاعة فقال
 صلی اللہ علیہ و آلہ و انفقتمہ
 فی حج او جھاد لم یعد عند اللہ
 جناح بعوضہ ان اللہ لا یقبل
 الا الطیب فترک
 قل لا یستوی الخبیث و الطیب
 (کنز العرفان)

پینے والے اس کے بنانے والے اور پلا
 والے اور بیچنے والے اور اسکی قیمت
 کھانے والے سب ہی پر لعنت کی۔ نو
 ایک مرد اعرابی اکٹھا کھڑا ہوا۔ اور
 عرض کی یا رسول اللہ میں ایک ایسا
 شخص ہوں جس کی یہی تجارت رہی ہے
 اور مجھے شراب فروشی سے ذریعہ مال
 حاصل ہوا۔ اب اگر اسکو طاعت خدا میں
 صرف کروں تو وہ مجھے نفع دے گا یا
 حضرت نے فرمایا اگر تو اس کو حج یا جہاد
 میں خرچ کرے گا تو وہ ہریشہ کے برابر
 بھی نہ ٹھہرے گا۔ خدا تو فقط پاکیزہ

کو قبول کرتا ہے۔ اُسوقت یہ آیت اتری قل لا یستوی الخبیث الخ
جوئے کی تمام قسمیں حرام ہیں (سورہ)

المیسر ہوا القمار بسائر الذاع
 کا النرد و الشطرنج قال جل
 المفسرین ہوا المردی عن اهل
 البیت علیہم السلام حتی قالوا
 ان لعب الصبیان بالجر من
 جوئے کی تمام اقسام و انواع "میسر"
 ہیں مثلاً نرد و شطرنج وغیرہ تمام مفسرین
 اسی سے قائل ہیں اور یہی آئمہ البیت
 علیہم السلام سے بھی مروی ہے یہاں تک
 کہ یہ بھی کہا ہے کہ بچوں کا جرز سے

القمار فیحرم التکسب بہ و عمل
 الآلة و بیعھا و الخبوس فی
 مجلس یكون فیہ قال رسول
 اللہ ﷺ اللعاب بالنرد و الشطرنج
 غمس یدک فی لحم الخنزیر
 و دمہ و قال الصادق علیہ السلام
 اللعب بالنظرینج شرف

کھیلنا بھی "قمار" میں داخل ہے لہذا
 قمار کے ذریعہ روپیہ کمانا اس کے آلات
 بنانا اور بیچنا اور اس جگہ بیٹھنا جہاں قمار
 ہو رہا ہو۔ یہ تمام امور حرام ہیں۔ حضرت
 رسالت کا ارشاد ہے نرد کھیلنے والا
 مثل اس آدمی کے ہے جس کے ہاتھ ستور کے
 گوشت اور خون ہیں آلودہ ہوں اور
 جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے
 فرمایا ہے کہ شطرنج کھیلنا شرک ہے اور شطرنج کھیلنے میں جو شخص
 مشغول ہو اس پر سلام کہ ناگناہ ہے۔

تحریم اشیا کا عام اصول۔ ضرر و نفع کے تناسب حکیمانہ نظر

کیسے دیکھو عن الخمر و المیسر
 قل لیسوا الاثم کبیر و منافع
 للناس و انتمھما اکبر من نفعھما
 فائدہ (کچھ) نہیں۔ مگر ان کی برائی ان کے نفع سے بڑھکر ہے۔

شراب، قمار، جوئے کی حرمت پر تو پہلی ہی آیت سے پوری روشنی پڑ چکی تھی لہذا یہ
 آیت محض اس غرض سے یہاں پیش نہیں کی ہے کہ ان محرمات کی حرمت واضح کی جائے
 بلکہ اس میں ان اشیا کی حرمت کے بارے میں ایک ایسی بات کہی ہے جو تحریم اشیا
 کے متعلق شریعت اسلام کا عام بنیادی اصول قرار پاتی ہے۔ اشیا مذکور کے

کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ ادن میں افراد ان کے لئے منافع بھی ہیں۔ مگر ان کا ضرر بہ نسبت ان کے نفع کے بہت بڑا ہے۔ اور ان کی وجہ محترم ہی ہے۔ اس بیان قرآنی سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ نگاہ شریعت اسلام اشیاء کے منافع ہی پر نہیں پڑتی۔ بلکہ وہ یہ بھی دیکھتی ہے کہ منافع کے مقابلہ میں ضرر نقصان کا تناسب کیا ہے۔ مگر کسی چیز میں ضرر کا پلہ منافع سے بھاری نظر آتا ہے اور نفع کم و نقصان زیادہ دکھائی دیتا ہے تو اس کو حرام قرار دیتی ہے۔

سود کی محترم بھی اسی بنیادی نظریہ کے ماتحت ہے :- اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ نفع و ضرر کے تناسب کا یہ اصول صرف محرم شراب و قمار ہی پر حادی نہیں ہے بلکہ "تحريم ربوا" یعنی سودی کاروبار کی حرمت کی بنا بھی اسی اصول پر قائم کی گئی ہے۔

بے قید زندگی اور آزاد زندگی کی خواہش دین کے کسی مخصوص دور مادیت کا حصہ نہیں ہے۔ بلکہ ہر زمانہ میں اہل دولت و ثروت کے دلوں میں خلیق رہی ہے۔ حضرت شعیبؑ سے اکابر قوم کا یہ خطاب اسی بے چین خواہش کا نتیجہ تھا۔

قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصْلُكَ
تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا
كُنَّا نَعْبُدُ آبَاءَنَا أَنْ نَفْعَلَ
فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ

وہ لوگ کہنے لگے اے شعیبؑ کیا تمہاری نماز کا تم کو یہ حکم ہے کہ جن (بتوں) کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں انہیں چھوڑ دینا یا ہم

اپنے اموال میں جو کچھ چاہیں نہ کریں۔
اس عصر فردغ مادیت میں "سود کی حرمت" کا دغٹا سننے والے بہت کم ہوں گے۔

کیونکہ یورپ و امریکہ کی بیش از بیش مادی ترقیوں نے عام گناہوں کو محسوس کر رکھا ہے اگر ان کو سودی کاروبار کے بغیر تجارت و صنعت و حرفت میں قدرتی ارتقا کا اسکا مفقود نظر آئے تو یہ امر حیرت انگیز نہ ہو گا۔ اور اس میں شبہ بھی نہیں کہ جن ملک میں سرمایہ داری کا طاعون قی نظام چلا یا جا رہا ہے وہاں کی ترقیوں کا راز سود ہی ہو چکا نصیب ہوا ہے۔ مگر نگاہ بیدار عبرت کے سامنے ان کی قدرتی ترقیوں کو کوئی قابل رشک مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ بلکہ وہ قابل رشک ہونے سے زیادہ قابل عبرت ہیں۔ بعض چیزوں کی اچھائی اور برائی کے نتائج خود انہیں کھلتے بلکہ اس کے لئے طویل عرصہ تک انتظار درکار ہوتا ہے۔ اور بار بار کثرت سے اعادہ کی احتیاج ہوتی ہے۔ سود خواری کے نتائج کو عاجلانہ نہیں بلکہ صبر آزما انتظار کر کے دیکھا جائے تو روزمرہ کے واقعات شاہد بن جاتے ہیں کہ اخلاق انسانی کے لئے زہر قاتل اور عامہ ناس کی آرائش و بہبود کے لئے بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

زمانہ حاضریہ عام معاشی تشویش و بے چینی دیریشانی کا دور ہے "سود" دشمن انسانیت سرمایہ داری کا پشت پناہ ہو رہا ہے۔ دولت و ثروت رفتہ رفتہ سمٹ کر ایک مخصوص طبقہ کا حصہ بن گئی ہے۔ اور گردنوں ظلم خلائی فقر و فاقہ کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ جنکی معاشی تباہ کاریوں کا کوئی اصل لگا لٹا اہل عقل و تدبیر کے لئے جوئے شیر لانے کے برابر ہو رہا ہے۔ ایسے زمانہ میں سودی کاروبار کی مصرت رسانی پر کاوش استدلال و اشتہاد کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ عیاں راہ بیان ہے۔

رفتہ رفتہ سمٹ کر ایک مخصوص طبقہ کا حصہ بن گئی ہے۔ اور گردنوں ظلم خلائی فقر و فاقہ کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ جنکی معاشی تباہ کاریوں کا کوئی اصل لگا لٹا اہل عقل و تدبیر کے لئے جوئے شیر لانے کے برابر ہو رہا ہے۔ ایسے زمانہ میں سودی کاروبار کی مصرت رسانی پر کاوش استدلال و اشتہاد کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ عیاں راہ بیان ہے۔

ضروریات زندگی کے لئے محتاج عوام کا حال خراب یہ نبی دینیہ کے لئے کافی ہو
 کہ وہ نظام معیشت جس کی بنیاد سود خواری پر ہے وہ باطل اور شیطان نظام ہے اور
 جس نظام کا یہ انجام ہو کہ دنیا دہ حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ ایک طرف دنیا کی
 بے انتہا دولت و ثروت کے مالک سرمایہ دار ہوں اور دوسری طرف بے شمار مفلس
 و نادار ننگے بھوکے بزرگان خدا۔ وہ بے شبہہ ایسا نظام ہے جس کے گناہ اس کی
 منفعتوں سے بہت زیادہ ہیں زمانہ حاضرہ کے سودی کاروبار کے بڑے بڑے
 ادارے جہنیں "بیتک" کہتے ہیں کیسے ہی عظیم الشان فوائد کے باعث ہوں۔
 مگر وہ محض چند سرمایہ داروں۔ ساہوکاروں اور پیشہ ورسود خواروں ہی کے لئے
 ہیں۔ عوام و غریبوں کے لئے نہیں۔ لہذا ان کی خوبیوں سے ان کے عیوب و مفاسد
 عظیم تر ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام ہر قسم کے "سود" کو خواہ وہ قرض کے
 لین دین میں ہو یا تجارتی کاروبار میں۔ بدترین جرم اور کب معاش کا فضیلت
 طریقہ قرار دیتا ہے۔ اور اس کا کلی اسناد اسلام کے نظام معیشت کا عظیم ترین
 نصب العین ہے۔ آیات قرآنی و احادیث اس پر شاہد ہیں :-

سود خواری کی شدید مذمت

(۱) الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَتَغَيَّرُ وَجْهُهُمُ إِلَّا كَمَا يَقُولُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ
 ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ
 مِثْلُ الْبَيْعِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُخَالِفُ

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں)
 کھڑے نہ ہو سکیں گے۔ مگر اس شخص کی
 طرح جسے شیطان نے لپیٹ کر مچھوٹا لیا
 بنادیا ہو یہ اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں
 کہ جیسا خرید و فروخت کا کاروبار ویسا ہی

دَحَىٰ الرَّبِّ لَوْ قَمِنَ جَمَاعُكَ مِنْ
 مِنْ رَبِّهِمْ فَاسْتَكْفَىٰ قَلَمُ مَا سَلَفَ
 وَاهْتَدَىٰ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ وَكَذَّبَ
 أَصْحَابُ النَّاسِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
 يَحْقِ اللَّهُ الرَّبُّ وَبِزِي الْقَدَرِ
 وَاللَّهُ لَا يَجِبُ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِمٍ

سود کا معاملہ۔ حالانکہ خدا نے تجارت
 کو تو حلال کیا ہے۔ اور سود کو حرام قرار دیا
 ہے تو جس کے پاس اس کے پروردگار
 کی طرف سے نصیحت (ممانعت) آگئی
 اور وہ باز آیا پس اس سے پہلے جو وہ
 وہ لے چکا تو وہ اس کا ہو چکا اور اس کا

معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ اور جو بھرنے لگے (اور تجارت و سود
 کے معاملہ کو یکساں بنائے گا) تو ایسے لوگ جہنمی ہیں۔ (اور) وہ ہمیشہ
 جہنم میں رہیں گے۔ خدا سود کو (بے برکت کر کے) مٹا لے گا اور مستحق
 کو بڑھاتا ہے اور خدا ناشکرا گزاردوں۔ گنہگاروں کو دست نہیں رکھتا۔
 باقی ماندہ سود چھوڑ دو ورنہ خدا اور رسولؐ سے جنگ مل لو

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا
 اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا
 إِن كُنْتُمْ مُمِينِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا
 فَأْذَنُوا بِحَبَابِ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
 وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ سُورُوسُ
 أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا
 تَظْلَمُونَ

اے ایمان دارو! خدا سے ڈرو اور
 جو سود لوگوں کے ذمہ باقی رہ گیا ہے
 اسے چھوڑ دو۔ اگر تم مومن نہ ہو۔ پھر
 اگر تم نے السبابة کیا خدا اور اس کے
 رسول کے ساتھ لڑائی کے لئے جبردار
 ہو جاؤ۔ اگر تم نے توبہ کر لی تو تمہارے
 لئے اصل مال ہیں سنہ تم نقصان پہنچاؤ
 نہ تمہیں نقصان پہنچایا جائے۔

سود و سود کی ممانعت

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَالسَّابِقَ الْأَوَّلَ الَّذِي بَدَأَكُمْ فَعَلَّ الْغَافِلِينَ
 (سود و سود) نہ کھاؤ۔ اور فلا سے
 ڈرنا کہ تم فلاح پاؤ۔ (نساء)

سود کے لین دین کی مذمت

(۴) وَمَا أَتَيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ بِرَبٍّ
 فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَكُونُ
 عِنْدَ اللَّهِ وَمَا أَتَيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ
 يُدْرِكُ دُونَ بِي وَجْهَ اللَّهِ فَادْلِكُ
 هُمْ الْمُضْطَرُونَ ط (دوم)
 اور تم لوگ جو سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے
 مال میں ترقی ہو تو وہ خدا کے نزدیک
 نہیں بڑھتا۔ اور تم جو زکوٰۃ خدا کی
 رضا مندی کے ارادہ سے دیتے ہو
 تو ایسے ہی لوگ دبا رکھا خداوندی
 سے صلح دو چند لینے والے ہیں۔

(۵) عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَيْفٌ
 مَكْسَبُ كَسْبِ السَّابِقِ
 ذریعہ سود ہے۔

(۶) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ
 السَّابِقَ الْأَوَّلَ الَّذِي بَدَأَكُمْ فَعَلَّ
 الْغَافِلِينَ وَشَاهِدِيهِ۔
 حضرت امیر المومنینؑ راوی ہیں کہ جناب
 رسولؐ نے سود۔ سود حواری۔ خریدنیوالے
 بیچنے والے معاملہ سود کے لکھنے والے

اور گواہوں سب پر لعنت کی ہے۔

سود کی تحریم کی معاشی حکمتیں اور مصلحتیں

دعا کی کو بھی بھراحت بیان کیا گیا ہے۔ جن کے پیش نظر سودی کاروبار کی ممانعت

و تحریم واقع ہوئی ہے۔ قرآن مجید کی آیات منقولہ بالا میں جو باتیں اشارہ کی گئی
 ہیں وہ احادیث میں تصریحاً مذکور ہیں۔
 سماعہ راوی ہیں۔

(۱) قُلْتُ لَا بِي عَيْدُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 أَنِّي قَدْ سَأَلْتُ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ ذَكَرْتُ
 السَّابِقَ فِي غَيْرِ آيَةٍ وَكَسَارَةٍ قَالَ
 أَوْتَيْتُ سِرِّي لِمِثْلِكَ قُلْتُ لَا
 قَالَ لَسْتُ أَيْتَمِعُ النَّاسَ مِنْ
 اصْطِنَاعِ الْمَعْرُوفِ۔
 میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام
 سے عرض کی کہ میں نے یہ دیکھا کہ خدا نے
 سود کا تذکرہ کئی آیتوں میں فرمایا ہے
 حضرت نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں
 ہے؟ میں نے کہا نہیں؟ فرمایا اس عرض
 سے کہ لوگ باہم نیکی کرنے سے باز نہ رہیں۔

اگر سود کا لینا حلال ہوتا تو لوگ تجارت کا کاروبار چھوڑ دیتے

جن کی عام احتیاج ہے

(۲) عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَكَمِ أَنَّهُ سَأَلَ
 أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَنِ عِلَّةِ تَحْرِيمِ
 السَّابِقِ فَقَالَ إِنَّهُ لَوْ كَانَ السَّابِقُ
 حَلَالًا لَتَرَكْنَا النَّاسَ الْبُخَّاسَاتِ
 وَمَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ فَنَحْنُ مِنَ اللَّهِ
 السَّابِقُ التَّقَرُّفُ النَّاسِ مِنَ الْحَرَامِ
 إِلَى الْحَلَالِ وَالْإِنْجَاسَاتِ مِنَ الْبَيْعِ
 وَالشَّيْءِ ۶۱۔
 ہشام بن الحکم راوی ہیں کہ انھوں نے
 جناب ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام
 سے سود کے حرام کی وجہ سے پوچھی
 تو حضرت نے فرمایا اگر سود حلال ہوتا تو
 لوگ تجارت چھوڑ بیٹھتے اور وہ کاروبار
 جس کی انھیں احتیاج ہے۔ اس
 واسطے خدا نے سود کو حرام کر دیا تاکہ

لوگ حرام سے حلال کی جانب اور خرید و فروخت کے کاروبار کی طرف توجہ کریں۔

✓ وجوہ تحریم ربا کے متعلق امام علی رضا علیہ السلام کا مفصل ارشاد

محمد بن سنان راوی ہیں :-

ان بن موسیٰ السرخسی کتب الیہ
فیما کتب من جواب مسائلہ
وعلة تحريم الربا لما خفي الله
عز وجل عنه ولما فيه من فساد
الاموال لان الانسان اذا اشترى
الدرهم بدينارين كان ثمن
الدرهم درهما و ثمن الآخر
باطلا فليح الساباد شره
وكس على كل حال على المشتري و
على البائع فحرم الله عز وجل على
العباد الربا بالعلم فساد الاموال
.....
وعلة تحريم الربا بالنية لعلمه
ذهاب المصروف وتلف الاموال و
مرغبة الناس في الربح و

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے میرے
سوالات کے جوابات تحریر فرمائے مجھے
ان کے تحریر کیا کہ سود کا حرمت کی علت
یہ ہے کہ خدا نے اس کی ممانعت کی ہے
اور یہ وجہ ہے کہ اس میں مال کا خرابی و
دربادی ہے اس لئے کہ جب انسان
دو درہم کے عوض ایک درہم خریدتا تو ایک
درہم تو ایک کی قیمت قرار پایا مگر دوسرا
درہم ضائع ہوا۔ (اس کا کوئی عوض اسکو
نہ ملا) اس لئے سود کی خرید و فروخت
بہر حال باعث نقصان ہے اور اسی وجہ
سے کہ سود مال کے ضائع ہونے کا باعث
ہے خدا نے اسے حرام قرار دیا۔
اور قرض کے معاملات میں سود کے حرام
کئے جانے کی علت یہ ہے کہ اس سے

وتتركها القرض والقرض صنائع
المعصية و لما في ذلك من
الفساد والظلم و فساد الاموال -
یعنی واحسان کرنے کا جذبہ جاتا رہتا ہے
مال تلف اور ضائع ہوتا ہے۔ بغیر محنت
نفع خوری کا رغبت پیدا ہوتی ہے قرض
جس کا شمار نیکیوں میں ہے سود کے لالچ میں لوگ اس کو چھوڑ دیتے
ہیں (کوئی کسی حاجتمند کو قرض حسنہ دینے پر تیار نہیں ہوتا اور
اس طرح انسانی ہمدردی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے) اور سود اس لئے بھی
حرام کیا ہے کہ اس میں فساد و ظلم ہے اور مال کی ناحق بربادی۔

مندرجہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ

باتیں مذکور ہیں اولیٰ کا خلاصہ یہ ہے :-
ان آیات و احادیث میں جو

(۱) محبت و مروت و ہمدردی و انسانیت کی مستحکم بنیادوں پر انسانی معاشرت
کی تعمیر دین اسلام کا عظیم ترین نصب العین ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر فرد
انسان دوسرے کی احتیاج کو اپنی احتیاج سمجھے۔ حاجتمندوں کی حالت زار
پر اس کے انسانی احساسات ابھریں اور وہ ان کی حاجت روائی کی طرف ہاتھ
بڑھائے سود خواری کی ذہنیت اس کے برعکس حاجتمندوں کی بھوری سے
اپنا مفاد حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اور بالآخر انسانی مروت و
ہمدردی و احسان کے جذبات مردہ ہو جاتے ہیں۔ سود کی تحریم سے مفاد
مشرعیت اسی قسم کے بدترین جرائم کا سد باب کرنا ہے۔
(ب) عادات سود خواری کے ساتھ محبت مال و طمع زر بھی ترقی کرتی ہے۔

اور اس کی ترقی کی نسبت سے اصول اخلاق و ہمدردی انسانی کے احساسات
ختم ہوتے جلتے ہیں۔ اور آخر کار انسان اخلاق فاضلہ اور انسانیت کے اعلیٰ
ادھان سے محروم اور مال و دولت کے خمار میں بدمست ہو جاتا ہے۔ اور
شرق انسانیت کھو دیتا ہے۔ اور اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے کوئی
شخص مجنون و مجبوط ہو جائے۔ ممکن ہے کہ وہ اپنی اس حالت کو عقلمندی کا اثر
نقص کرتا ہو۔ مگر دراصل وہ پاگل بن ہے۔ مال و دولت کی محبت میں شرق
انسانیت کو بیچ دینا ضبط اور جنون نہیں اور کیا ہے۔ چونکہ اکثر نفسانی ملکا
بختہ اور ناقابل زوال ہو جایا کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا اثر آخرت کی زندگی
میں بھی نمایاں ہو تو محل تعجب نہ ہونا چاہئے۔ ممکن ہے کہ قرآنی تمثیل ”کَمَا
يَقُولُ الَّذِي يَتَخَبَّطُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَيْمَنِ“ اسی بات کا جانب
اشارہ ہو۔ اور اسی کیفیت کا نقشہ کھینچا ہو جو ان کی بد اخلاق و بدکرداری
کے نتیجہ کے طور پر حروزی زندگی میں پیدا ہونگی۔

تفسیر زبدۃ البیان میں ہے ص ۲۳۱

والحاصل انهم لا يقومون من
توسمهم الى المحشر بسبب النسيان
وذا ساء وثقله عليهم قياماً
مثل قيام صحيح العقل بل مثل قيام
المجانين فيسقطون قسرة
وميشون على غير الاستقامة
” حاصل یہ کہ وہ لوگ محشر میں اپنی قبروں
سے سو سکے و بال اور بوجھ کی بدولت
اُس طرح نہیں اٹھیں گے جس طرح درست
ہوش و عقل والے اٹھتے ہیں۔ بلکہ
پاگلوں کی طرح اٹھیں گے کبھی گڑبڑ
اور کبھی لڑکھڑاتے چلیں گے اور

اخلاقی دلائقہ سون علی انقیام آخری کسی اٹھ بھی نہ سکیں گے۔
(ج) جو انسان ایک درہم (یا ایک روپیہ) کو دے درہم (یا دو روپیہ) کے عوض
خریدتا ہے تو ایک درہم (یا ایک روپیہ) تو ایک درہم (یا ایک روپیہ) کی قیمت
ہوتا ہے اور دوسرے کی قیمت ضائع ہو جاتی ہے۔ اس کو اس کے عوض میں
کچھ نہیں ملتا اور بائع کو ایک درہم (یا ایک روپیہ) مفت ہاتھ آتا ہے۔ اس
میں نہ اس کے اصل درہم (روپیہ) کا کوئی دخل ہوتا ہے۔ اور نہ محنت کا کوئی اثر۔
(د) یہ ایک حقیقت ثانیہ ہے کہ تجارت و صنعت کو معاشی نظام کے رکن

اعظم کی حیثیت حاصل ہے۔ اور انھیں پیشوں کی بدولت عامہ خلائق کی رفاه
کے سامان اور معاشی خوشحالی کے وسائل ہو یا ہو سکتے ہیں اور تمدن کی ترقی
اس سے وابستہ ہے۔ اور ان ذرائع سے معاش حاصل کرنے میں آدمی
کو محنت و مشقت کی حاجت ہوتی ہے۔ برعکس اس کے سودی کاروبار میں
بے محنت و روپیہ ملتا ہے۔ اب اگر معاشی نظام میں معاملہ سود کے ذریعہ
صنعت و کام فٹ کی محنت و تکلیف برداشت کرنے کی طرف رجحان باقی نہ
رہے گا۔ مفت نفع خوری اور آسان طریقہ سے روزی کمانے کی ترغیب
ہوگی۔ اور اسی طرح دنیا کا معاشی نظام ابتر ہو جائے گا۔ کیونکہ منافع خلق
تجارت و صنعت و حرفت سے وابستہ ہیں۔ دنیوی کاروبار بغیر ان کے
چل نہیں سکتے۔

(ک) خلق و مردت و ہمدردی انسانی کے شریفانہ احساسات کا جہاں

یہ تقاضا ہے کہ قرض کے ذریعہ سے حاجتمندوں کی امداد و حاجت روائی کی ترغیب دیکھائی جائے۔ وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ قرض کی لین دین کو پرمفعت کاروبار اور ذریعہ کسب معاش بننے نہ دیا جائے۔ کیونکہ اس کے دو بدترین مظالم و فتنار اموال، یقینی ہیں۔ رحمن کی جانب حدیث مندرج بالا میں توجہ دلاتی ہے سودی کاروبار کے زواج کی صورت میں ایک طرف غریب حاجت مندوں کو قرض لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ اور جو لوگ قرض حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ وہ آخر کار ظالم ساہوکاروں کی ہوس نفع خوری اور حرصیانہ مظالم کا شکار ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف ہوا پرست مسرفین کی عادت فضول خرچی کو سہارا ملتا ہے بے جا عیش و عشرت اور فضول نام و نمود پر اڑا کے لئے روپیہ بے ہولت حاصل ہونے لگتا ہے۔ پیشہ ورسود خوار ساہوکار املاک و جائیداد کے مالکوں کو روپیہ حسب طلب بآسانی قرض دیدیتے ہیں۔ اور آخر کار صرف وہی روپیہ فضول مصارف میں ضایع نہیں ہوتا۔ بلکہ امیروں کی ذاتی املاک و جائیداد کو بھی اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ بالخصوص مسلمان زمینداروں، جاگیرداروں اور صاحب دولت و ثروت گھرانوں کے سودی قرضوں کی بدولت تباہی و بربادی کے عبرت خیز و حسرت ناک مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے آتے رہتے ہیں۔

اسلامی نظام نے سودی کاروبار کی روک تھام کر کے اس قسم کے مظالم اور فتنار اموال کے تباہ کن واقعات کا کلیہ سد باب کر دیا۔ اور قرض کے معاملات کو باہمی ہمدردی اور حسن سلوک، مواساة و احسان کے اعلیٰ اخلاقی احکامات

کی حدود تک محدود کر دیا۔ اور بغیر معاوضہ قرض دینے کو عظیم الشان کارہیز و گمراہی قرار دیکر اس کی جانب ترغیب و تحریص میں بڑا اہتمام فرمایا۔ اور قرضداروں کے ساتھ قرض خواہوں کی طرف سے واقع ہونے والی ہر خلاف مزوت و انسانیت بدسلوکی کا انکسار کر دیا۔

قرض سے اعانت کی ترغیب

(۱) مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۖ وَاللَّهُ يَبْهِيضُ رُءُوسَ الَّذِينَ يَدْرُسُونَ ط
(۲) اِنْ تَقْرِضُوا لِلَّهِ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَكُمْ وَيَرْبِّحْ لَكُمْ

(تغابن)

حدیث بڑی میں ہے :-

(۳) مَنْ شَكَا إِلَيَّ أَخُوهُ الْمُسْلِمَ فَلَمْ يَقْبَلْهُ حَتَّى يَمُوتَ ۖ اللَّهُ عَنْ وَجَلٍ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ يَوْمَ يَجْنَى الْمُحْسِنِينَ - (وسائل)

وہ جس کے پاس اس کا بھائی اور مسلم اپنی شکایت کی شکایت لایا اور اُس نے اُسے قرض نہ دیا تو خدا اُس کو جنت سے اس دن محروم رکھے گا جس میں نیکو کاروں کو جزا دے گا۔

تنگدست نادار قرضدار کو ہمت دینا چاہئے اور قرض کو معاف کر دینا بہتر ہے۔ اگر تمہارا قرضدار تنگدست ہو تو اس کو

إِلَى مَسِيرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ
تَكْرِمَ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (يقرب)

خوشحالی تک کی مہلت دو اور اگر سمجھو
تو تمہارے حق میں یہ بہتر ہے کہ (اصل میں)

قانون شرع اسلام میں تنگدستی و نا داری کے حدود قرض میں سامان
خوراک، لباس، مسکن خادم صرف نہ کیا جائے۔

کنز العرفان میں ہے :-

والمساواة بالمعسر عندنا من
يعني عن اداء ما عليه من الدين
ولا يحجب عليه قوت يومه
ودست ثوبه واداس سكناته
وخادمتة المعتاد فان ذلك
لا يجب صرفه في الدين فاذا
تحقق العجز عما على ذلك وجب
الانقضاء وحرام المطالبة والحبس
ومع القدر لا تحل المطالبة
ويجوز الحبس قال في الواجب
يحل عقوبة والى المطلق والعفو
الحبس

”معسر“ سے مراد عامیہ نزدیک وہ آدمی
ہے جو اپنا قرض ادا کرنے سے عاجز ہو
روز کی خوراک کپڑے، مکان، اور
خادم جس کی عادت احتیاج ہوتی ہے
یہ چیزیں محبوب نہ ہوں گی اور ان کے
موجود ہونے ہوئے ”معسر“ یعنی ناچار
دست گست قرار دیا جائے گا۔ ان چیزوں کا
قرض میں صرف کرنا واجب نہیں جبکہ ان
چیزوں کے علاوہ ادین کے پاس کچھ نہ ہونے
سے اس کا بچر ثابت ہو تو اس کو مہلت دینا واجب
ہوگا۔ اور مطالبہ قرض اور اس سے قیہ کرنا
حرام ہوگا۔ اور جبکہ وہ ادا نہ کرے قرض

پر قدرت رکھتا ہو تو مطالبہ حلال اور قید کرنا جائز ہوگا۔ جناب

رسالتا ب نے فرمایا ہے کہ ادا قرض کی قدرت رکھنے والا ہاں مٹول
کرے تو اس کی سزا کرنا قید کرنا حلال ہوگا۔

قرض دینا تصدق کرنے سے بہتر ہے

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال
قال النبی الف دسہم اقرضنها
مرتین احب الی من ان تصدق
بھامو لا کمالا یحل لغز علی ان
یمطلک وھو محسر فکن اللک
لا یحل لک ان تعسر الا اذا
علت انہ محسر۔ (وسائل)

ابو حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے مروی
ہے کہ جناب رسالتا ب نے فرمایا کہ میں ایک
ہزار دسہم کو اگر دو دفعہ کو قرض دوں
تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے
کہ یکبارگی تصدق کروں اور جس طرح
تمہارے قرضدار کے لئے جائز نہیں ہے
کہ خوشحال ہوتے ہوئے ادا قرض میں ٹال

مٹول کرے اسی طرح تمہارے لئے بھی حلال نہیں کہ ادین کی تنگدستی کا

حال معلوم ہوتے ہوئے اس پر سختی کر دے۔

حاجمندوں کے لئے قرض لینا جائز ہے اور بے ضرورت قرض لینا مکروہ ہے

بعض صورتوں میں حرام بھی ہے

جہاں حاجت مندوں کے لئے قرض کی لین دین کو حسن سلوک و کرم اخلاق کا بلند ترین
مرتبہ قرار دیا ہے وہاں بے ضرورت قرض لینے کی ممانعت بھی کی ہے اور بعض حالات میں
قرض لینا حرام بھی قرار دیا ہے۔

کنز العرفان میں ہے :-

اباحۃ الاستدانة لا تخاف ما قد
يضطر الانسان اليه في معاشه
فتكون سايغة ولان الغنى استدانة
وكذا على عليه السلام وجماعة
من الائمة عليهم السلام نعم هو من
غير ضرورة مكة ولا لقوله
صلى الله عليه وآله وسلم
اياكم والدين فانه صدقة بالحق
ومعته باليل وقد يحرم اذا
لم يكن له ما يقضيه به فانه
خذ يعة ويقوى عندى اذا لم
يكن البائس مطلقاً على حاله
والافالكي اهنة شديدة وقبول
الصدقة له اولى من الاستدانة -
نزدك قول قوی یہ ہے کہ ایسے نادار
و منفس کا قرض لینا حرام اس وقت ہوگا جبکہ قرض دینے والا اس کی ناداری
و بے مائیگی کے حال سے ناواقف ہو۔ ورنہ مکرمہ ہوگا۔ اور کماہست
شدید ہوگا ایسے آدمی کے لئے صدقہ قبول کرنا قرض لینے سے بہتر ہے۔
قرض کی مذمت، کفر و قرض بے ضرورت دونوں برابر ہیں۔
آحضرت محمدؐ نے فرمایا :-
حدیث نبویؐ میں ہے

اعوذ بالله من الكفر والذين قيل
يا رسول الله العدل الدين بالكفر
قال نعم
میں کفر اور قرض سے خلا کی پناہ مانگتا
ہوں اس پر کسی نے کہا یا رسول اللہ آپ
قرض کو کفر کے برابر ٹھہراتے ہیں؟
تو فرمایا :- ہاں ایسا ہی ہے۔

راہ خدا میں شہید ہو جانا ہر گناہ کا کفارہ ہے سوا قرض کے
عن ابی جعفر علیہ السلام قال کل
ذنب یکفر الا القتل فی مبیعہ اللہ
الا الدین لا کفارة الا ادبہ و
یقضی صاحبہ او یعفو الذی
لہ الحق و مسائل
حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے منقول
ہے کہ آپؑ نے فرمایا خدا کی راہ میں شہید
ہونا ہر گناہ سے پاک کر دیتا ہے سوا قرض
کے کہ اس کا کفارہ صرف اس کا ادا کرنا ہی
ہے یا تو شہید ہونے والے کی طرف سے
اس کا کوئی ساتھی (یا وارث) ادا کرے یا جس کا حق ہے وہ معاف کر دے۔

ادانہ کرنے کی نیت سے قرض لینے والا چور ہے :-

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :-
من استدان دیناً فلم یبن قضاہ
کان بمنزلۃ السارق -
جس نے قرض لینا مگر ادا کرنے کا ارادہ
نہ تھا تو وہ شخص گویا چور ہے۔

غنی کی مثال مٹول ظلم ہے :- | حدیث نبویؐ ہے :-

مطل الغنی ظلم
انائے قرض میں غنی کی مثال مٹول ظلم ہے۔

ناداروں کے جائز قرض کا ادا کرنا حکومت اسلام کے ذمہ اس کیلئے خاص انتظام
جن قرض داروں کے لئے قرض ادا کرنا ممکن نہیں ان کی گوفلاہی و سبکدوشی کے

کے لئے صدقات خیریں مخصوص حصہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :-
 اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالتَّحَنُّنِ
 وَالتَّحَنُّنِ عَلَيْهِمْ وَالْمَوْلُفَةِ قُلُوبِهِمْ
 وَرِيقِ الْمَرْتَابِ وَالتَّحَنُّنِ وَرِيقِ
 سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً
 مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ط
 (سورہ توبہ)

کر سکتے یہ حقوق) خدا کی طرف سے فرض قرار دیئے گئے ہیں۔ اور خدا بڑا
 صاحب علم اور حکمت والا ہے۔
 ارشاد الہی میں "غار میں" سے کون لوگ مراد ہیں ؟

کثر العرفان میں ہے :-
 الغار منون وهم الذين ركبهم الدين
 في غيرة حصيته بل اصاب في نفقة
 واجبته او مندوبة او معاش
 مباح -
 یعنی ان لوگوں کے متعلق جن کی مالی آمد آمد مستحب ہے یا معاش مباح میں یقیناً
 موجب مشیت میں جو شرعاً مباح قرار دیئے گئے ہیں۔
 اس سے پہلے اس بات کا تذکرہ گذرا کہ مفلس قرضداروں کے لئے قرض ضامن کا
 کرنا خدا کی طرف سے رسول دامام کی ذمہ داریوں میں داخل کیا گیا ہے۔

نادر کا قرض ادا کرنا فریضہ نام ہے :-
 المفهوم من جملة من لا تجاسد متي
 لم يتمكن المداينون من اداء الدين و
 وجبت على اصنام ان يودي عنه
 من سهم الغارمين اذا كان قد
 انفق ما امكنه في طاعة او في
 صياح فلول النفقة في معصية لم
 يكن له ذلك -

اگر خدا کی نافرمانی میں خرچ کیا ہو گا تو اس کا ادا کرنا امام پر واجب نہ ہوگا۔

نظام اسلامی کی طرف مشترک کاروبار کی رہنمائی :-

منقولہ بالا اشعار سے یہ بات تو یارکہ ثبوت کو پہنچ چکی کہ قرآن کی ترقی اور منفعت اور فائزیت
 و غیرہ کو عام بنانے کے لئے نیز اعانت و خدمات و خدمت کو فروغ دینا اسلامی نظام کا
 عظیم الشان نعلب العین ہے۔ البتہ عورت پر بڑا دینارہ لگایا ہے کہ نظام اسلامی صرف انفرادی
 کاروبار پر قائم ہو سکے۔ بلکہ اجتماعی کاروبار کی راہیں بھی کھولتے ہیں۔ اس کے تحت
 نہایت طاغورہ کے پیشوں اور گواہیوں سے ایسے سودی کاروبار کے ادارے
 قائم نہیں کئے جاسکتے کہ وہ تعاون (عملی اور مالی) کے قرائنی اصول پر مشترک کاروبار
 کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور ادارہ باہمی کے سچے جذبے کے پیش
 نظر ایسے اجتماعی

خدا تعالیٰ نافرمانی میں ہے :-
 حدیث سے یہ بات سچی لگتی ہے کہ
 جب قرض دار اپنا قرض ادا نہ کر کے لگاتار
 امام پر واجب ہو گا کہ "سہم غار میں" (وہ
 حصہ جو بنیاد حکم قرآنی قرضداروں کے
 لئے مخصوص کیا گیا ہے) سے ادا کرے
 بشرطیکہ قرضدار نے روپیہ طاعت خدا
 یا مباح کاموں میں خرچ کیا ہے۔ پس

ادارات و مجالس (سوسائٹیوں) کے قیام کی راہیں کھلی رکھیں جو سرمایہ دارانہ اور مغربہ عامل دونوں کے واسطے یکساں مفید ہو سکتے ہیں۔ فقہ اسلامی کے ابواب عقود و معاملات میں اس طرح کے صحیح و سائل معاش کی تفصیلات مذکور ہیں۔ اس مختصر مضمون میں ادبی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ لہذا بعض کی طرف اشارہ کر دینے پر قناعت کر لینا مناسب ہے۔

شرکت عنان یا شرکت اموال :-

اتفاق تصح با الموال و بتیساوی الشریکان

فی السراج والخسران مع تساویہ
ولو کان لاحد ہما سہ یا دة کان لہ
من السراج بقدر سہل من ماله ولذا علیہ
من الخسائر ولو اشتراک احد ہما سہ دة
فی السراج مع تساوی المالین والتساوی
فی السراج والخسران مع تفاوت المالین
فیل تبطل الشریکۃ عفی الشرط والتصریحات
الموقوف علیہ وقول تصح الشریکۃ
والشرط والا اول اظہر ط -

و نقصان میں برابری کی شرکت کی جائے تو (اس صورت میں محنت و معاملہ شرکت میں اختلاف ہے) بعض علماء نے فرمایا ہے کہ شرکت باطل ہو جائے گی۔

یعنی شرط اور تعریف جو

اس پر مستوف ہے دونوں باطل ہوں گے۔ اور بعض فقہ کا قول ہے کہ شرکت صحیح ہوگی اور اول (یعنی بطلان شرکت) اظہر ہے۔

حدیث میں ہے :-

ان کان سراجا فہو بیلہما وان کان نقصانا فلیہما ط

”اگر نفع ہوگا تو دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا اور اگر نقصان ہوگا تو اس میں بھی دونوں شریک رہیں گے۔“

مضاربتہ

”ہی عقل شرعی لتجاسرۃ الانسان حدائق ناظرہ میں ہے :-

بمال غیرہ بحصۃ من السراج ط

”مضاربتہ“ ایک شرعی معاملہ ہے جس میں ایک شخص دوسرے کے مال سے نفع کے ایک حصہ کے عوض تجارت کرتا ہے۔“

جو اہر الکلام میں ہے :-

المضاربتہ دفع الانسان الی غیرہ مالا لیعمل فیہ بحصۃ من سراج ط

ان تعریفوں سے ظاہر ہوا کہ ”مضاربتہ“ ادبیات دولت و مال اور مغربہ و نادار افراد کے تعاون

سرمایہ و محنت کے اشتراک عمل و مقصد اور اس ذریعہ سے انداز باہمی کے اعلیٰ نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے بہترین طریقہ ہے اور یہ ایک ایسا تجارتی معاملہ ہے جس میں ایک طرف سرمایہ اور مال و متاع ہوتا ہے اور دوسری طرف عمل اور محنت ہوتی ہے۔ اور متافع میں حسب قرارداد و تراوی طرفین

۲۵۰
اشترک عمل ہوتا ہے ایک شخص اپنے سر پر ہاتھ لگا کر نماز پڑھتا ہے جو زیارت کے ساتھ بخاری کا رو بار کا سبب ہونے کے باعث عذر قرار دیا اور سبب سر پر ہاتھ لگانے اور وہ اپنی محنت اور سلیقہ عمل سے ایک سہ ماہی کی منفعت کا باعث ہوتا ہے۔
اجارہ محنت و مزدوری:-

حدیث نقولہ بالامین حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔
واما وجہ الاجارہ فقولہ
عن رجل نحن قسمنا بينهم
مشقة في الجوارح والادب
سرفنا بعضهم فوق بعضي
الایہ (حضرت)

یہ ایہ مبارک رکاز سے پہلے زیر بحث آچکا ہے یہاں اس کے معنی مراد پروردگار کی
والنا مقصود نہیں ہے۔ صرف اس قدر گزارش کافی ہے کہ اس ارشاد ربانی میں ان وسائل
معاش کی طرف نہایت جامع و پر معنی الفاظ میں توجہ دلائی گئی ہے جن کا تعلق خدمت
مزدوری۔ محنت و اجرت سے ہے۔ فقہ اسلام کے ابواب میں "باب اجارہ" کو
بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مذکورہ تفصیلات نہ کہہ رہی ان کا یہاں ترک کر دینا
ناگزیر ہے اس مقام پر چند احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہو جائیگا
کہ ان کی محنت و عمل کی انعام کی نفیس کتنی نعم قدر و منزلت ہے اور وہ اللہ
اور محنت کش انسانوں کا ہر روز و ہر وقت ہونا ہے۔

کام لینے سے پہلے اجرت سے ملے کر لیا کرو:-
حدیث میں ہے:-

نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
ان يستعمل اجیراً حتى يعلم ما اجره۔
"جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اجرت
معلوم کر لینے سے پہلے کسی اجیر (مزدور) سے
کام نہ لیا جائے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:-
من كان يؤمن بالله واليوم الآخر
فلا يستعملن اجیراً حتى يعلم ما اجره۔
"جو آدمی خدا اور روز قیامت پر ایمان لایا ہے
اُسے ہرگز کسی اجیر سے کام نہ لینا چاہیے
(وسائل)
جتک کہ نہ معلوم ہو کہ اس کی اجرت کیا ہوگی"
مزدور کی اجرت اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے ادا کر دو۔
حدیث نبویؐ ہے:-

اعطوا الاجیر حقه قبل ان يحرق عرقه
"مزدور کا حق اس کا پسینہ خشک
ہونے سے پہلے ادا کر دو۔"

مزدور کے حق اجرت میں ظلم کرنا ملامت ہے۔ خدا اس کو زبختے گا۔
نیز آنحضرت کا ارشاد ہے:-

(۱) مملعون من ظلم اجیراً اجراً
"وہ جس نے مزدور کی اجرت کے بارے
میں ظلم کیا وہ ملعون ہے۔"

(۲) ان الله غافر لى ذنب الامن
جمل مھرا ادا غتقب اجیراً
"خدا ہر گناہ کا بخشتے والا ہے مگر وہ شخصوں
کو معاف نہ کرے گا۔ (۱) جس نے عورت سے
مہرا (نکار کیا)۔ (۲) اور جس نے مزدور کی اجرت مار لی۔"

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مزدوروں کی حیثیت میں ہے:-

ان النبی قال ثلاثة انا خصبهم " جناب رسولؐ نے فرمایا کہ ہر روز قیامت
یوم القیامة..... سر جیل ستاجی میں تین قسم کے لوگوں کا فرقی مقابل ہوں گا۔
اجیراً فاستوفی منه ولعربون اجلاًط..... (ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں)
جو مزدور سے کام لے کر ہجرت پوری نہیں دیتے۔

بہ خرد و کھدر

فاترہ مضمون میں اس بات کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہو گا کہ
زمانہ حافہ میں چرخے اور کھدر کو رواج دینے میں عظیم الشان جدوجہد کیا گئی ہے
اس کی فادی حیثیت کا تجربہ بھی ہو چکا ہے۔ مگر اس کو زمانہ حاضرہ کے کسی محترم و
دوراندیش لیڈر کی جرت طرازی نہ سمجھنا چاہئے۔ وہ کوئی نئی تحریک نہ تھی بلکہ
تیرہ صدیوں سے اسلام کے نظام اقتصاد میں گونیاں جگہ حاصل ہے اور
اس کی اہمیت کے لئے صرف مندرجہ ذیل احادیث و اخبار کافی ہیں۔

سوت کا تنے کی ہدایت عورت کے لئے۔ یہ گھریلو کام سب سے بہتر ہے

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ " جناب رسالتاب صلی اللہ علیہ وآلہ
وآلہ لم تشغل المرأة المؤمنة
المغزل۔ فرمایا کہ مومنہ عورت کا بہترین مشغلہ
چر خاہے۔

(۲) نیز حدیث نبویؐ ہے۔

علمو هن الغزل۔ عورتوں کو سوت کا تنہا سکھاؤ۔

جناب فاطمہ زہراؑ صلوٰۃ اللہ علیہا کے چرخہ کی عظمت و اہمیت (۳)

جناب سید زین العابدین علی بن علی بن طاووس نے کتاب ہوت میں یہ روایت نقل
فرمائی ہے۔۔۔

قال یزید لعلی بن الحسین
علیہما السلام اذکر حاجاتك
الثلاث اللاتی وعدتک بقضائھن

(۱) ان قال قال والثانیۃ ما نزل
علینا ما اخذ منا (۱) ما قال
وانما طلبت ما اخذ منا لان فیہ
مغزل فاطمة بنت محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ۔
(مستدرک الوسائل)

یزید نے حضرت امام زین العابدین علی بن
الحسین علیہما السلام سے کہا کہ وہ تین حاجتیں
مانگو جن کے پورا کرنے کا میں نے وعدہ کیا
ہے۔ (۱) امام نے بظلمہ ان کے یہ بھی فرمایا کہ
میری جو چیزیں چھپنی ہیں ان کو واپس
کر دے اور میں ان چیزوں کو اس وجہ
سے مانگتا ہوں کہ اس میں حضرت فاطمہ
زہراؑ کا چرخہ بھی ہے۔

خاتمہ کلام

اس مضمون میں اسلام کے نظام معیشت و اقتصاد کا جو مختصر و مجمل خاکہ پیش
کیا ہے اس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ نہ نظام سرمایہ داری ہے اور نہ
اشتراکیت و اشتعالیت، بلکہ بنیادی طور پر ان سب سے جدا ایک معتدل
ہے۔ جس کے وسیع دامن میں ان کی تمام خوبیوں موجود ہیں۔ اور تمام غریبوں
کا اعتدال و مسکن اقتصاد کی جانب موڑ دیا ہے۔ ذہنیت سرمایہ داری

۲۸۵۱
در اجمی

اب محنت کش غریبوں کے مفاد سے دلچسپی اور احساس ہمدردی کی نمائندگی کرنے لگی ہے
 اور طبیعت انسانی کے حقوق اور تقاضات درجات معیشت کے خلاف جنگ میں
 اعتدال پسندی کی طرف مائل ہے۔ یہ تدریجی انقلاب ذہنیت و استحالة طبیعت
 اس حقیقت کو ناقابل استنباه بنا رہا ہے کہ نظام اسلامی ہی مکمل، معتدل، قابل عمل
 اور موافق فطرت انسانی نظام ہے۔ جس سے نوع بشر کی معاشی خیر و فلاح وابستہ
 ہے اور وہ دن تو فعات کے حدود سے باہر نہ ہونا چاہیے جس میں ساری دنیا

دنیا اسی منہج اعتدال و اعتقاد پر گامزن نظر آئے۔ اور ارشاد ربانی :-
 هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ
 عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ - کہ مضمون واقعہ اور حقیقت بن کر نکلا ہوں کے سلسلہ
 آجائے گا۔ داعی دعوان ان الحمد للہ سراب العالمین ط

تتبعہ

